دکنی مثنویوں کا انتخاب

ڈاکٹر اشرف رفیع

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ

اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء
کتابت : نعیم اللہ سرورق سید عبدالرحیم قادری
طباعت: دائرہ الکٹرک پریس چھتہ بازار
تعداد : ۵۰۰
قیمت: ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

- ڈاکٹر اشرف رفیع' مکان نمبر 106-7-17 یاقوت پورہ حیدرآباد
- الیاس ٹریڈرس شاہ علی بنڈہ حیدرآباد اے' پی
- حسامیہ بک ڈپو' مچھلی کمان حیدرآباد
- انجمن ترقی اردو بک ڈپو اردو ہال حمایت نگر حیدرآباد

- دائرہ الکٹرک پریس' حیدرآباد

دکنی کی مایۂ ناز محقق

پروفیسر سیّدہ جعفر

کے نام

بصد خلوص

فہرست

صفحات

مقدمہ

عربی میں "مثنوی" کا مادہ ثنیٰ ہے جس کے معنی "دو" کے ہیں۔ چونکہ مثنوی کے ہر شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے اس لئے شعر کے دونوں مصرعوں کا خیال کر کے اس صنف کا نام مثنوی رکھا گیا۔ مثنوی کے لئے کچھ بحریں مختص ہیں مثلاً

۱۔ فعولن فعولن فعولن فعل بحر متقارب مثمن محذوف الآخر
۲۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن / فاعلان۔ بحر رمل مسدس محذوف
۳۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات / فعلاتن بحر رمل مسدس مخبون
۴۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن / مفاعیل ـــ بحر ہزج مسدس محذوف الآخر
۵۔ مفعول مفاعلن فعولن / مفاعیل ـــ بحر ہزج مسدس مقبوض
۶۔ فعولن فعولن فعولن فعل ـــ بحر خفیف مسدس محذوف
۷۔ مفتعلن مفتعلن فاعلن / فاعلات ـــ بحر سریع مسدس محذوف

اُردو کی اکثر و بیشتر مثنویاں بحر متقارب مثمن محذوف الآخر میں ہیں۔ دکنی کی اکثر مثنویاں بھی اسی بحر میں ہیں۔

الطاف حسین حالی نے تمام اصناف سخن میں مثنوی کو "کار آمد صنف" بتلایا ہے یہ ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں تقریباً تمام اصناف سخن کا لطف آجاتا ہے۔ اس میں غزل رباعی قطعات، قصائد بھی ملتے ہیں اور موضوعاتی شاعری کا ربط و تسلسل بھی ملتا ہے۔

مثنوی میں شاعر کو کئی باتوں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ چونکہ مثنوی میں کسی واقعہ یا قصہ کو پیش کیا جاتا ہے اس لئے مثنوی نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ قصہ گوئی کے اصول و شرائط کو پیش نظر رکھے۔ قصہ گوئی کی اولین شرط واقعہ کا تسلسل ہے اس لئے مثنوی میں ارتباطِ خیال لازمی ہے۔ ربط اور تسلسل کے لئے پلاٹ کی ترتیب اہمیت رکھتی ہے پلاٹ اس طرح ترتیب دیا جائے جس سے قصہ فطری انداز میں آگے بڑھتا رہے اس کے لئے شاعر کو قصہ کے آغاز، عروج اور انجام میں ڈرامائی تاثر پیدا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ڈرامائی تاثر حیرت، کشمکش اور انسانی تجربات اور خیالات اور جذبات کے اظہار سے پیدا ہوتا ہے۔ مثنوی کی زبان کا سادہ سلیس

اور پُر لطف ہونا ضروری ہے ورنہ قصہ میں دلچسپی باقی نہیں رہ سکتی۔

اردو میں باضابطہ مثنوی نگاری کا آغاز بہمنی دور سے ہوتا ہے اس سے پہلے شمالی ہند میں صوفیائے کرام کی لکھی ہوئی کچھ نظمیں مثنوی کے فارم میں ملتی ہیں۔ مثنوی کے ان ابتدائی نمونوں میں کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہوتی تھی بلکہ مذہبی اور صوفیانہ خیالات یا پند و نصائح پیش کئے جاتے تھے۔ نویں صدی ہجری کے اواخر میں قطبن کے یہاں "مرگاوتی" کے نام سے ایک نظم ملتی ہے۔ جسے ہم شمالی ہند میں مثنوی کا پہلا نمونہ کہہ سکتے ہیں۔

دکنی کے شاعروں نے مثنوی کی صنف پر خصوصی توجہ کی۔ اپنے ابتدائی زمانے ہی سے اردو مثنویاں خیالات، موضوعات اور اسالیب کے لحاظ سے متنوع ملتی ہیں۔ ان میں مذہبی مثنویاں بھی پائی جاتی ہیں، رزمیہ اور بزمیہ بھی۔ علاءالدین خلجی اور پھر محمد تغلق کے زمانہ میں علماء اور صوفیا کی ایک بڑی تعداد شمالی ہند سے دکن آکر آباد ہو گئی تھی رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کی خاطر انہوں نے عربی اور فارسی کو ترک کر کے یہاں کی عوامی زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا

۷۴۸ھ م ۱۳۴۷ء میں بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد بہمنی بادشاہوں نے سیاسی استحکام اور ملکی انتظامات کے ساتھ ساتھ علم و ادب کے فروغ میں بھی دلچسپی لی۔ محمد شاہ بہمنی (۱۳۷۸ تا ۱۳۹۷ء) نے حافظ شیرازی کو دکن آنے کی دعوت دی تھی۔ فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷ تا ۱۴۲۲ء) کے عہد میں بہت سے علماء و صوفیا دکن آئے جن میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ بھی شامل ہیں۔ احمد شاہ بہمنی (۱۴۲۲ تا ۱۴۳۵) کے دورِ حکومت میں شیخ آذری نے بہمن نامہ تصنیف کیا۔ بہمنی دور ہی میں شمالی ہند سے آئی ہوئی زبان دکن کے لسانی اور تہذیبی ماحول میں نشو و نما پا کر اپنی ایک الگ شناخت بنا رہی تھی جسے آگے چل کر دکنی کا نام دیا گیا اس زبان میں سب سے پہلی جو مثنوی ہمیں ملتی ہے وہ فخر دین نظامی بیدری کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" ہے یہ مثنوی احمد شاہ ولی بہمنی کے عہد (۸۲۵ھ - ۸۳۸ھ م ۱۴۲۲ء - ۱۴۳۵ء) میں لکھی گئی۔ احمد شاہ ولی بہمنی سلطنت کا نواں بادشاہ تھا۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ایک عشقیہ داستان ہے۔ دوسری مثنوی اشرف کی نو سرہار (۹۰۹ھ) کی تصنیف ہے اور اس میں امام حسینؑ کی شہادت اور واقعۂ کربلا کو نظم کیا گیا ہے۔ بہمنی سلطنت کے دورِ انتشار میں شاہ میراں جی شمس العشاق کی تین

خوش نغز، اور معز مرغوب ملتی ہیں۔ ان نظموں میں شاہ میراں جی خدا نمانے تمثیلی انداز میں تصوف اور معرفت کے مسائل سمجھائے ہیں۔ معز مرغوب میں تصوف کے اعلیٰ منازل اور نکات کی تشریح کی گئی ہے بہمنی دور کی ان مثنویوں کا اگر جائزہ لیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں مذہبی مثنویوں کا عام رواج رہا ہے

۱۵۲۷ء میں بہمنی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بیجاپور میں عادل شاہی، گولکنڈہ میں قطب شاہی، احمد نگر میں نظام شاہی، بیدر میں برید شاہی اور برار میں عماد شاہی سلطنتیں قائم ہو گئیں مغلوں کے مسلسل حملوں کے باعث آخری تین سلطنتیں زیادہ عمر نہ پا سکیں۔

۸۹۵ھم ۱۴۹۰ء میں یوسف عادل شاہ نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے عادل شاہی سلطنت قائم کی اور بیجاپور کو اپنا پایہ تخت بنایا اس حکومت کے سب ہی بادشاہ علم و ادب کی سرپرستی کرتے تھے اور وہ خود بھی شاعر ادیب اور فن کار تھے۔ عادل شاہی دور میں بہت سے علماء اور فضلاء مورخ اور شعراء عرب و ایران سے بیجاپور آئے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ - ۱۰۳۷ھم ۱۵۸۰ - ۱۶۲۷) کے دور حکومت میں دکنی زبان کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ بادشاہ کے دربار میں عالم و فاضل مصاحبین ہمیشہ موجود رہتے تھے ابراہیم خود بھی شاعری خطاطی اور خصوصاً فنِ موسیقی میں بڑا کمال رکھتا تھا اس کے عہد میں مثنوی نگاری کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ دکنی کے بیجاپور اسکول میں عبدل، امین مقیمی، صنعتی ملک خوشنود حسن شوقی رستمی اور نصرتی جیسے شعراء نے اپنے بے نظیر شعری و ادبی کارنامے چھوڑے ہیں۔ عبدل کا ابراہیم نامہ، امین کی بہرام و حسن بانو مقیمی کی چندر بدن و مہیار، صنعتی کی قصہ بے نظیر، ملک خوشنود کی جنت سنگھار حسن شوقی کی مثنوی فتح نامہ نظام شاہ، رستمی کا خاور نامہ اور نصرتی کی گلشن عشق علی نامہ اور تاریخ اسکندری عادل شاہی دور کی مشہور و معروف مثنویاں ہیں عبدل نے "ابراہیم نامہ" بادشاہ کی فرمائش پر منظوم کیا جس میں ابراہیم عادل شاہ کو ایک جامع صفات شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ مثنوی ایک لحاظ سے نیم تاریخی سوانح ہے جو اس دور کے تہذیبی سماجی اور ادبی موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی سے اس مثنوی کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شاعر کو اس مثنوی میں کئی باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری تھا سب سے پہلے تو بادشاہ کی خوشنودی، دوسرے بادشاہ خود اس مثنوی کا ہیرو ہے جس کی ذات و صفات کے

بیان میں زبان اور قلم کی جنبش بے مہار نہیں ہو سکتی۔ تیسرے اس دور کی تاریخ اور تہذیب طرز معاشرت، رقص و موسیقی فن تعمیر اور شاہی دربار اور مجلسی آداب لباس زر زیور سب کو اپنی گرفت میں لینا تھا اور پھر فن شعر میں بھی اپنا کمال دکھانا تھا۔ عبدل نے اس مثنوی میں "انمول رتن" سجا دیئے ہیں۔ اس مثنوی میں شاعر نے ہندی اسلوب کی جگہ فارسی کو دینے کی کوشش کی ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اسے جس شخصیت کا اظہار کرنا تھا اور جس دور کی تاریخ اور تہذیب پیش کرنا تھا اس کے لئے ہندی اسلوب سبک پڑتا تھا شاعر نے اس مثنوی میں جگہ جگہ قصیدہ آرائی بھی کی ہے جس کے لئے فارسی آہنگ اور اسلوب کا سہارا ضروری تھا۔

کمال خاں رستمی کا "خاور نامہ" چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ایک طویل مثنوی ہے یہ ایک فرضی داستان ہے جس میں ۲۲۲ ابواب آتے ہیں فارسی خاور نامہ ابن حسام نے (۸۷۵ھ م ۱۴۷۰) میں شاہنامہ فردوسی کے اتباع میں لکھا تھا اس کے تقریباً پونے دوسو سال بعد سنہ (۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء) میں رستمی نے فارسی خاور نامہ کو سامنے رکھ کر اس کا دکنی ترجمہ کیا ہے۔ یہ ادبی کام ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ہوا تھا رستمی نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں اس ترجمہ کو مکمل کیا جس کے صلہ میں ملکہ نے اسے انعام واکرام عطا کیا یہ ترجمہ آزاد نہیں ہے بلکہ پابند ہے۔ اس کا قصہ داستان امیر حمزہ سے ملتا جلتا ہے مگر اس مثنوی کا مرکزی کردار حضرت علیؑ ہیں۔

خاور نامہ داستانی انداز کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جس میں مذہبی رنگ کے ساتھ ساتھ مختلف کیفیات جذبات و احساسات ایقان اور اعتماد کی عکاسی کی گئی ہے۔ طویل مثنوی ہونے کے باوجود خاور نامہ (دکنی) کے زبان و بیان میں دلکشی اور دلفریبی ربط اور تسلسل ہے خاور نامہ دکنی ذخیرۂ الفاظ کا ایک خزانہ ہے۔

صنعتی محمد عادل شاہ کے دور (۱۰۳۷ھ - ۱۰۶۷ھ م ۱۶۲۸ - ۱۶۵۶ء) کا شاعر ہے "قصۂ بے نظیر" میں اس نے محمد عادل شاہ کی مدح کی ہے۔ خاور نامہ کی مقبولیت کی وجہ سے اس دور کے شاعروں میں مثنوی بڑی مقبول صنف سخن تھی صنعتی کو جب اس بات کا شدید احساس ہوا کہ اسے عمر یوں ہی گنوا دی اور کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دیا اور نہ ہی اپنی کوئی یادگار چھوڑی ہے تو اس نے مثنوی

لکھنے کی ٹھان لی۔ قصۂ بے نظیر (۱۰۵۵ھ م ۱۶۴۵ء) میں حضرت تمیم انصاری کے حالات و واقعات لکھے ہیں یہ عجیب و غریب بلکہ [illegible] فرضی واقعات ہیں۔
جو مثنوی کی داستانوی کی فضا کو تو سنوارتے ہیں لیکن حضرت تمیم انصاری کے سوانح سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ صنعتی کا کمال یہ ہے کہ اس نے بہت کچھ خیالی اور فرضی واقعات کو اپنے حُسن بیانٔ زورِ کلام اور اسلوب اور آہنگ سے صداقت کا رنگ دے دیا ہے۔

ملک خوشنود خدیجہ سلطان کے جہیز میں گولکنڈہ سے بیجاپور آیا تھا اپنی ذاتی قابلیت سے اس نے سلطان بیجاپور کا تقرب حاصل کیا اور گولکنڈہ میں بیجاپور کی سفارت بھی انجام دی۔ ساتھ ہی ساتھ ملک خوشنود اس دور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔ سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش پر اس نے امیر خسرو کی یوسف زلیخا اور ہشت بہشت کو دکنی میں منتقل کیا ہے جنت سنگھار امیر خسرو کی فارسی کی مثنوی ہشت بہشت کا دکنی میں آزاد ترجمہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء میں مکمل ہوئی۔
ملک خوشنود نے اپنے ایک شعر میں اس کا نام خود جنت سنگھار لکھ دیا ہے ؎

امو لک نے بدل جیوں زرنگار ہے ؛ جم اس کا ناؤں سو جنت سنگھار ہے

یہ مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا شعر بہ شعر ترجمہ ہے جو آگے چل کر [illegible] آزاد ترجمہ ہوتا جاتا ہے جنت سنگار ایک معرکتہ الآرا فارسی کارنامہ کا ترجمہ ہے مگر ملک خوشنود اس کے ساتھ انصاف نہ کر سکا شاید اس کی شاعرانہ طبیعت ترجمہ کی پابندی نہیں کر سکتی تھی اس لیے مثنوی کے آغاز میں لکھی حمد نعت اور منقبت میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے اس مثنوی کا اہم کردار شاہ بہرام ہے۔ شاہ بہرام گور کے بارے میں دکنی میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں۔ دوسری مثنوی "بہرام و حسن بانو" کے عنوان سے امین نے نظم کی ہے جسے امین کی وفات کے بعد (۱۰۵۰ھ م ۱۶۳۹ء) میں ایک دوسرے شاعر دولت نے مکمل کیا۔ امین نے مقیمی کی چندر بدن و مہیار سے متاثر ہو کر بہرام گور او رحسن بانو لکھنی شروع کی تھی ؎

یکا یک میرے دل پر آیا خیال ؛ قصہ یک لکھوں میں مقیمی مثال

یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جس میں رزم و بزم کی مختلف کیفیات قلمبند کی گئی ہیں۔ اسکا

قصہ دلچسپ اور رنگین ہے۔ اس مثنوی کی زبان فارسی اسلوب سے قریب تر ہے
فتح نامہ نظام شاہ حسن شوقی کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جو جنگ تالیکوٹ
کی فتح (۵۷۲ھ م ۱۵۶۴ع) کے موقع پر تصنیف ہوئی ہے اس مثنوی میں حسین نظام
شاہ کو ایک فاتح کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ "فتح نامہ" میں فن جنگ کے بارے میں
بہت سی معلومات اکٹھا کر دی گئی ہیں۔ یہ مثنوی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ جس میں اس زمانے
کے سیاسی تہذیبی اور معاشرتی حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ
سے شوقی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حسن شوقی کی دوسری مثنوی "میزبانی
نامہ" ہے جو سلطان محمد عادل شاہ کی شادی کے موقع پر لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں
اس دور کے سماجی اور تہذیبی نقش و نگار ابھرتے ہیں۔

اس مثنوی میں حسن شوقی نے زبان و بیان کا بڑا کمال دکھایا ہے۔ سنہ
۱۰۳۷ھ۔ ۱۰۵۰ھ کے درمیان مقیمی نے مثنوی چندر بدن و مہیار لکھی۔ اس کا قصہ
اس زمانے میں بہت مشہور تھا اس قصہ کے متعلق شاہ تجلی نے تزک محبوبیہ میں لکھا
ہے کہ بیسور کے راستہ میں انہوں نے ایک ایسی قبر دیکھی جس پر دو تعویذیں تھیں
دریافت کرنے پر لوگوں نے ایک ایسا قصہ سنایا جیسا کہ چندر بدن و مہیار کا ہے
قصہ کی ندرت نے مثنوی میں تجسس اور شوق کو آگے بڑھایا ہے قصہ
خالص عشقیہ ہے شاعر نے ساری توجہ قصہ پر صرف کی ہے اس کے باوجود
مثنوی میں جذبات، احساسات اور شاعرانہ تخیل کی فراوانی ہے۔

اس قصہ کی دکن میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے
کہ محمد باقر آگاہ کی مثنوی "عرفانِ عشق" سید محمد والہ کی مثنوی "طالب وموہنی"
کا قصہ بھی چندر بدن و مہیار سے ملتا جلتا ہے۔ میر کی مثنوی "دریائے عشق" اور
مصحفی کی "بحر المحبت" بھی کچھ اس سے ملتی جلتی مثنویاں ہیں۔ چندر بدن و مہیار میں
دو تہذیبوں کی آمیزش ہے اسی لحاظ سے فارسی اور ہندوی دو اسالیب کا امتزاج بھی
ملتا ہے۔

عادل شاہی دور کے آخری زمانے میں نصرتی جیسا ماہر رزم و بزم شاعر پیدا
ہوا جس نے ایک رزمیہ مثنوی گلشن عشق نظم کی اور ایک رزمیہ مثنوی علی نامہ لکھی جس کے

بعد ایک تاریخی مثنوی بعنوان تاریخ اسکندری منظوم کی
شیخ احمد گجراتی کے بیٹے محمد بن عاجز نے یوسف زلیخا (۱۰۴۴ھ م ۱۶۳۴ء)
اور لیلیٰ مجنوں (۱۰۴۶ھ م ۱۶۳۶ء) دو اہم مثنویاں لکھیں۔ یوسف زلیخا سلطان محمد عادل شاہ
کے ملاحظہ میں پیش کی گئی تھی۔ عاجز کی مثنوی یوسف زلیخا کی ترتیب وہی ہے جو شیخ
احمد گجراتی کی مثنوی کی ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی قطب شاہی عہد کی پہلی مثنوی ہے عاجز
کی مثنوی اس سے تقریباً نصف صدی بعد کی ہے اس لئے اس میں زبان اور
اسلوب کی صفائی زیادہ ہے۔

عاجز کی دونوں مثنویاں مختصر، رواں اور فارسی اسلوب سے قریب تر ہیں۔ ان
دونوں مثنویوں کے کردار عربی ہیں لیکن عاجز نے انہیں ہندوستانی تہذیب اور ماحول
میں پیش کیا ہے۔ عاجز اور مقیمی کی مثنوی کے طرز نے بیجاپور کی مثنویوں کو اسلوب
کے اعتبار سے قطب شاہی مثنویوں سے قریب کر دیا۔ دراصل یہ تبدیلی غواصی کی مثنوی
سیف الملوک و بدیع الجمال کے بعد ہی سے بیجاپور میں محسوس ہونے لگی ہے جبکہ غواصی
بہ حیثیت سفیر گولکنڈہ سے بیجاپور گیا تھا۔

شاہ امین الدین علی اعلیٰ برہان الدین جانم کے فرزند اور خلیفہ تھے آپ نے
سلوک و معرفت کے موضوعات میں نثر اور نظم میں کئی رسائل لکھے۔ حضرت شاہ امین الدین
اعلیٰ سے کئی مثنویاں منسوب ہیں۔ ان میں "رموز السالکین" "نظم وجودیہ" اور "نظم تریبہ"
شامل ہیں میراں ہاشمی بیجاپور کے آخری زمانے کا ایک مشہور شاعر ہے۔ یہ بڑا پرگو
شاعر تھا اس کی ایک مثنوی "یوسف زلیخا" مشہور ہے۔ اسی زمانہ کا ایک اور
شاعر ایاغی تھا جسنے زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی ہیں اس کی ایک مثنوی "نجات
نامہ" ہے۔ سکندر عادل شاہ کے دور انتشار میں جو عادل شاہی عہد کا آخری حکمراں
تھا دو اور مشہور شاعروں کے نام آتے ہیں ایک سیوا جس نے فارسی مثنوی
روضتہ الشہدا کو اردو میں نظم کیا اور دوسرا مومن جس نے "عشق نامہ" میں حضرت
سید محمد جونپوری کے حالات لکھے ہیں۔

قطب شاہی عہد حکومت ۹۲۴ھ م ۱۵۱۸ء سے شروع ہوتا ہے قطب شاہی
بادشاہوں نے دکنی زبان و ادب کی دل کھول کر خدمت کی۔ گولکنڈہ کے شاعروں

نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے خاص طور پر مثنویوں میں قطب شاہی شعراء
نے بڑے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یہ مثنویاں زیادہ تر مذہبی عشقیہ اور رزمیہ
ہی ہیں۔ اس دور کے آغاز میں محمود، ملا خیالی اور فیروز کے نام ملتے ہیں لیکن مثنوی
کے میدان میں ان کے کوئی کارنامے دستیاب نہیں ہیں فیروز کا "پرت نامہ" پروفیسر مسعود حسین
خاں نے ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے پرت نامہ میں فیروز نے حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی کی منقبت اور اپنے مرشد شیخ ابراہیم مخدوم کی مدح کی ہے۔ پروفیسر مسعود حسین
خاں کی رائے میں پرت نامہ کوئی اہم کارنامہ نہیں ہے۔ قطب شاہی عہد کی سب
سے پہلی مثنوی جو اب تک دریافت ہوئی ہے وہ احمد گجراتی کی "یوسف زلیخا" ہے
اس مثنوی کو پروفیسر سیدہ جعفر نے مرتب کر کے سنہ ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ شیخ
احمد گجراتی کی دوسری مثنوی لیلیٰ مجنوں ہے۔

شیخ احمد گجراتی محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ میں گجرات سے گولکنڈہ آیا تھا
اس کا ذکر تفصیل سے بعد میں آئے گا۔ لیلیٰ مجنوں اور یوسف زلیخا کے بعد محمد قلی قطب
شاہ کے عہد میں ہی بادشاہ کے انتقال سے دو سال قبل وجہی نے قطب مشتری لکھی
لکھی جو اپنے موضوع اور اسلوب کی وجہ سے دکنی کی اہم مثنوی سمجھی جاتی ہے
سنہ ۱۶۱۱ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب
شاہ تخت نشین ہوا۔ محمد قطب شاہ نے ہی محمد قلی قطب شاہ کے کلیات مرتب کیا۔ یہ
بڑا متقی بادشاہ گزرا ہے ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں محمد قطب شاہ کے فرزند عبداللہ
قطب شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ عبداللہ قطب شاہ بڑا علم دوست بادشاہ
تھا اور خود بھی شاعر تھا دکنی نثر کا پہلا لازوال نثری کارنامہ "سب رس" اسی کے
عہد میں وجہی نے انجام دیا۔ ایران کے بڑے بڑے علماء عبداللہ قطب شاہ کے
دربار سے وابستہ تھے۔ اور دکنی کے نامور شاعر وجہی غواصی ابن نشاطی
جنیدی طبعی حضرت شاہ راجو حسینی اسی دور میں فکر سخن اور نظم نگاری میں مصروف
تھے۔ غواصی نے اسی عہد میں تین مثنویاں سیف الملوک و بدیع الجمال مینا ستونتی اور
طوطی نامہ لکھیں۔ وجہی کی مثنوی قطب مشتری نے گولکنڈہ میں اپنا مقام بنا لیا تھا تو
غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال (منظومہ ۱۶۲۵ء) نے شعرائے بیجاپور

(دوسری)
سے بھی اپنالو ہا منوالیا یہ مثنوی قصہ الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ غواصی کی مثنوی
مینا ستونتی ہے جو ایک فارسی داستان کا ترجمہ ہے اس مثنوی کی خصوصیت یہ
ہے کہ اس کے کردار ہندو ہیں لیکن اپنے انداز فکر اور طرز معاشرت میں مسلمان ہیں
اس میں خصوصیت سے عورتوں کی زبان ان کے محاورے اور ان کے مختلف کردار ملتے
ہیں۔ غواصی کی تیسری مثنوی طوطی نامہ ضیاء الدین نخشبی کی تصنیف فارسی طوطی نامہ
سے ماخوذ ہے یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں ۱۶۳۹ء میں لکھی گئی۔
اس مثنوی کی زبان غواصی کی پچھلی دونوں مثنویوں سے زیادہ منجھی ہوئی ہے۔ اسی
زمانے میں ابن نشاطی نے اپنی مثنوی پھول بن منظوم کی جو بساتین الانس سے ماخوذ ہے
یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے اسی دور کے ایک اور شاعر احمد جنیدی نے ماہ پیکر (۱۶۵۳ء)
کے نام سے ایک مثنوی تصنیف کی یہ بھی ایک عشقیہ داستان ہے جس میں اسلامی ماحول
چھایا ہوا ہے۔ غواصی کی مینا ستونتی کو اپنے زمانے میں بڑی شہرت حاصل ہوگئی تھی
کئی شاعروں نے اس قصہ کو نظم کیا ہے مہدوی نے "مینا ولورک" کے نام سے ایک مثنوی
۱۶۹۹ء میں قلمبند کی اس مثنوی کی زبان غواصی کی زبان سے زیادہ نکھری ستھری ہے
قطب شاہی عہد کا آخری تاجدار ابوالحسن تانا شاہ ۱۶۷۲ء میں تخت نشین ہوا
اس دور کی دستیاب مثنویاں عبداللہ قطب شاہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد کی مثنویوں
کے مقابل بہت کمزور ہیں۔ اس دور کا اہم شاعر طبعی ہے اس نے مثنوی
"بہرام وگل اندام" ۱۶۷۰ء میں رقم کی یہ شاہ بہرام گور کو موضوع سخن بنانے
والی تیسری دکنی مثنوی ہے۔ پہلی مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا دکنی ترجمہ ملک خوشنود
کی جنت سنگھار اور دوسری امین کی "بہرام وحسن بانو" ہے۔ یہ دونوں مثنویاں
عادل شاہی دور کی یادگار ہیں طبعی نے نظامی کی ہفت پیکر کا سہارا لیا ہے۔
'بہرام و گل اندام' اس دور کی بہترین مثنوی کہی جا سکتی ہے جس کی فنی اور
ادبی سطح بہت بلند ہے
اس دور کے ایک شاعر محب نے "معجزہ فاطمہ" ایک مثنوی لکھی۔
محب کا ہمعصر ایک عالم شاعر شیخ داؤد ضعیفی بھی تھا اس نے زیادہ تر مذہبی
کتابیں لکھی ہیں اس کی مثنوی ہدایات الہندی ایک مذہبی مثنوی ہے جس میں قرآن

اور حدیث کی روشنی میں تصوف کے مسائل سمجھائے گئے ہیں قطب شاہی عہد کے آخری زمانے میں سیوک نے جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ایک طویل مثنوی لکھی۔ اسی کے آس پاس دو اور مذہبی مثنویاں لکھی گئیں ایک قادری کی طویل مثنوی قصص الانبیاء اور اولیا کی قصہ ابو شحمہ ہے۔ ابوالحسن تانا شاہ کے زمانے میں جو مثنویاں لکھی ہیں ان میں مذہبی مثنویاں زیادہ ہیں آخر میں ایک عشقیہ مثنوی فائز کی رضوان شاہ و روح افزا (۱۶۸۲ء) میں ملتی ہے جس کا قصہ قدیم عشقیہ داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔ یہ قطب شاہی عہد کی آخری مثنوی ہے اور دکنی اردو کو ریختہ سے ملانے والی پہلی مثنوی ہے۔ اس مثنوی سے قبل تمام مثنویوں کے عنوانات دکنی یا فارسی شعر میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن رضوان شاہ اور روح افزا میں فائز نے عنوانات اردو نثر میں دیے ہیں یہ اس کی جدت ہے۔ اس دور میں مذہبی مثنویوں کی کثرت سے اس ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ دور انتشار میں شاعر عام زندگی سے فرار چاہتا ہے اور اس میں مذہبی رجحانات بڑھ جاتے ہیں۔

دکن میں بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد جو پانچ ریاستیں قائم ہوئیں ان میں عادل شاہی اور قطب شاہی دو دکنی سلطنتوں کو لسانی اور ادبی اعتبار سے زبردست اہمیت حاصل ہے۔ ان حکومتوں کے بادشاہ ذی علم، صاحب ذوق فنون لطیفہ کے شیدائی، علم موسیقی کے ماہر اور علم و فن اور شعر و ادب کے سرپرست تھے۔ کئی شاعر ان کے دربار سے وابستہ تھے۔ بیجاپور اور گولکنڈہ میں ہر صنف سخن میں ان شاعروں نے طبع آزمائی کی۔ بیجاپور میں نسبتاً زیادہ مثنویاں لکھی گئیں۔ مگر بیجاپور کی مثنویوں کو سمت و راہ دکھانے والی مثنویاں گولکنڈہ میں لکھی گئیں۔ مثلاً غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال نے نقیمی کو چندر بدن و مہیار لکھنے پر اکسایا۔ مقیمی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے ؎

تتبع غواصی کا باندیا ہوں میں — سخن مختصر لیا کے ساندیا ہوں میں

مقیمی کی اس مثنوی نے بیجاپور کی مثنویوں کے اسلوب و آہنگ کو بہت متاثر کیا یہاں سے فارسی کا اثر بیجاپور کی مثنویوں میں نمایاں نظر آتا ہے اس سے پہلے بیجاپور کا ادب ہندی بلکہ سنسکرت الفاظ اور ہندو صنمیات سے قریب تھا اس کی ایک وجہ

لتی یہ تھی کہ بیجاپور کے شاعر شمالی ہند میں مروج فارسی لسان و ادب اور اس کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہتے تھے ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ تھے جو بہمنی عہد میں شمال سے آئے تھے مگر آفاقی کے بجائے دکنی کہلانا پسند کرتے تھے اس لئے بہمنی دور میں اور عادل شاہی دور میں وقتاً فوقتاً دکنی اردو سرکاری زبان رہی جس پر مقامی اثرات زیادہ رہے۔ دوسری وجہ یہ کہ عادل شاہی سلطنت کے بانی یوسف عادل شاہ نے بیجاپور کے ایک زمیندار مکند رائے کی لڑکی بوبوجی خاتون سے شادی کی تھی۔ اس طرح مشترکہ تہذیب اور زبان کو اس عہد میں اپنے آغاز ہی سے فروغ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے بارے میں تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ فارسی جانتا تھا مگر بولتا نہیں تھا اس کے برخلاف اسے ہندی زبان، ہندو دیومالا اور ہندوستانی موسیقی سے بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ اس نے ہندوستانی اور ایرانی موسیقی کے امتزاج سے کئی راگ راگنیاں ترتیب دیں۔ اسے سرسوتی سے بڑی عقیدت تھی۔ ایک دنیا اسے جگت گرو کہتی تھی۔ اس کے بیشتر گیتوں میں سرسوتی، اندر، شیو، پاربتی، گنیش، رام کشن اور لکشمن کا بار بار ذکر آتا ہے۔ دوسری عظیم دکنی سلطنت گولکنڈہ کے بادشاہ قراقوینلو قبیلہ کے ترکی النسل تھے۔ ان کے دربار میں ایران سے آئے ہوئے مشہور و ممتاز عالم فاضل مثلاً پیشوائے سلطنت میر محمد مومن استرآبادی اور وزیر اعظم علامہ ابن خاتون آملی۔ مرزا محمد سعید میر جملہ بھی تھے۔ ملا علی بن طیفور اور حسین آملی حکومت میں اہم عہدوں پر فائز تھے۔ یہاں کی تہذیب پر ایرانی اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں دبستان گولکنڈہ کے ادب اور خاص طور پر مثنویوں میں بیشتر الفاظ کے ساتھ عربی اور فارسی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں اسالیب، آہنگ اور عروض بھی فارسی ہی ہے جبکہ عادل شاہی دور کے اوائل میں ہندی اسلوب اور عروض کی طرف زیادہ رجحان ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گولکنڈہ کی مثنویاں آج بھی آسانی سے پڑھی جاتی اور سمجھ میں آتی ہیں۔

شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا نظامی گنجوی کی فارسی مثنوی یوسف زلیخا کا ترجمہ ہے۔ دکنی کی اکثر مثنویاں طبعزاد یا تاریخی اور قرآنی قصص پر مبنی ہیں

غواصی نے گولکنڈہ اسکول میں سب سے پہلے آزاد ترجموں کو رواج دیا اور فارسی عربی اور ہندی کے ادبی کارناموں سے مواد حاصل کیا۔ غواصی کی مثنوی مینا ستونتی کا پلاٹ داؤد کی اودھی نظم "چنداین" سے لیا گیا ہے۔ مثنوی "سیف الملوک و بدیع الجمال" تھوڑی سی کمی و بیشی کے ساتھ الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے۔ اس کی تیسری مثنوی "طوطی نامہ" نخشبی کے فارسی طوطی نامہ پر مبنی ہے۔ جس کی اصل سنسکرت کی سپتا شتکا ہے۔ عاجز کی لیلیٰ مجنوں کی اصل بھی کی فارسی مثنوی ہے ملک خوشنود کی جنت سنگار امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے۔ فارسی کی مشہور مثنویوں کی بنیاد پر ہی امین نے بہرام وحسن بانو اور طبعی نے بہرام و گل اندام لکھی۔ رستمی نے اپنی مثنوی "خاور نامہ" ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ابن حسام کے خاور نامہ کو سامنے رکھ کر نظم کیا۔ ہندی سے ماخوذ مثنویوں میں نصرتی کی مثنوی "گلشن عشق" کو اہم مقام حاصل ہے۔ دکنی مثنویوں میں رزمیہ اور بزمیہ دونوں مثنویاں شامل ہیں۔ رزمیہ مثنویاں زیادہ تر تاریخی ہیں۔ ان مثنویوں میں تہذیبی عناصر کی بھی عکاسی ملتی ہے مثلاً حسن شوقی کی فتح نامہ نظام شاہ، میزبانی نامہ اور نصرتی کا علی نامہ وغیرہ۔

عادل شاہی عہد کے ابتدائی دور کی مثنویاں مذہبی زیادہ ہیں۔ اور گولکنڈہ کے آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں مذہبی مثنویاں زیادہ ملتی ہیں۔ دکن میں عشقیہ مثنویوں کی روایت بہت مضبوط ہے یہاں کی شعری فضا پر جذبۂ عشق کی کارفرمائی زیادہ نظر آتی ہے۔

دکنی مثنویوں میں دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی عکاسی کی گئی ہے۔ بیجاپور کی مثنویوں میں خاور نامہ (رستمی) قصص الانبیا (قدرتی) جنت سنگھار (ملک خوشنود) گلشن عشق (نصرتی) علی نامہ (نصرتی) یوسف زلیخا (ہاشمی) اور دلبستان گولکنڈہ کی مثنویوں میں وجہی کی قطب مشتری، غواصی کی سیف الملوک و بدیع الجمال ابن نشاطی کی پھولبن، طبعی کی بہرام و گل اندام ایسی مثنویاں ہیں جن میں دکن کی تہذیب اور طرز معاشرت کے ایک ایک پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔

دکنی مثنویوں میں شاہانہ طمطراق کے ساتھ ساتھ عوامی زندگی کے دکھ سکھ

کی بھی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں کے فنونِ لطیفہ اور یہاں کا ادب اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ دکنی تہذیب ہمیشہ سے قومی یکجہتی اور انسان دوستی کی مظہر رہی ہے دکنی مثنویوں میں قدیم اساطیر اور ہندو دیومالا کا ایرانی روایات اور اسلامی عناصر کے ساتھ تال میل نظر آتا ہے مثال کے طور پر مینا ستونتی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

دبستان گولکنڈہ کے مقابلہ میں دبستان بیجاپور کی مثنویاں زیادہ طویل ہیں اور یہاں قصوں پر زور دیا گیا ہے۔ گولکنڈہ کی مثنویاں فنی اعتبار سے زیادہ سلجھی ہوئی اور صاف ہیں۔ یہاں جزئیات نگاری کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔

دکن کی مثنویوں میں حقیقت نگاری کا میلان ہے۔ قدرتی مناظر کی عکاسی جذبات نگاری، مشاہدات اور تجربات کے اظہار میں تصنع اور تکلف نہیں جس کی وجہ سے یہ مثنویاں گراں اور بوجھل نہیں معلوم ہوتیں۔ ان میں صفائی سادگی اور دلکشی آگئی ہے زبان اور الفاظ کے انتخاب اور استعمال میں بھی دکنی شعراء آزاد ہیں فارسی عربی الفاظ عام زندگی میں جس طرح بولتے ہیں اسی طرح نظم بھی کرتے ہیں۔ یعنی عربی فارسی الفاظ کے صحیح تلفظ اور املا کی بجائے عام بول چال کا صوتی نظام اور اسی کے مطابق آسان املا دکنی شاعری میں رائج تھا۔ اس میں کچھ شاعرانہ مجبوریوں اور ردیف قافیہ کی پابندیوں کا بھی دخل تھا۔ دکنی مثنویوں میں ہندوستانی عورت کا تصور کھل کر سامنے آتا ہے یہ عورت اردو کی عام مثنویوں کی طرح مجہول شرم وحیا کی پیکر اور حسن ومحبت کی دیوی ہی نہیں بلکہ موقع ومحل کی مناسبت سے بڑے بڑے مردانہ کام بھی کر جاتی ہے جیسے گلشنِ عشق میں رانی، بادشاہ کے غیاب میں حکومت کا سارا کاروبار سنبھالتی ہے۔ ماہ پیکر میں ماہ سیاہ لباس زیب تن کرکے پیکر کو دیکھنے کے لیے تن تنہا مردانہ وار نکل پڑتی ہے۔ مشتری کو مصوری سے دلچسپی ہے اور فنونِ لطیفہ میں خواتین کی دلچسپی اور مہارت کی کئی اور مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ شاعروں نے دکنی مثنویوں میں اخلاق اور

پند و نصیحت کی بھی گنجائش نکال لی ہے۔ خدا کا خوف، موت کا ڈر اور اس دنیا کے فانی ہونے کا احساس دلاتے ہیں تاکہ انسانیت اور اخلاق کے حدود سے تجاوز نہ ہونے پائے۔ ما فوق الفطرت کردار اور محیر العقول حالات بھی پیدا کرتے ہیں تاکہ قاری کی حیرت اور دلچسپی برقرار رہے۔ جو ان کے تخیل کی کارفرمائی کا نتیجہ ہے۔

دکنی مثنویوں کے ابواب اور ان کے عنوانات فارسی یا دکنی اشعار میں باندھے گئے ہیں فائزؔ نے غالباً سب سے پہلے "رضوان شاہ اور روح افزا" میں ابواب کی سرخیاں دکنی نثر میں لکھی ہیں۔

دکنی مثنویوں میں واقعات اور روایات کی تکرار ملتی ہے۔ جیسے ایک بادشاہ ہوتا ہے جسے دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ کمی ہے تو اولاد کی۔ نجومیوں رمالوں اور جوتشیوں کی پیشین گوئی کے مطابق اولاد ہوتی ہے اور اس کو بارہ سال یا چودہ سال میں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یا پھر شہزادہ کسی دوشیزہ کو خواب میں دیکھ کر اپنا فریفتہ ہوتا ہے کہ سدھ بدھ گنوا بیٹھتا ہے۔ دلربا کی تلاش میں نکلتا ہے تو اسے راستے میں دیوپری، طوفان سحر اور جادو کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے کسی بزرگ کی دعا یا دوا کی بدولت مصیبت سے نجات ملتی ہے یا پریوں کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دکنی مثنویاں عام طور پر طربیہ ہیں۔ دو ایک ایسی ہیں جن کا انجام المیہ ہے جیسے چندر بدن و مہیار۔ سنسنی خیزی اور ما فوق الفطرت عوامل قصہ کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ زندگی کی دشواریوں کے تمثیلی اظہار کا کام دیتے ہیں۔

ان مثنویوں کے بیچ بیچ میں دیگر اصناف سخن جیسے غزل قصیدہ، رباعی اور قطعات کا لطف بھی آتا ہے جس کی وجہ سے مثنوی میں یکسانیت کی اکتاہٹ پیدا نہیں ہونے پاتی۔ دکنی زبان کے لسانی مطالعہ کے لئے دکنی مثنویاں بڑی ممد و معاون ہیں۔ ان مثنویوں سے مشترکہ تہذیب کے اثرات، انسان دوستی، اعلیٰ اقدار

عام انسانوں بادشاہوں درویشوں وغیرہ کی وسیع النظری اور زندگی کے دیگر مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

اس انتخاب میں آٹھ دکنی مثنویوں سے ایسا انتخاب پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے دکنی مثنویوں کی خصوصیات کا صحیح اندازہ ہوسکے اور یہ انتخاب ان مثنویوں کے عمدہ حصوں پر مشتمل ہے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ : دکنی ادب کی پہلی مثنوی ہمیں بہمنی دور میں ملتی ہے۔ یہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے جسے فخر دین نظامی بیدری نے بہمنی خاندان کے نویں بادشاہ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی (۱۴۲۲ - ۱۴۳۵ء) کے عہدِ حکومت میں لکھا ہے جس کی طرف مثنوی میں خود شاعر نے اشارہ کیا ہے ؎

لقب شاہ علی آلِ بہمن ولی ۔ ولی بھی بہت بُدھ تد آگلی

اس مثنوی کا دنیا بھر میں صرف ایک ہی نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ خاص میں محفوظ تھا ہے اس کو ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کرکے ۱۹۷۳ء میں کراچی سے شائع کیا۔ یہ نسخہ ناقص الاوسط اور ناقص الآخر ہے مثنوی کا نام بھی قلمی نسخہ میں کہیں نہیں ملتا۔ اس مثنوی کے دو اہم کرداروں کے نام پر اسکو کدم راؤ پدم راؤ نام دیا گیا۔ یہی نام نصیر الدین ہاشمی نے بھی اپنی کتاب "دکن میں اردو" میں لکھا ہے۔

مثنوی کے آغاز میں حمد اور نعت کے بعد مدح سلطان علاء الدین بہمنی ہے اس کے بعد مثنوی شروع ہوتی ہے شعراء عموماً وجہ تالیف کتاب کے سلسلے میں بھی ایک باب قائم کرتے ہیں جس سے مصنف کے حالات اور مثنوی پر روشنی پڑتی ہے اس مثنوی میں چونکہ یہ حصہ نہیں اس لئے مصنف کے حالات اور وجہ تالیف کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے شاعر کے نام کا پتہ چلتا ہے عام طور پر ہر باب کے آخری شعر میں شاعر نے اپنا نام اور تخلص باندھا ہے مثلاً ؎

کہ جسے فخر دیں گیان ہے دیہہ سُد ۔ پدم ہکھ بانچے کلام کوں بدھ

اس مثنوی کے قصہ پر ہندوستانی اساطیر کی گہری چھاپ ہے۔ کدم راؤ بیدر انگر کا ایک راجہ ہے اور پدم راؤ اس کا وزیر ہے۔ کدم راؤ نے ایک دن ایک اتم ذات کی "ناگنی" کو دیکھا جو ایک کم ذات کے "کوڑیال" کے ساتھ ہے تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے کوڑیال کو مار دیا ناگنی کو بھی مارنا چاہتا تھا لیکن وار اوچھا پڑا ناگنی کی دم کٹ گئی اور وہ ایک جھاڑی میں چلی گئی۔ اس واقعہ سے کدم راؤ کا عورت ذات پر سے اعتبار اٹھ گیا وہ سوچنے لگا کہ عورت خواہ کتنی ہی اعلیٰ ذات کی کیوں نہ ہو قابل اعتبار نہیں۔ رانی اور وزیر پدم راؤ نے اسے بہت سمجھایا کہ دنیا میں سبھی یکساں نہیں ہوتے۔ لیکن کدم راؤ کا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا تھا۔ اس نے جوگی بننے کی ٹھان لی تھی۔ لوگوں نے ایک باکمال جوگی اگھورناتھ سے بادشاہ کو ملایا۔ بادشاہ اس سے مل کر اتنا خوش ہوا کہ ایک پل بھی اس کے بغیر رہنا اسے گوارا نہ تھا۔ جوگی نے راجہ کو دھنور بید اور امر بید سکھا دیئے جس کی مدد سے بادشاہ اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں اپنی روح داخل کر سکتا تھا۔ تجربہ کے طور پر جوگی ایک مرے ہوئے طوطے کے جسم میں اپنی روح داخل کر کے طوطا بن گیا اور پھر کچھ دیر بعد اپنے اصلی روپ میں آگیا کدم راؤ نے بھی آزمائش کی خاطر مرتے ہوئے طوطے میں اپنی روح داخل کی اور طوطا بن گیا۔ جوگی اگھورناتھ فوراً اپنا جسم چھوڑ کر کدم راؤ کے جسم میں داخل ہوگیا۔ ایک دن طوطا اڑتے اڑتے اپنے محل میں آیا اور اپنے وفادار وزیر پدم راؤ سے مل کر اپنا حال سنایا۔ پدم راؤ کو جب طوطے کی اصلیت کا پتہ چلا اس نے اگھورناتھ کو سوتے میں ڈس لیا وہ مرگیا۔ کدم راؤ منتر پڑھ کر پھر اپنے اصلی جسم میں آگیا اور مزے سے زندگی گزارنے لگا

دھنور بید اور امر بید دراصل کالا جادو ہے۔ نقل روح کا عمل اس کا ایک حصہ ہے۔ ایسے قصے پرانے زمانے کے مشرقی اور مغربی ادب میں کثرت سے ملتے ہیں۔ ہندو عقیدے کے مطابق کائنات کے تین طبقے (یعنی ترلوک) ہیں۔

سورگ لوک پرتھولوک اور پاتال ۔ گناہگار پاتال میں ڈال دیئے جاتے ہیں اسی ترلوک کا ذکر مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ملتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس مثنوی میں اسلامی روایات کی چھاپ بھی نظر آتی ہے اسلامی اساطیر اور ادبی روایات کے تحت شاعر صبر کو ایوب کے اور سخاوت کو حاتم کے حوالے سے واضح کرتا ہے ایک باب کے عنوان میں "توبۂ نصوح" کا اشارہ ملتا ہے اس مثنوی کی ساری فضا اساطیری ہے لیکن مثنوی کا ڈھانچہ فارسی مثنویوں کا ہے فارسی مثنویوں کی طرح حمد نعت اور نعت کے آخر میں منقبت خلفائے راشدین اور پھر مدح سلطان ہے اس مثنوی کے تمام عنوانات فارسی میں ہیں اور یہ مثنوی بحر متقارب مثمن محذوف (فعولن فعولن فعولن فعل) میں ہے۔

کدم راؤ پدم راؤ کی زبان نہایت قدیم ہے۔ اس میں شمالی ہند کی زبانوں مثلاً پنجابی راجستھانی کھڑی اور برج کے ساتھ علاقائی زبانوں میں سے مرہٹی اور گجراتی کے اثرات صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ اسکی لفظیات پر پراکرت اور سنسکرت عناصر کا غلبہ ہے اسکے باوجود عربی و فارسی الفاظ کی بھی کمی نہیں جیسے نیت، فراش، سقا، فرشتے، جرم، گہر، شرع، دنیا، سلام وغیرہ۔ اسی طرح فارسی تراکیب بھی بآسانی مل جاتے ہیں مثلاً نغز گفتار، کسریٰ و کئے، (اولوالامر)، سرکلاہ سرگشتہ راہ رو، نقش بار وغیرہ لیکن مجموعی طور پر دیکھا جائے سنسکرت تت سم اور تدبھو الفاظ کی تعداد زیادہ ہے ان کا استعمال کہیں بڑا ثقیل معلوم ہوتا ہے۔ اور کہیں ہندی الفاظ کے استعمال سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اسلوب میں سادگی سلاست آجاتی ہے۔ مثلاً

دنیا جھوٹ ہے جیو نا جھوٹ جان   نہ کر جیو گدلا نہ تیرا انکھ اس آن

گئی سنکھاس ناگن پران آپ لے   پرانی آپ لے کر گئی پوچھ دے

سبھی کھیل اس کے کرن ہار وہ   کرنہار جوگی نہ کرتار وہ

ایک ایسے زمانے میں جبکہ ابھی زبان مائع حالت میں تھی اور بہ حیثیت دکنی اس کی شناخت بھی نہ ہونے پائی تھی، نظامی نے ضرب الامثال محاورہ اور روزمرہ کا بھی خوب استعمال کیا ہے۔

جلتر گھاں چھاس کھینچے جو کوئے　　نہ سیدھی کدھیں کوتری پونچ ہوئے
سنیا ہے کہ کرتار جس دیہہ جس　　کتے ددار بنداایکا دے کھول دس
گھر ابھی بہت جھونٹ نہ بوتی جوڑ　　جنگل دھرت آکاس تارے نہ توڑ
جہاں سو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوئے　　تہاں ہوئے کل کل جہاں نار دوئے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مطالعہ سے اردو اور پنجابی کے قدیم رشتے پر روشنی پڑتی ہے۔ خود نظامی کے نام فخر دین سے پنجابیت ٹپکتی ہے۔ اس مثنوی میں پنجابی لہجے اور الفاظ کا استعمال نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ صرف ایک مصرع ملاحظہ ہو۔

مع ۔　سنوئے فخر دین تو بسر آنکھیا

صیغہ مستقبل کی پنجابی علامت "سی" بھی استعمال ہوا ہے مثلاً

مع ۔　نہ رہسی جو دیسے کچھو نقش ناؤ ۔

ماضی مطلق بنانے کے لیے مصدر کا "نا" گرا کر "یا" لگانے کا طریقہ پنجابی میں بھی رائج ہے۔ اور یہ طریقہ لجد کے دکنی ادب پاروں کی طرح قدیم اردو کی اس ابتدائی مثنوی میں بھی ملتا ہے۔

نہ سنیا الو لگ کر اس ور تمان　　سکھی آپنا جیو تو سب جہاں
نہ اس بھاؤ آکھو رکیتا بچار　　نہ بیرا رکھیا ٹھار اپنا نہ ٹھار

اس مثنوی میں زبان و بیان کے الٹتے بدلتے کئی روپ ملتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی زبان پختہ نہیں بلکہ خام ہے اور ایسی حالت میں لسانی مطالعہ سے کچھ نتائج تو نکالے جا سکتے ہیں لیکن ان پر قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ پھر بھی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ دکنی زبان ادب اور اسلوب و آہنگ کے مطالعہ میں　اولین اہمیت رکھتی ہے

یوسف زلیخا

اب تک کی دریافت کے مطابق قطب شاہی دور کی سب سے پہلی مثنوی شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا ہے یہ وہی شیخ احمد ہے جس کی ایک اور مثنوی لیلیٰ مجنوں کا تعارف سب سے پہلے حافظ محمود شیرانی نے اورینٹل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۲۵ میں کروایا ہے۔ اس مثنوی کے انہیں صرف (۴۹) اوراق ملے تھے۔ اس کا مکمل

نسخہ اب تک دستیاب نہ ہو سکا۔ یوسف زلیخا کا بھی ایک ہی نسخہ ہے جسے پروفیسر سیدہ جعفر نے ایک بسیط مقدمے کے ساتھ مرتب کر کے ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شیخ احمد گجراتی کے حالاتِ زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔

شیخ احمد نے اپنا نام مثنوی یوسف زلیخا میں کئی جگہ استعمال کیا ہے۔

بندا احمد سو کیا ان کو سرا دے　　بھو دھا توں خدا ان کو سرا دے

جو ہے احمد کمینہ ایک بندا　　سونا ہے پاپ بن اس ھور دھندا

نہ کر اگلی فضولی بس کر احمد　　نہیں اس روپ کے سنگار کو حد

ایک جگہ اس نے "شیخ احمد" بھی استعمال کیا ہے۔

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں رکھ　　سرن آیا سرا دن تج نا سک

ابن نشاطی نے پھولبن میں اپنے جن پیشرو اساتذۂ سخن کا ذکر کیا ہے اس میں مثنوی یوسف زلیخا کے شاعر کا نام بھی شامل ہے۔

نہیں اس وقت پر وہ شیخ احمد　　سخن کا دیکھنے باندھیا سو یں سد

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے نام کے آگے شیخ بھی استعمال ہوتا تھا۔ نصیر خاں بن شیخ کمال قریشی خاں مصنف مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کے حوالے سے پروفیسر سیدہ جعفر نے پورا نام "شیخ احمد فضل اللہ" بتلایا ہے۔ وہ لکھتی ہیں :

"راقمۃ الحروف کا خیال ہے کہ فضل اللہ احمد گجراتی کا خاندانی اور تاریخی نام ہے جس سے ۹۴۶ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ شاعر کے حالاتِ زندگی کو پیش نظر رکھیں تو یہ سنہ یعنی ۹۴۶ھ درست بھی معلوم ہوتا ہے اور اس حساب سے مثنوی" یوسف زلیخا" کی تصنیف (۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء) کے وقت شاعر کی عمر بیالیس (۴۲) تا سینتالیس (۴۷) سال قرار پاتی ہے"۔ (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۱۰)

جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "شیخ احمد گجراتی کا رہنا والا تھا جس کا ذکر اس نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں بھی کیا ہے" ؎

احمد دکھن کے خوباں ہوتیاں ہیں پُرملاحت
توں تو دکھن کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا

(تاریخ ادب اردو جلد اول صفحہ ۲۲۷)

اس مثنوی کے ایک باب "شاہ تعریف بحث خود کردند" میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے اسے خاص طور پر "نوازش نامہ نامی" لکھ کر بلوایا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں احمد گجراتیؔ کی شہرت گجرات سے گولکنڈہ تک پہنچ چکی تھی

کہ اس کا چاؤ شہ خاطر کوں لیایا   نوازش نامہ نامی بھیجایا

اس نوازش نامے میں "فتح دولت" "عزوحرمت" "امان ہور امن" "کرم" اور "عنایت" کے مضامین رقم تھے "سودہ نامے کوں سوا پنے چڑاکر" شاعر "شاہ کی خدمت کو دھایا"۔ اسی باب میں شاعر نے گجرات میں اپنی فارغ البالی کا ذکر کیا ہے اور اپنے علم وفضل اور کمال فن کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ احمد گجراتی کو اہل علم کی صحبت حاصل تھی شاعری سے قدرتی لگاؤ تھا صرف ونحو معنی و بینطق علم کلام الٰہیات وحکمت اصول فقہ عروض وقافیہ نجوم وطب سے اچھی واقفیت تھی۔ تلنگی اور سنسکرت کے علاوہ فارسی اور عربی میں کمال حاصل تھا۔ وہ شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتیؔ کا مرید تھا شیخ احمد نے دو مثنویوں کے علاوہ عید نامے، قصیدے، غزلیں اور رباعیاں بھی لکھی ہیں شیخ احمد کی تاریخ وفات کا پتہ نہیں چل سکا مگر ابراہیم زبیری مصنف روضۃ الاولیائے بیجاپور لکھتے ہیں کہ شیخ احمد گجراتیؔ کا مزار بیجاپور میں ہے۔

پروفیسر سیدہ جعفر کی تحقیق کے مطابق مثنوی یوسف زلیخا کا سن تصنیف ۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء کے درمیان ہے (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۶۱)

اس مثنوی میں تین ہزار سات سو نو (۳۷۰۹) اشعار موجود ہیں۔

مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتیؔ ایک پرگو اور قادر الکلام شاعر تھا وہ لکھتا ہے

جتنے اصناد ہوں گے شعر کیرے   کٹھن مشکل نہیں نزدیک میرے

خیال وخاص طرزاں خاص لیاؤں   غرائب ہور بدائع لیا دیکھاؤں

بچن موتی بڑے ہور ڈھال ڈھالو   جو اس میں دو جگت سمرد دکھاؤں

اگر تمثیل کے عالم میں آؤں   بھلا اس عالم لوا عالم دیکھاؤں

شاعر نے اس مثنوی میں جزئیات نگاری پر بہت توجہ صرف کی ہے جس سے اس کے وسیع معلومات کا در مشاہدات کا اندازہ ہوتا ہے اس کے بہترین نمونے زلیخا کی خانقاہ، عزیز مصر کے محل اور خانہ باغ کی تعمیر اور تزئین کے وقت نظر آتے ہیں۔ سراپا نگاری میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے محمد علی قطب شاہ کا سراپا بے مثال ہے "زلیخا کے سروپ اپروپ انگ سنگار" کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی ہے چند شعر ملاحظہ ہوں

بسیا لے ناگ سر کے بال کالے — گھنگر والے کنڈل آسان کھالے
پیشانی چاند آدھا لوز ادک ہوئے — جو دیسیں اس تلیں چندر نوے دوئے
اَدھر دو لال جوں مرجان جوتی — دیسیں بتیس ۳۲ اینکے ڈھال موتی
نیکے دو گال روشن آرسیاں دوئے — جو اُن کی چھاؤں پر چندر سورج ہوئے

احمد گجراتی نے قدرتی مناظر کی عکاسی سے زبان پر اپنی قدرت گہرے مشاہدے اور باریک بینی کا ثبوت دیا۔ محل اور باغات کی تعمیر، زلیخا اور یوسف کی سراپا نگاری اور مناظر قدرت کی عکاسی میں شاعر نے نادر تشبیہات و استعارات سے مدد لی ہے۔

دیسیں وہ جھاڑ مل کر ڈال میں ڈال — رہیں زنار جوں مل بانہہ کل گال
جو پھولے پھول سو رنگ روپ سنگات — کرے نرگس نظر بازی کا الزسات
قد اس کا عشق کے مندر تیں تھانب — پڑے نقشے کوں اچا کر رکھے تھانب

احمد گجراتی نے غم، خوشی، مایوسی، غصہ، حسد، ہجر و یاس و حسرت کے جذبات کی بہترین تصویریں کھینچی ہیں زلیخا کا برہ آگ میں جلنا اور حسرت سے ہاتھ ملنا قابل توجہ ہے

دیکھی پھر پھر جو اس کے پیرہن لے — کہ تھا وہ جیو پیارا آپ تن لے
نہ سر کنگی کری نا مانگ کا زری — نہ کہ جو نڈا کسی سو رنگ ناری
رہے وہ بال بکھرے سو پریشاں — کہ راہے آپ بہو تیک ہو پریشاں
انجھو جس نین کی کا لک لجا دیں — سو کیوں وہ نین سُرمے سوں سُہا دیں

سیدہ جعفر کے بقول احمد گجراتی نے اس مثنوی میں اپنے عہد کی تہذیبی ثقافتی معاشرتی

مظاہر کو محفوظ کر دیا ہے۔ زیورات، لباس، کپڑوں کے مختلف نام سنگار اور سامان آرائش نوکر چاکر اور خدمت گاروں کے ناموں کی ایک طویل فہرست پروفیسر سیدہ جعفر نے مقدمہ کے صفحہ (۷۷) پر دی ہے۔ پارچوں میں نین سکھ، ٹکٹ دیبا، تافتہ، ریشم اطلس ترریبہ، حریر زربفت اور مخمل، عطریات اور خوشبویات میں کدم اگر کستوری، مشک، چندن کافور پرمل اور لوبان سنگار میں مہندی، سرمہ کاجل، غازا، کنگھی اور شنگرف (سیندور) زیورات میں گوشوارے، سربند، تاج کمر بند، کنگن، ٹھکتا، لورتن آرسی پنجن بچھوے، لرزک، طرہ، انگوٹھیاں ــ اور خدمت گذاروں کے ناموں میں تسبیح خوان، حاجب، بھالدار، ساقی، سیوک، داسی، غلام داتی باورچی، شحنہ اور کتوال۔ ان تمام تہذیبی مظاہر کو اس نے مثنوی میں بڑی سادگی سے نظم کر دیا ہے جس سے عہد محمد قلی قطب شاہ کے معیار معاشرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شاعر نے مقامی عناصر کو بھی یوسف زلیخا میں استعمال کرکے عرب کی اس داستان کو مقامی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ ان میں پھل پھول چرند پرند اور درختوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

تقریباً تمام دکنی مثنویوں میں مذہبی رواداری اور یگانگت کے گہرے نقوش ملتے ہیں۔ عزیز مصر اور زلیخا کے جلوے کی رسم دکنی رسومات کی یاد دلاتی ہے۔

یوسف زلیخا میں شاعر نے دعوی کیا ہے کہ

تو اس بولاں کی ڈونگائی کی نسبت ۔۔۔ ہرے وہ تار سکلا گنہر لاگت

مثنوی میں حکیمانہ اخلاقی اور بصیرت افروز نکات بھی بڑی خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ ضرب الامثال اور کہاوتوں کا استعمال زیادہ کیا گیا ہے

حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے ۔۔۔ ولے مبوٹ کھٹے پن کی او پھل کھائے

تُرت کام اپنا کر لیونا خوب ۔۔۔ تُرت کا نِت اچھرست دیونا خوب

صبا کا کام بہتر سارتا آج ۔۔۔ نہ رکھنا آج کر نا سو صبا آج

جہاں پانی جو بیٹھے سیل دو چار ۔۔۔ اَدک ہوئے سہس گن پاپ تس بھار

کہ خدمت تھے بندے آزاد ہوتے ۔۔۔ عنایت تھے شہاں کے شاد ہوتے

مثنوی یوسف زلیخا لکھتے وقت شاعر کے سامنے فارسی یوسف زلیخا کے کئی نسخے تھے مگر شاعر خسرو یا نظامی کی کسی تصنیف کی تلاش میں تھا۔ ایک دوست نے اس کی یہ مشکل جامی کی یوسف زلیخا فراہم کر کے آسان کر دی۔ جامی نے یہ مثنوی نظامی گنجوی کی مثنوی "خسرو شیریں" کے جواب میں لکھی تھی۔ احمد گجراتی نے جامی کی مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔ اس تعلق سے وہ کہتا ہے۔

نا تابع ہوں جو جامی کا کدھیں ہیں — روایت بن کہیں تابع کہیں شیں
جسے کچھ اس کا شعر ہوے سو لیا لیا — زیادت شاعری کی فن دکھاؤں
معانی ہور عبارت کی تو فنن — اِدک لیاؤں جسے کچھ لیا یا اچھے اُن

چنانچہ مثنوی میں احمد گجراتی نے شعری محاسن کا برجستہ استعمال کیا ہے صنعت تضاد سے اس نے کثرت سے استفادہ کیا ہے۔

نہ جاگا اس نے اس بن کوئی جاگا — نہیں اس بارج لس دن کوئی جاگا
مراتبا عاشقی سب بوجھتی سو — کدھیں عاشق کدھیں معشوق تھی سو
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے — جگت میں دھن کھگٹ لیں کوئی نہ لوٹے

احمد گجراتی نے تکرار لفظی سے بھی کام لے کر مثنوی کا لطف دوبالا کر دیا ہے

کہن لاگیا لگے پھار آج یہ ڈول — نہ ہوئے اس ڈول کوں پانی تھے یہ تولا
خوشی تھے پھنگ پھلیا جوں پھول کھلیا — کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول سیلیا

احمد گجراتی اس مثنوی کے اسلوب کے بارے میں لکھتا ہے کہ

سو کیتا ابتدا ہندوی زباں سوں — بہو چھند چھند اُیم ہور چھنداں سوں
عرب الفاظ اس تھے میں کم لیاؤں — نہ عربی فارسی بھو تیک ہیلاؤں

مثنوی کا اسلوب ہندی سنسکرت اور مقامی زبانوں کے الفاظ سے بنا ہے کم ہی الفاظ عربی اور فارسی کے استعمال کئے ہیں یہ بھی وہ الفاظ ہیں جو عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے ہیں اور انہیں اسی طرح لکھا ہے جیسے کہ وہ بولے جاتے ہیں یہ بھی دکنی زبان کی ایک خصوصیت ہے عربی و فارسی الفاظ کو سنسکرت اور ہندی الفاظ کے ساتھ بول چال رسم الخط میں اس طرح گھلا ملا دیا ہے کہ ان کی طرف آسانی سے نظر نہیں جاتی جیسے

وہی اسحاق ابراہیم نندن / جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دن
گنت تھے نیک چھلیاں باہر اس کوں / پتا یوسف یکادمی پتر اس کوں
تیرے کارن بہ رسم خواستگاری / سو بھیجے ہیں پرت سوں رائے بھاری

قصۂ یوسف زلیخا ہر زمانے اور ہر زبان میں مقبول رہا ہے۔ کئی زبانوں میں اسکا ترجمہ ہوچکا ہے فارسی میں جامی، خسرو، نظامی، فردوسی جیسے مشہور شاعروں نے اسے نظم کیا ہے دکنی میں بھی کئی شاعروں نے اس قصہ کو مثنوی کا روپ دیا ہے مگر احمد گجراتی وہ شاعر ہے جسنے دکنی میں پہلی بار اس قصہ کو نظم کیا ہے۔ یہ دکنی کی پہلی مکمل عشقیہ مثنوی ہے جسے احمد گجراتی نے تمام شاعرانہ محاسن سے سجایا ہے۔

قطب مشتری : وجہی محمد قلی قطب شاہ کے عہد کا ایک بلند پایہ شاعر اور مایہ ناز نثر نگار تھا۔ اس کا خاندان ایران سے آکر یہاں بس گیا تھا۔ اپنے فارسی دیوان میں اس نے ایک جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کہتا ہے ع

طبع پاک من از خراسان است

وجہی کی تاریخ پیدائش کا ابھی تک صحیح علم نہ ہوسکا۔ وجہی کی پہلی تصنیف قطب مشتری ہے جو ۱۰۱۸ھ میں لکھی گئی۔ قطب مشتری کی فنی خوبیوں کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا شاعر کوئی جہاں دیدہ اور تجربہ کار شاعر تھا۔ اگر اس وقت وجہی کی عمر ۴۰ اور ۴۵ سال کے لگ بھگ فرض کرلی جائے تو ۹۷۳ھ اور ۹۷۸ھ (م ۱۵۶۲ء ۔ ۱۵۶۷ء) کے درمیانی زمانہ میں وجہی کی پیدائش قرار دی جاسکتی ہے یہ ابراہیم قطب شاہ ۹۵۷ھ ۔ ۹۸۸ھ (م ۱۵۵۰ء ۔ ۱۵۸۰ء) کا عہد حکومت تھا۔

بقول وجہی اس کے اجداد خراسان سے آئے تھے۔ لیکن قطب مشتری میں دکن سے جس محبت کا اس نے اظہار کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ وہ دکن ہی میں پیدا ہوا ہوگا۔ تب ہی تو وہ دکن سے وطن کی طرح محبت کرتا ہے ؎

دکن ملک کوں دھن عجب تاج ہے / کہ سب ملک سر ہور دکن تاج ہے
دکن سا نہیں ٹھار سنسار میں / پنچ فاضلاں کا ہے اس ٹھار میں

دکن ہے نگینہ انگوٹھی ہے جگ   انگوٹھی کوں حرمت نگینہ سوں لگ
دکن ملک بھو پیچ خاصا اہے   تلنگانہ اس کا خلاصہ اہے

وجہی کا نام اسد اللہ تھا ایک فارسی شعر میں اس نے اپنا نام اور تخلص اس طرح لکھا ہے۔

اسمم اسداللہ، وجہی است تخلص ۔ آرائش دکا نچہ بازار کارم است

اس نے اپنے تخلص کو کئی طرح لکھا ہے جیسے وجہی، وجیہی، وجہ، وجیہہ اور وجہا اسے عربی اور فارسی زبان اور کئی علوم پر دسترس حاصل تھی۔ ساتھ ہی اسے مقامی زبانوں مرہٹی تلنگی اور کنڑی میں بھی دسترس حاصل تھی۔ اس کے علم وفضل اور کمال سخن سے متاثر ہوکر محمد قلی قطب شاہ نے اسے ملک الشعراء بنایا تھا۔ وہ صرف شاعر ہی نہیں تھا بلکہ فن شعر سے بھی اچھی واقفیت رکھتا تھا۔ قطب مشتری کے آغاز میں اپنے معاصر شعراء کے مقابل اپنی بڑائی جتلائی ہے۔

جتے شاعراں شاعر ہو آئیگے   سو منج تے طرز شعر کا پائیں گے
یو سب کہتے یو سب شعر تیں   کر بولاں کدھر ھور سخن تیں کہیں

وجہی کو اپنی بڑائی کا بڑا احساس تھا۔ اپنے ہمعصروں میں سے کسی کو وہ اپنے برابر نہیں سمجھتا تھا۔ غواصی پر اس طرح چوٹ کرتا ہے۔

اگر غوطے لک برس غواص کھائے   تو یک گوہر اس دھات امولک نہ پائے
غواصاں کتے غوطے کھا کھا کر   موئے ہیں اس سمد میں آکے غر

محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں وجہی قطب شاہی دربار کا ملک الشعراء تھا ۱۶۱۱ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا تو وجہی کی شہرت کا چراغ گل ہوگیا اور وہ گوشۂ گمنامی میں چلا گیا۔ غواصی کو اس دور میں عروج حاصل ہوا اور وہ ملک الشعراء بنا دیا گیا تھا۔

۱۶۲۵ء میں جب عبداللہ قطب شاہ تخت نشیں ہوا تو پھر وجہی کے دن پھرے اور وہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا وجہی نے طویل عمر پائی اس کی تاریخ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔ عبدالجبار ملکاپوری لکھتے ہیں کہ وہ درگاہ برہنہ شاہ صاحب حیدرآباد میں دفن ہے۔

قطب مشتری وجہی نے محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر صرف بارہ ۱۲ دن میں لکھی تھی۔
وہ لکھتا ہے ؎

تمام اس کیا دس بارا دنے — سنہ یک ہزار ہور اٹھارا دنے

یہ وجہی کی طبعزاد مثنوی ہے۔ اس کے آغاز میں حمد، مناجات، نعت، ذکر معراج اور منقبت ہے۔ "در شرح شعر گوید" کے عنوان سے ایک باب ہے جس میں فن شعر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد "تعریف شعر خود گوید" اور پھر مدح محمد قلی قطب شاہ ہے۔ پھر مثنوی شروع ہوتی ہے۔ قطب مشتری کا قصہ قدیم قصوں سے ملتا جلتا ہے۔ ڈاکٹر زور کا خیال ہے کہ مثنوی قطب مشتری کا قصہ بھاگ متی اور محمد قلی قطب شاہ کے عشق کی داستان ہے لیکن مولوی عبدالحق اور ہارون خاں شیروانی اس خیال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بھاگ متی کا قصہ ایک خیالی داستان ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے بھی اپنے ایک مضمون "بھاگ متی اور اس کا لو دربانت مقرہ" مطبوعہ "آج کل" جولائی ۶۸۲ میں مستند حوالوں کی روشنی میں بھاگ متی کے وجود کو خیالی کردار قرار دیا ہے۔ اس کے چھ سال بعد کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مقدمہ میں بھی انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مثنوی محمد قلی کی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اور وجہی نے قطب مشتری میں ایک خالص تخیلی اور رومانی قصہ پیش کیا ہے جس کا محمد قلی کی حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں (صفحہ ۸۲)

مثنوی قطب مشتری کا قصہ ایک ضمنی قصہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اصل قصہ محمد قلی اور اور مشتری کے عشق کی داستان ہے ضمنی قصہ میں مشتری کی بہن زہرہ اور مریخ خاں کی داستان عشق ہے۔ مریخ خاں کو مصیبتوں سے نجات دلا کر محمد قلی اسے زہرہ سے ملا دیتا ہے۔ زہرہ کا قصہ دیر سے شروع ہوتا ہے اور اصل قصے کا ایک لازمی جزو ہو جاتا ہے اگر یہ قصہ شامل نہ کیا جاتا تو محمد قلی کے کردار کے بہت سے پہلو سامنے نہیں آنے پاتے۔ مثنوی کے تمام کردار و ں کے نام ستاروں کے نام پر ہیں جیسے قطب، مشتری، عطارد، زہرہ، مہتاب اور مریخ۔

مرکزی کردار قطب (محمد قلی قطب شاہ) کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے کردار اس کے اطراف گھوم رہے ہیں وجہی نے قطب کے کردار پر سب سے زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ ملا وجہی نے قطب کی پیدائش سے لے کر اس کی شادی تک کے حالات تلمبند کئے ہیں۔ عام

داستانوں کی طرح قطب بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی جاتی ہے علوم و فنون کے علاوہ فن سپہ گری خوش نویسی میں کمال حاصل کرتا ہے۔ ایک رات خواب میں مشتری کو دیکھ کر اس پر عاشق ہوجاتا اور اس کی تلاش میں نکلتا ہے راہ میں خطرناک اژدھے، خوفناک طوفان طلسمی جنگل کے بھوتوں سے لڑ کر اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ عام طور پر داستانوں اور مثنویوں میں شہزادوں کا کردار غیر فعال اور مجہول ہوتا ہے لیکن قطب کے کردار کو وجہی نے غیر معمولی طور پر فعال پیش کیا ہے وہ سحرالبیان کے بے نظیر کی طرح اپنے آپ کو حالات کے حوالے نہیں کر دیتا بلکہ اپنے لئے آپ راہیں بناتا جاتا ہے۔

مشتری اس مثنوی کی ہیروئن ہے جو بنگالہ کی شہزادی ہے وہ بڑی حسین و جمیل دوشیزہ ہے اسے شعر شاعری مصوری کا شوق ہے وہ عطارد کی مصوری اور نقاشی کو بہت پسند کرتی ہے اور محمد قلی کی تصویر پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ وجہی نے مشتری کو ایک ہنر پسند اور نیک سیرت عورت کے روپ میں پیش کیا ہے۔

آنچل اس مصلے ہے جبریل کا سہے تل سو سیجہ سرانیل کا

مشتری میں قربانی خلوص و ایثار کی نسوانی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں وہ شریف اور نیک نفس ہے اور اتنی ادب شناس کہ ایک ہندوستانی عورت کی طرح اپنے ساس سسر کے پاؤں چھوتی ہے۔ مشتری تقریباً نصف مثنوی کے بعد سامنے آتی ہے لیکن اپنے دلکش کردار کی وجہ سے قاری کو بہت متاثر کرتی ہے۔

عطارد قطب مشتری کا سب سے زیادہ پر اثر کردار ہے وہ جہاں گرد ہے علمی ادبی ذوق کا مالک ہے اس کی فہم و فراست مسلمہ ہے اس کا حافظہ غضب کا ہے وہ دنیا کی دوشیزاؤں کی تصویریں بھی اپنے پاس رکھتا ہے شہزادہ قطب کے ساتھ سفر پر جانے سے پہلے اسے سفر کی نزاکتوں اور مشقتوں کو سمجھاتا ہے جب شہزادہ نہیں مانتا تو اسے سوداگر کے بھیس میں سفر پر چلنے کے لئے راضی کرلیتا ہے یہاں وہ اپنے تجربات کا اظہار کرتا ہے اور اپنے تجربات کی روشنی میں قطب کو عشق و محبت کی نزاکتوں اور نشیب و فراز سے آگاہ کرتا ہے بڑوں کی عظمت اور فضیلت بیان کرتا ہے عطارد حالات کی نزاکت کو

خوب سمجھتا ہے شہزادہ کو کار آمد صحیح مشورے بھی دیتا ہے اسکی خوش بیانی اور فکر انگیزی سے قطب مشتری کی فضا دوسری مثنویوں سے مختلف ہو جاتی ہے وہ شہزادہ کی مہم میں سپہ سالار کا کام کرتا ہے ہمیشہ شہزادے کی نازک مزاجی اس کے وقار اور مقاصد کو پیش نظر رکھتا ہے عطارد شہزادے کا ایک اچھا رفیق اور اتالیق ثابت ہوتا ہے۔ عطارد کا کردار اسکی سوجھ بوجھ تیزی اور موقع شناسی تمام مثنوی پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے

ملا وجہی نے قطب مشتری میں ہر ممکن جذبۂ انسانی کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے عشق میں گرفتار بے حالی ہے شہزادہ کی موثر عکاسی کی ہے اسی طرح عطارد جب شہزادے کو مشتری کی تصویر دکھاتا ہے تو وہ بے اختیار ہو کر اس تصویر کو چومنے لگتا ہے اور کہتا ہے

میرے خواب میں آئی سو یو چ ہے ۔ مجے یوں ملید آئی سو یو چ ہے
اسی نار کوں دیک میں شید ہو گیا ۔ اسی نار کے عشق میں یو گھٹیا

بنگالہ کی مہم پہ جانے کیلئے شہزادے کے اٹل ارادے پر عطارد روکتا ہے شہزادہ اس نصیحت پر جھنجھلا جاتا ہے شدت جذبات سے عطارد کو ڈانٹتا ہے عطارد کے ساتھ ساتھ بڈھوں کو بھی آڑے ہاتھوں لیتا ہے کہتا ہے

تو سست ہور باتاں بی تیر یاں ہے سست ۔ درست میں تو کہتا ہے سو نادرست
نیت میں کیا ہوں ادھر جانے کا ۔ نہیں حاجت اب تیرے سکلانے کا
بڈھیاں کوں تو نچ عقل نا نام سے ۔ بڈھیاں کا چھنے ناؤ بدنام سے

مشتری کی تلاش میں نکلنے سے پہلے شہزادہ قطب ماں باپ کی دعائیں لینے جاتا ہے اس وقت ابراہیم قلی قطب شاہ بیٹے کی جدائی کے تصور سے پریشان ہے پھر بھی پند و نصیحت کرتا اور سمجھاتا ہے۔ جذبات کے اس نازک مرحلہ کو شاعر نے بڑی خوبی سے اپنی گرفت میں لیا ہے

توں سور ہے نکو دور آسمان تے ۔ توں ہیرا ہے نا بچھڑ کھان تے
توں شاہی کیرے بزم کا شمع ہے ۔ توں جم جیو تج تھے میرا جمع ہے

اس مثنوی میں جذبات نگاری کے مواقع زیادہ تر حسن و عشق کے درمیان پیش کئے گئے ہیں مشتری شہزادے کی تصویر دیکھ حیران ہو جاتی ہے اس کی حیرانی دیکھ کر مہرودان اسے سمجھاتی ہے کہ "عشق بازی دھن کچھ سہنا کام نہیں" لیکن مشتری کو مہرودان ڈانٹ کر کی

یہ نصیحت کڑوی لگتی ہے۔ شاعر شہزادے کی جدائی میں مشتری کی بے تابی اور اضطراب کا خود اس کی زبانی اظہار کرتا ہے۔

رتن تھے سو تن پر انگارے ہوئے کہ سکھ چاند انجھو سو تارے ہوئے
ہر یک رول میرے تن پہ جیوں ناگ ہے ستا تھا اول سو اُتال آگ ہے

وجہی نے جس قدر چابکدستی سے عشق و محبت کے جذبات کی ترجمانی کی ہے اسی مہارت سے نفرت، خوف اور غم و الم کی بھی عکاسی کی ہے۔ بنگال کی مہم میں شہزادے کو ایک اژدھے سے سابقہ پڑتا ہے۔ سارے ساتھی اسے دیکھ کر ڈر جاتے ہیں ایک بار شہزادے کو دیو سے لڑنا پڑتا ہے دیو کے غیض و غضب اور شہزادے کی بے خوفی کی واضح تصویر کھینچی ہے۔

جدائی کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ وجہی نے دو بچھڑے دلوں کی ملاقاتوں کے منظر میں بھی جذبات کا رنگ خوب بھرا ہے مشتری سے محمد قلی کی ملاقات، ماں باپ کا اپنے بیٹے سے دوبارہ ملنا اور ایسے وقت جذبات کا جو سمندر دلوں میں اٹھتا ہے اور جو اضطراری کیفیتیں سرزد ہوتی ہیں انہیں خوبی سے قلمبند کیا ہے۔

وجہی کی جذبات نگاری اعلیٰ درجہ کی ہے اسے انسانی نفسیات کا گہرا علم ہے اسکو زبان و بیان پر اتنا قابو ہے کہ وہ ہر کیفیت کو صفحۂ قرطاس پر لفظوں میں پیش کر سکتا ہے۔

مثنوی میں منظر نگاری کی بڑی اہمیت ہے۔ وجہی کے مناظر طویل ہیں لیکن پُر اثر ہیں پہلا منظر جو ہمیں ملتا ہے وہ شہزادے کا اپنے دوستوں کے ساتھ محفل طرب سجاتا ہے جس میں مطربوں اور ندیموں کی بدمستی اور بے خبری کی عکاسی کی گئی ہے۔

بسر گئے ندیماں طرز بات کا گنوائے خبر مطرباں ذات کا
جو عاقل اتھے وہ سو سب ہیچ ہوئے دو پیالے چڑا کو پچ کا پچ ہوئے
لگے مست ہو ٹھٹے مستی سنگات یکس کے سو یا دن اُپر ایک بات
سو لیوں کچ دو دیاراں ہوئے بے خبر کہ پانی پیتے تھے شراب ہے کر
یکسوں بلا ایک اڑ نالوں سوں گلے لگتے تھے مست ہو بھاؤں سوں

اس منظر کو پندرہ سولہ شعروں میں وجہی نے بڑی خوبی سے پیش کیا ہے اسکے بعد شہزادے

کے خواب کا متقاضی ہے اس میں تصنع ہے شائد اسی لئے کہ وہ خواب ہے۔ سپنے کی شہزادی کے فراق میں محمد قلی کے "آنسو ساں بھرنے" کا منظر بھی حقیقت سے قریب ہے اس منظر میں جذبات کی عکاسی ہے شاعر نے مناظر قدرت کے بھی مرقعے کھینچے ہیں کہیں صحرا کہیں سمندر کہیں اژدھا قطعہ گلستان کی تصویر کشی میں اس نے مقامی پھل پھول چرند اور پرند کے بیاں سے حقیقت کا رنگ بھردیا ہے۔ اس تصویر کے کچھ خطوط پیش ہیں۔

سو قطعہ گلستان کا وو نہ تھا — چمن بہشت کا بھیں پر اتریا اتھا
کہ پاتاں کے پردیاں کوں سب پھاڑ کر — پھلاں جھانکتے تھے سراں کاڑ کر
سو فارس بنگیں طوطی کیک ہنس — پکڑ پیٹ لڑنے لگے ہنس ہنس
بھنور چوندھوں میں گھمتے اتھے — سو پھولاں کرے سو کھ جیتے اتھے

مثنویوں میں سراپا نگاری کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ وجہی نے قطب مشتری میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے پیش کئے ہیں خاص طور پر مشتری کی جب قطب سے ملاقات ہوتی ہے تو اسکے حسن اور سج دھج کی تعریف میں کمال کر دکھایا ہے یہ حصہ بہت طویل ہے۔ صرف چند شعر نمونتاً پیش ہیں۔

قطب شہ سو دھن یوں وو زیبا اچھے — کہ یوسف سوں مل جیوں زلیخا اچھے
دسیں یوں ادھر ریچ دَسن جھمکنے — کہ گوہر سے مُنگے کے حقے بھنے
دسیں مانگ موتیاں کی بیچ سیر میں — کہ دستے ہیں تارے مگر تیر میں
دھڑی سوں دسیں یوں دسن بات میں — کہ بجلیاں پڑیں جا کے ظلمات میں

خود کلامی کردار کو سمجھنے اور جذبات کو پیش کرنے میں جہاں مددگار ثابت ہوتی ہے وہیں قصہ میں بھی جان ڈال دیتی ہے وجہی نے قطب مشتری میں قطب کی خود کلامی پیش کر کے قطب کی دور اندیشی اور زمانے کی دورنگی پر روشنی ڈالی ہے وہ اپنے آپ سے کہتا ہے

کہ دھرتا ہوں دل میں جکچ بات میں — کروں جا کے وو بات کس سات میں
نکوئی یار دلسوز محرم ہے منج — نکوئی ہم نفس ہور ہمدم ہے منج
اپس سوں اپچ آج محرم ہوں میں — اپس سوں اپچ آج ہمدم ہوں میں
جتے اس زمانے منے یار ہیں — دغا باز عیباں جیتن ہار ہیں

اُننکوں بتیاں بات بولیا نہ جائے | انو کے کنے دل کوں کھولیا نہ جائے
بتیاں تا انوکوں کہو کیوں سکگر | کہ دل میں بڑے خوباں ہیں موں اُپر
بوپاری ہیں کس دہات کا تھر اچھے | جو بوسیں شکر دل منے زہر اچھے

وجہی کی سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی کو ظاہری اور باطنی علوم میں یدطولیٰ حاصل تھا اس نے زمانے کے نشیب و فراز دیکھے تھے۔ قطب مشتری میں جگہ جگہ حکمت کے مضامین قلمبند کئے ہیں مثلاً لڑکوں کی سوچ اور فکر عشق کے بھید بھاؤ جوانی کی دیوانگی، علم و ہنر کی قدر و منزلت، جھوٹ کی پستی اور کم ذات کی بے وفائی اور خدا پر بھروسہ کرنے کے بارے میں پند و نصیحت کی ہے

عشق کیا ہے کرکے پچپانی ہے توں | گرڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
جوانی دیوانی اخل وند نہیں | جوانی بوبے بند اسے پند نہیں
کچے باج رنگ خوب پاناں میں نہیں | بڈھیاں میں کچھ ہے سو خاماں میں نہیں
ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار | تو دولت غلام ہو فدا ہوئے یار
بلندمرتبہ جھوٹ تے ہوئے پست | دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست

وجہی نے دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی خوب عکاسی کی ہے۔ چرندوں اور پرندوں پھل پھول کے بیشمار نام گنوائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

گدڑ، بیل، کتا، سگ گھوڑے، ترنگ شبرنگ، کاگ، ناگ شیر شرزا، سرخکال بھونر مرغ سیمرغ۔ طاوس مور، باز، بحری کلنگ طوطی کبک جوڑیاں بنفشہ گلاب، مشک انار، انجیر سیب

صفت میزبانی اور بخشش کردن ابراہیم قطب شاہ کے علاوہ، دیگر ابواب میں دکنی تہذیب اور شائستگی کے کثیر نمونے ملتے ہیں

حسن و جمال کی رنگینیاں تزئین و آرائش محفل عماروں کی تعمیر، کھانوں کی قسمیں لباس اور زیور جانوروں اور پرندوں کے نام موسموں کی منظر نگاری، شاہی آداب اور عوامی تہذیب میں روزمرہ کی جھلکیاں ملازموں کی زبان رسم و رواج، ادب قاعدے جیسے مان پان، بڑوں کے پاؤں چھونا، سلام کے طور طریق، جنسی آزادی، فنون لطیفہ سے

دلچسپیاں بہادری اور شجاعت اور فن سپہ گری کے نمونے خوب پیش کئے گئے ہیں۔ قطب مشتری میں دیومالائی اور اسلامی عناصر ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے نظر آتے ہیں تشبیہ اور استعارے زیادہ تر دیومالا سے لئے گئے ہیں جیسے راون' کرشن راکشس دیو وغیرہ عام مثنویوں کی طرح قطب مشتری میں بھی مافوق الفطرت عناصر کی کمی نہیں ہے اژدھا ایسا ہے جیسے کوئی بڑی چٹان' راکشس ہے تو ایسا جو کم از کم لو یا ہاتھیوں کا ناشتہ کرتا ہو۔

اس زمانے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں کرناٹک اور گجرات کا حسن معیاری اور مشہور تھا چین اور ماچین کے علاوہ ایرانی حسن بھی بہت پسندیدہ تھا۔ بنگال کا جادو بھرا حسن پوری مثنوی کی جان ہے۔ پاکبازی اور شرم و حیا عصمت و عفت عورت کے زیور سمجھے جاتے تھے۔

قطب مشتری میں وطن پرستی کا جذبہ اس مثنوی کی وقعت کو اور بڑھا دیتا ہے دکن کی تعریف میں وجہی نے جو شعر کہے ہیں ان کا ذکر آچکا ہے۔ ان اشعار سے نہ صرف وجہی کی دکن سے محبت کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس زمانے میں دکن کی تاریخی اور سماجی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

یو کیا ہے جو خاطر تیری آوتا — یو کیا ہے ملک جو تجھے بھاوتا
سو اس دھات کے شہر ہزاراں ہزار — تجے میں وہاں دلوں گا ہاں اے نار
دکھن ملک وہ کچھ عجب ٹھانو ہے — دکن میں سو ایسا ہر یک گانوں ہے

وجہی نے جاندار مکالموں اور زبان کے برموقع استعمال سے مثنوی کی ادبی حیثیت میں بھی اضافہ کیا۔ عورتوں کی زبان اور لب و لہجہ کی کاٹ دیکھئے۔

ترا سا برہ منج ستاتا اہے — سو تپتی کوں پھر پھر تپاتا اہے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب — کہ تا حق منجے آج دیتا عذاب
جو سپڑے برہ میرے داواں تلیں — رگڑ کر سوٹوں دے دے پاواں تلیں

قطب مشتری وجہی نے صرف بارہ دن میں مکمل کی ہے جس سے وجہی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے اس مختصر سے عرصہ میں بھی اس نے اس مثنوی کو زبان بیان

محاورے روزمرہ تراکیب اور نادر تشبیہ واستعاروں سے سجادیا ہے۔

تشبیہ اور استعارے کی چند مثالیں

کمل پھول طالب جو ہے سور کا	وہ محتاج نیں چاند کے نور کا
ہر یک خوب محبوب بُتِ فارسی	بدن جیوں جلتی اچھے آرسی
سو بکھوے میں یوں شہ دائی کی یوں اچھے	کیا موتی سیپنی بنے جیوں اچھے

تلمیح میں وجہی نے نہ صرف عربی فارسی ادبیات سے استفادہ کیا ہے بلکہ ہندوستانی ادبیات اور اساطیر سے بھی مدد لی ہے مثلاً

ہر یک گوپی شہ کی جیوں ماہ ہے	کہ اس دور میں کشن بادشاہ ہے
ہوا پرگٹ اس کا حسن یاں تلگ	کہ یوسف کی خوبی کوں بسریا ہے جگ
جہاں پانو دھرتا چلتا رہے	وہاں آب زمزم ابلتا رہے
انگوٹھی سلیماں کی تجھ ہات میں	کہ تاثیر عیسیٰ کی تجھ بات میں

وجہی کلام میں سلاست کا قائل ہے کہتا ہے ؎

سلاست نہیں جس کیرے بات میں	پڑیا جائے کیوں جز لے کر ہات میں

چنانچہ قطب مشتری میں سادگی اور سلاست کی وجہ سے کئی شعر اور مصرعے ضرب المثل بن گئے ہیں وجہی نے تکرار لفظی سے بعض جگہ بات کا لطف دوبالا کردیا ہے۔

وہی نقش تن تھا وہی نقش من	وہی نقش پانی وہی نقش اگن
ہوا رام میں، دل میں رام نیں	بو دل کیا کرے گا جنے نام نیں

رعایت لفظی اور الفاظ کے حسن انتخاب نے اس مثنوی کو چار چاند لگادیے ہیں۔

وجہی کی اس مثنوی میں جہاں ان گنت خوبیاں ہیں وہیں کچھ عیوب بھی نظر آتے ہیں۔ وجہی سب رس اور تاج الحقائق کا مصنف ہے جس سے اس کی عربی دانی کا پتہ چلتا ہے لیکن اس مثنوی میں اسنے عربی الفاظ کا تلفظ اسی طرح کیا ہے جس طرح عام دکنی زبان میں کیا جاتا ہے۔ اور ان کا املا بھی بول چال کے مطابق لکھا ہے مثلاً اخلِ خام، دفا نزیک، منا، واقعے معزز المستید، صفے، ملما، نخش، وخت زیاست۔ قافیہ کی بندش میں بھی واضح خلل ملتا ہے۔ کئی مثالوں میں سے تین پیش ہیں:

دکھیا شاہزادے کوں عابد اہیں   نوازش سوں پوچھیا وہ نا دل اہیں
اگر ہور رضا تو یو دل شاد اچھے   نہیں تو مرے دل یہ سوداغ اچھے
تماشا دیکھن آئے جو پھر سب   نخی ہو دھیا آج کوں شہر سب

وجہی کی یہ مثنوی مقبول وزن فعولن فعولن فعولن فعول میں لکھی گئی ہے دکنی کی اکثر مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی ہیں یا سنسکرت یا عربی سے۔ قطب مشتری کو بھی محققوں نے ایک طبعزاد مثنوی لکھا ہے لیکن پروفیسر سیدہ جعفر' پروفیسر دیو سنگھالی کے حوالے سے لکھتی ہیں۔

"مثنوی قطب مشتری کے قصے سے مشابہت رکھنے والا ایک قصہ سنسکرت شاعری میں بھی موجود ہے۔ یہ تقریباً ۱۰۰۰ء کی تخلیق ہے۔ جس کا نام "نواسہاہا ساناچرتر" ہے اس سنسکرت نظم میں پدما گپتا موسوم بہ پری مالا نے جو سری گنگا گپتا کا بیٹا تھا شہزادی سسی پربھا کی داستانِ عشق بیان کی ہے یہ کہانی مالوہ کے سدھو راجا نواسا ہانسنکا کا قصہ محبت سمجھی جاتی ہے۔

پروفیسر دیو سنگھالی لکھتے ہیں کہ اس قصے میں بہت سے تاریخی حوالے تبدیل شدہ صورت میں موجود ہیں" (کلیات محمد قلی قطب شاہ صفحہ ۲۶)

قطب مشتری اس منظوم قصے کے اٹھارہ سال بعد لکھی گئی اگر وجہی نے اس قصے سے استفادہ کیا ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے نقل کو اصل بنا دیا ہے قطب مشتری پر ذرا گمان نہیں ہوتا کہ یہ قصہ کہیں سے مستعار ہے۔

وجہی قطب شاہی عہد کا ایک نامور شاعر اور عظیم نثر نگار تھا اس کی سب رس دکنی انشاپردازی کا ایک انمول اور پہلا نمونہ ہے۔ سب رس' وجہی نے عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر ۱۰۴۵ھ م ۱۶۳۵ء میں تصنیف کی ہے۔ اس زمانے میں محمد یحییٰ بن سیبک فتاحی نیشاپوری کی تصنیف دستور عشاق کے خلاصے' حسن و دل' کو بڑی مقبولیت حاصل تھی وجہی نے "حسن و دل" کو سامنے رکھ کر سب رس تصنیف کی ہے اس قصے کے سارے کردار تمثیلی ہیں سب رس کے قصے کی دو تہیں ہیں ایک ظاہری جس میں ایک عشقیہ داستان پیش کی گئی ہے اور دوسری باطنی جس میں علم باطن کی تہیں کھلتی

جاتی ہیں اس طرح سب رس میں وجہی نے عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کو ساتھ ساتھ پیش کیا ہے اس کی زبان مسجع اور مقفیٰ ہے اس زمانے میں فارسی میں یہ طرزِ تحریر عام تھا وجہی نے ایک نو عمر زبان دکنی میں نثر کا یہ اسلوب پیش کرکے نہ صرف زبان و بیان پر اپنی قدرت ظاہر کی ہے بلکہ نوخیز دکنی زبان میں موجود بے پناہ لسانی اور ادبی صلاحیت اور زرخیزی کا اظہار بھی کیا ہے

سب رس کی زبان داستانوی اور رنگین ہے عبارت آرائی کے باوجود سلیس اور سادہ تحریر کے بھی نمونے ملتے ہیں۔ سب رس میں وجہی نے انشاء پردازی کے جوہر دکھائے ہیں قصہ بیان کرتے کرتے گریز کر جاتا ہے کبھی 'دل' کی حقیقت بیان کرتا ہے کبھی 'عشق' کے بھید کھولتا جاتا ہے تو صفحے کے صفحے بھر دیتا ہے۔ اس داستان میں اخلاقی معاشی اور معاشرتی مسائل اور انسان کے عیب اور حسن پر رائے زنی کی ہے۔ داستان کا ماخذ پرایا ہے لیکن اس کا ماحول اپنا ہے اپنے وطن کا ہے وجہی نے اپنے عصر کے تہذیبی عناصر کی اس میں بڑی اچھی عکاسی کی ہے سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی عربی اور فارسی ادبیات کے علاوہ مقامی اور ہندوستانی زبانوں کے ادب سے بھی واقفیت رکھتا تھا اس نے جگہ جگہ آیات اور احادیث عربی فارسی اور دکنی اشعار سے سنوارا ہے عربی مقولے بھی کثرت سے ملتے ہیں مثلاً داناياں میں یوں چلی ہے بات العقل نصف الکرامات، صبوری تے دنیا صبوری تے دین مصحف کی آیت ہے کہ

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

سب رس میں وجہی نے ہندی دوہرہ بھی درج کیا ہے۔

پنکھا ہو کر میں ڈولے ساتی تیرے چاؤ
مجھ جلتے جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

سب رس میں بہیں محاورے ضرب الامثال اور روزمرہ کے قیمتی نمونے ملتے ہیں جیسے شکر کی چھری، گھر گھالو خونا خون، اصل سے کچھ خطا نئیں کم ذات تے وفا نئیں ادھر بات ادھر کرا ہے اس کے علاوہ دکنی کے مخصوص ضرب الامثال بھی کثرت سے ملتے ہیں سب رس کے سارے کردار تمثیلی ہیں مثلاً نظر' دل' ناموس' عشق' ناز' غمزہ

عشوہ، ادا، رقیب، عقل، قامت حسن اور لٹ وغیرہ

سب رس اردو میں ادبی نثر کا پہلا نمونہ ہے اس سے پہلے جو نثری تصانیف ملتی ہیں وہ مذہبی نوعیت کی ہیں

وجہی کی ایک اور تصنیف کلمتہ الحقائق ہے۔ اس میں صوفیانہ خیالات پیش کئے گئے ہیں۔

سیف الملوک و بدیع الجمال : غواصی کی پہلی مثنوی ہے اس نے تین مثنویاں لکھیں۔ دو اور مثنویاں مینا ستونتی اور طوطی نامہ ہے مثنوی سیف الملوک غواصی نے محمد قطب شاہ کے آخر زمانے میں لکھی تھی اسکے انتقال کے بعد تھوڑے سے رد و بدل کے بعد اسے عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں پیش کیا غواصی گولکنڈہ کا ایک بڑا ہی باکمال شاعر تھا۔ اس کے حالاتِ زندگی کا خود اس کے کلام سے بھی کم ہی اندازہ ہوتا ہے سیف الملوک و بدیع الجمال کے مطالعہ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں ایک نومشق شاعر تھا۔ اس کی مشق سخن ابھی جاری تھی لیکن وجہی کے سامنے اس کا چراغ جل نہ سکا۔ محمد قطب شاہ کے زمانے میں شاعروں پر بڑی بڑی گزری۔ عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں شاعری کے چمن میں پھر سے بہار آ گئی۔ غواصی سپاہی تھا اور پہرہ پر مامور تھا۔ عبداللہ قطب شاہ نے اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر اس کی درخواست پر پہرہ سے ہٹا دیا اور دربار میں جگہ دی۔ غواصی نے اپنی شاعرانہ اور ماہرانہ صلاحیتوں سے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا۔ ملک الشعرار کا خطاب دے کر ملک خوشنود کے ساتھ ۱۶۳۵ء میں گولکنڈہ کا سفیر بنا کر بھیجا۔ وہاں غواصی کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اس کی مثنوی سیف الملوک نے بیجاپور کے شاعروں کو متاثر کیا۔

یہ مثنوی ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں مکمل ہوئی غواصی لکھتا ہے ؎

برس یک ہزار ہور پنج تیس میں　　کیا ختم یو نظم دن تیس میں

غواصی کی تینوں مثنویاں ترجمہ ہیں۔ یہ مثنوی الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ اس میں مصر کے شہزادہ سیف الملوک اور چین کی شہزادی بدیع الجمال کے حسن و عشق کی داستان

ہے۔ میر سعادت علی رضوی لکھتے ہیں کہ عہد اورنگ زیب میں مرزا بدیع اصفہانی نے شمشیر خاں کی فرمائش پر اس قصہ کو فارسی میں نظم کیا ہے۔ "گلدستہ عشق" نام رکھا تھا سیف الملوک کا ایک نثری ترجمہ نجم الدین احمد نجم نے دلی سے ۱۸۹۲ء میں شائع کیا غواصی کا ترجمہ آزاد ترجمہ ہے جسے شاعر نے اپنی قادرالکلامی سے طبعزاد بنا دیا ہے۔ اس مثنوی کا قصہ بھی عام داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔

شہر مصر کا ایک بادشاہ تھا ایک عرصہ بعد اسکے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام سیف الملوک رکھا گیا۔ جب شہزادہ بڑا ہوا تو بادشاہ عاصم نوزل نے شہزادہ کو ایک انگشتری ایک زرین کپڑا اور گھوڑا تحفہ دیا اس زرین کپڑے پر ایک خوبصورت دوشیزہ کی تصویر تھی جسے دیکھ کر شہزادہ عشق میں مبتلا ہو گیا وہ تصویر شہپال ابن شاہ رخ بادشاہ اجنہ کی بیٹی بدیع الجمال کی تصویر تھی جو گلستان ارم میں رہتی تھی شہزادہ اپنے دوست ساعد کے ساتھ گلستان ارم کی تلاش میں روانہ ہوا۔ راستہ میں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا طوفان سے لڑتے، زنگیوں سے مقابلہ کرتے اور راکشس کی قید سے نجات پاکر ایک جزیرہ میں پہنچا۔ جہاں کے مکوڑے ہاتھی کے برابر تھے ان سے بچنا چاہا تو شتر مرغ کا نشانہ بنا وہاں ایک اژدھے کے منہ سے بچ کر نکلا ایک دریا کے کنارے پہنچا وہاں اسے ایک انار ملا۔ بھوکا تھا کھالیا۔ وہ انار ایک دیو کا تھا شہزادہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی کی مدد سے ایک اور جزیرہ پر پہنچا۔ وہاں ایک شہزادی شہر بانو سے ملاقات ہوئی۔ جسے بدیع الجمال کا پتہ معلوم تھا۔ اس نے شہزادہ کی مدد کی۔ شہر بانو سے ان دونوں نے درخواست کی کہ وہ شہپال سے سفارش کرکے ان دونوں کی شادی کروادے وہ راضی ہو کر چلی گئی اس کے غیاب میں شہزادہ سیف الملوک ایک دیو کے پنجے میں گرفتار ہو گیا۔ جب شہپال کو معلوم ہوا تو اسنے فوج لے کر دریائے قلزم پر حملہ کر دیا۔ جہاں کا وہ دیو حکمراں تھا۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد بدیع الجمال اور سیف الملوک کی شادی ہو گئی۔ اور وہ مصر لوٹ آئے۔ غواصی نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ اسنے الف لیلیٰ سے استفادہ کیا ہے

کواڑاں کھلے سب میرے نام کے | کھلے پھول مقصود کے کام کے
مرا جیب بلبل ہو بولن لگیا | چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میرے طبع کا جھاڑ جم لیا دے بار   کھلے پھول تسکوں ہزاراں ہزار

غواصی نے اس مثنوی کے تجارم اور اسلوب میں وجہی کی قطب مشتری کی پیروی کی ہے منظر نگاری کے سیف الملوک میں زیادہ مواقع تھے اس لئے وہ وجہی سے آگے نکل گیا ہے سراپا اور جذبات نگاری میں بھی اس نے کمال دکھایا ہے۔ وجہی نے جذبات نگاری میں حقیقت کی عکاسی کی ہے غواصی نے مبالغہ سے کام لے کر اس میں رنگ بھر دیا ہے سراپا نگاری میں وجہی نے تفصیل سے کام لیا ہے جبکہ غواصی نے اختصار کو مدنظر رکھا ہے۔ غواصی نے جن راکشس اور دیو کی تصویریں اس انداز سے کھینچی ہیں کہ جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ جاتی ہے۔

ابنا قد لمبی ناک چوڑے بلا خ   دلیسے غار کے نا دلیداں فراخ
بڑے ڈانگرے سار کے کان دو   اجڑ کھرکرے گھوڑ جوراں دو
انگوٹھیاں بدل آپ نے ساز کے   خوش انگلیاں میں پہناڈلے ساز کے

غواصی کی مثنوی میں تخیل کی کارفرمائی نے بڑی جان ڈال دی ہے۔ دکنی اور اردو کی دیگر داستانوں کی طرح مافوق الفطرت عناصر اس مثنوی میں کچھ زیادہ ہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مکوڑوں کا ہاتھی کے برابر ہونا۔ بڑے بھوت اور ڈائن کی خطرناک حرکتیں

غواصی نے حیرت انگیز اور سنسنی خیز واقعات سے داستان کو دلچسپ بنا دیا ہے خاص طور پر شہزادہ کا طوفان سے مقابلہ کرنا دیو سے لڑنا اژدھا سے دوچار ہونا کشمکش اور سنسناہٹ سے دوچار کر دیتا ہے۔

غواصی نے اس مثنوی میں رزم اور بزم دونوں موقعوں کی اچھی عکاسی کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسکو رزمیہ اور بزمیہ شاعری میں مہارت اور کمال حاصل ہے نصرتی نے اپنے اس کمالِ فن کے اظہار کے لئے گلشن عشق اور علی نامہ سے کام لیا تھا۔ تو غواصی نے اس ایک مثنوی میں ہی اپنے یہ جوہر دکھا دیئے ہیں۔

غواصی کے یہاں باغ اور بیابان دونوں مناظر کی تصویریں ملتی ہیں باغ کا منظر پڑھتے وقت سحر البیان کے خانہ باغ کا منظر یاد آجاتا ہے۔ غواصی کے باغ میں کاغذ کے پھول نہیں کھلے۔ بلکہ حیدرآباد دکن جو اس زمانے میں "باغ نگر" تھا اس کی عکاسی ملتی ہے۔

اس باغ کے پھول پتے اور پھل اور ان میں چہکنے والے پرندے سب مقامی ہیں
سیف الملوک و بدیع الجمال میں دکنی تہذیب کی بھی اسی طرح تصویر کشی کی گئی ہے جس طرح دکنی کی دیگر مثنویوں میں کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ فارسی قصوں کو اردو مثنوی میں دکنی تہذیب سے ہم آہنگ کردیا گیا۔ دکنی کی مثنویاں اپنے عہد کی تہذیب اور معاشرت کی منظوم تاریخ ہیں۔
سیف الملوک میں شاعر نے نادر تشبیہوں اور اچھوتی ترکیبوں کا استعمال کرکے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ مہپال اور دریائے قلزم کے بادشاہ کی لڑائی کے منظر میں اس نے نئی اور اچھوتی تشبیہیں استعمال کی ہیں

جو دریا لہو ہو اُبلنے لگیا　　گگن اسپو کشتی ہو چلنے لگیا
سراں تیرتے لہو کے سمدور تے　　جو دستے اتھے بُڑبُڑے دور تے
دھڑاں سب نہنگ موج کے لوٹ مار　　تھے ڈُبتے نکلتے نہنگاں کے سار

غواصی نے گولکنڈہ کے دیگر شاعروں کی طرح فارسی اسلوب کو آگے بڑھایا ہے اسکی بحر بھی فعولن فعولن فعولن فعول (بحر متقارب) سے ملتا ہے جو فارسی مثنویوں کی مقبول بحر ہے ساتھ ہی دکنی زبان کی نمایاں خصوصیات بھی اس مثنوی میں بدرجہ اتم ملتی ہیں۔ مثلاً (ان) سے جمع بنانے کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جیسے جاں، تشبیہاں، جیاں دلاں، وزیراں، شرطاں وغیرہ۔
غواصی نے تذکیر و تانیث کا بھی زیادہ خیال نہیں کیا ایک ہی اسم کو مذکر بھی باندھا ہے اور کبھی مونث مثلاً

میرا حبیب بلبل ہو بولن لگیا　　چپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میری حبیب عجب کھرگ ہے آبدار　　سدا تیز پانی دہرے بے شمار

ایسا نہیں ہے کہ اسنے صرف فارسی اور عربی کے الفاظ سے اپنے اسلوب کو سنوارا ہے بلکہ سنسکرت کے بھی سہل اور عام فہم الفاظ کو سیف الملوک و بدیع الجمال میں جگہ دی ہے ہونے کے

طور پر یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ہلبیں، آنند، بسیس، اُتم، دیوابتی، سکھ، بھوگی، کارن وغیرہ — غواصی کی تینوں مثنویوں میں سیف الملوک کو زبان و بیان اور فن کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے۔

'مینا ستونتی' کو غواصی کی پہلی مثنوی سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس مثنوی میں شاعر کے لہجہ میں انکسار ہے اپنے آپ کو کم علم اور کم فہم سمجھتا ہے اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کرتا ہے

غواصی کمینے پو کرنا نظر   دعا حق سوں کرنا مرے حق ادپر

مینا ستونتی کا قصہ اودھی میں منظوم چنداین سے ماخوذ ہے جو بہت مقبول قصہ رہا ہے میاں سادھن نے اسے 'مینا ست' کے نام سے لکھا ہے بنگال میں دولت قاضی نے ستی مینا ولور چندرانی کے نام سے اور فارسی میں حمیدی نے 'عصمت نامہ' کے نام سے لکھا ہے غواصی نے اپنی مثنوی کو فارسی سے ماخوذ بتایا ہے لیکن یہ مثنوی بھی اپنے اندر ایک انفرادی شان اور ایپج رکھتی ہے۔

رسالہ اتھا فارسی یو اول   کیا نظم دکنی سیتے بے بدل

اس کا قصہ بہت دلچسپ ہے اس میں ہندوستانی عورت کی عظمت، وفاداری اور عفت مآبی کی عکاسی کی گئی ہے۔ قصہ کا ربط و تسلسل مثنوی کی شان ہے حالانکہ درمیان میں کچھ اور قصے آتے ہیں جنہیں دوتی سناتی ہے یا مینا لیکن یہ قصے مثنوی میں جذب ہو گئے ہیں انہیں علحدہ تو کیا جا سکتا ہے مگر مثنوی کی دلچسپی کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا ہے

اس مثنوی کے دو اہم کردار ہیں اور دونوں بھی عورت کے ہیں مینا عفت اور وفا کی نمائندہ ہے تو دوتی مکر، فریب اور حرص و ہوا کی صورت ہے مینا کی ثابت قدمی دوتی کے مکر کو چلنے نہیں دیتی۔ آخر خیر کی فتح ہوتی ہے اور شر کو سزا ملتی ہے۔ دوتی اور مینا کے جاندار مکالمے اس مثنوی کی جان ہیں۔

مثنوی تشبیہہ، استعارے، ضرب الامثال کہاوتیں روزمرہ اور محاورے کا خزانہ ہے۔ اس زمانے کی عورتوں کی زبان ان کے اندازِ فکر اور طرزِ زندگی کے مطالعہ میں مینا ستونتی سے بڑی مدد ملتی ہے اس قصہ میں سادگی اور واقعہ نگاری پر زور دیا گیا ہے۔

طوطی نامہ سیف الملوک کے چودہ سال بعد یعنی ۱۰۴۹ھ ۱۶۳۹ء میں لکھا گیا ہے

برس یک ہزار ہور چالیس پر لنے ہوئے تھے تو موتیاں پرو یا ہوں میں
اس کا قصہ ضیاء الدین نخشبی کے طوطی نامہ (فارسی) سے ماخوذ ہے۔

ہوئے حضرت نخشبی مج مدد دیا ہیں اسے تو رواج اس سنگ

ضیاء الدین نخشبی کا طوطی نامہ خود بھی سنسکرت تصنیف شک سپتا کا فارسی ترجمہ ہے جس میں طوطے کی کہی ہوئی ستر کہانیاں ہیں نخشبی نے باون کہانیاں لی ہیں اور غواصی نے پینتالیس کہانیاں رد و بدل کے ساتھ طوطی نامہ میں نظم کی ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد حیدر بخش حیدری نے گلکرسٹ کی فرمائش پر ۱۲۱۶ ھ میں طوطی نامہ طوطا کہانی کے نام سے اردو میں لکھا ہے۔

طوطی نامہ میں غواصی کی زبان سیف الملوک کے مقابلہ میں فارسی سے زیادہ متاثر ہوگئی ہے جدید فارسی الفاظ، محاورے اور نے کا استعمال بھی اس مثنوی میں ملتا ہے سیف الملوک میں غواصی نے جزئیات نگاری کے جوہر دکھائے تھے اس مثنوی میں اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ لفظوں کی تراش خراش بیان کی تیزی اور زبان کی سادگی غواصی کی اس مثنوی میں سابقہ دونوں مثنویوں سے کہیں زیادہ ہے۔ زبان و بیان کی پختگی کے اعتبار سے یہ مثنوی سب سے آگے ہے اس کا خود شاعر کو بھی احساس ہے کہتا ہے۔

کہیا اے سخن سنج صاحب تمیز بچن کے سوہے سر کا تاج عزیز
تری طبع پر صد ہزار مرحبا سچا تو ہے منظور اہل صفا

اس وقت تک غواصی کی شہرت دکن سے نکل کر شمال پہنچ چکی تھی چنانچہ میر حسن اپنے تذکرے میں غواصی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں
"غواصی تخلص، در وقت جہانگیر بادشاہ بود۔ طوطی نامہ نخشبی را نظم نمودہ است بہ زبان قدیم نصفے فارسی نصفے ہندی بطور یک کہانی سرسری دیدہ بودم شعر آں نظم یاد نیست"

ماہ پیکر: ماہ پیکر عبداللہ قطب شاہ کے دور حکومت کی ایک اہم مثنوی ہے اس کے

شاعر احمد جنیدی کے حالات زندگی نہیں ملتے۔ ایک عرصہ تک اسکے صحیح نام کا بھی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ حکیم شمس اللہ قادری نے "اردوئے قدیم" میں اس کا نام "شیخ احمد" بتلایا ہے (صفحہ ۷۰) اور نصیر الدین ہاشمی نے "ماہ پیکر" کے شاعر کا نام صرف "احمد" لکھا ہے (دکن میں اردو صفحہ ۱۲۴) اردو شہ پارے میں ڈاکٹر زور نے علی اکبر جنیدی کو ماہ پیکر کا شاعر بتایا ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے مارچ ۱۹۸۲ء میں ماہِ پیکر مرتب کرکے شائع کی ہے۔ اور داخلی شہادتوں سے ماہ پیکر کے مصنف کا نام احمد جنیدی ثابت کیا ہے۔ ان اشعار کے حوالے بھی دیئے ہیں جن میں شاعر نے اپنا نام بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ان اشعار کے علاوہ مثنوی کے آغاز میں حمد کے آخری شعر میں بھی شاعر نے اپنے نام کا اسطرح اظہار کیا ہے۔ ع

کہ احمد جنیدی پہ کر یوں کرم رکھوے نا لوں زباں پر محمد حرم

اسی طرح تقریباً ہر باب کے آخری شعر میں اس نے اپنے نام کا اظہار کیا ہے۔
مثنوی ماہ پیکر کے آخر میں شاعر نے "مناجات احمد جنیدی و خاتم کتاب" میں شجرہ بیعت دیا ہے، جس کی روشنی میں سیدہ جعفر نے احمد جنیدی کو مہدوی فرقہ کا پیرو قرار دیا ہے۔
مثنوی کے آخر میں احمد جنیدی نے اپنی مثنوی کے سنہ تصنیف اور مہینے کی نشاندہی کی ہے

بنی کی سو ہجر کا یو تھا قرار چہار سال تین بیس پر یک ہزار
کر تاریخ دسویں محرم اتفق ہوا ختم یو نظم جوں مسیتی

اس لحاظ سے مثنوی ماہ پیکر دسویں محرم ۱۰۶۴ھ کو مکمل ہوئی ہے۔
مثنوی ماہ پیکر مفعول بحر فعولن فعولن فعولن فعل میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جسے شاعر نے اپنے دوستوں کی فرمائش پر نظم کیا ہے۔
احمد جنیدی نے ایک عرصہ تک شاعری ترک کردی تھی اور پھر جب مثنوی لکھنے آمادہ ہوا۔ تو اسے یہ اندیشہ بھی لاحق ہوا کہ کہیں کوئی چوک نہ رہ جائے اسے اس بارے میں بھی یقین نہیں ہے کہ یہ کام "پختہ" ہے یا "خام" اس لئے اپنے قاری

سے درخواست کرتا ہے کہ

اگر چوک پاویں گے اس میں ذرا کرو راست تم خوب اسکوں پھرا
نکھر عیب اس کا سو مجھ پر دھرو اگر عیب اچھے گا عفو سب کرو
نہ جانے نحو پختہ کی یا خام ہے کرنا کام ہے یا بے کام ہے

اس مثنوی کا ہیرو 'پیکر' ہے اور ہیروئن کا نام 'ماہ' ہے اسی مناسبت سے جنیدی نے اس مثنوی کا نام "ماہ پیکر" رکھا ہے۔

رکھیا ماہ پیکر سو اس ایک نام الہی توں کر اس نظم کو تمام

دو ہزار سات سو بیتیں شعر کی اس مثنوی کا قصہ اکہرا ہے قصے سے پہلے مثنوی کی عام روایت کے مطابق حمد اور نعت بھی شامل ہیں نعت ہی کے سلسلے میں مناقب خلفائے راشدین بیان ہوئے ہیں پھر سبب تالیف اور دعا کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے حسن جنیدی محمود غزنوی کا وزیر ہے۔ بادشاہ اسے بہت عزیز رکھتا ہے اسے دنیا جہاں کی نعمتیں حاصل ہیں۔ مگر اولاد سے محروم ہے۔ بڑی دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکی عطا کی جس کا نام 'ماہ' رکھا۔ اسی ملک میں ایک بڑا دولت مند تاجر رہتا تھا جس کی کوئی اولاد نہیں تھی بڑی آرزوں اور تمناؤں کے بعد ایک لڑکا "پیکر" پیدا ہوا۔ ماہ اور پیکر ایک مکتب میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بڑے ہوئے تو انکے عشق کا چرچا ماں باپ تک پہنچا اور ماہ کا مکتب جانا موقوف ہوا۔ پیکر ایک مکرنی کلیلالہ سے جو مالن تھی ماہ تک اپنے دل کا حال پہنچانے میں مدد لیتا ہے۔ دونوں کلیلالہ کی مدد سے ایک باغ میں ملتے ہیں۔ جہاں وہ نماز اور قرآن شریف پڑھتے ہیں ایک رات محمود غزنوی کوتوال کے بھیس میں گشت پر نکلا تو دیکھا کہ پیکر باغ کے کنگرے پر کمند ڈال کر چڑھ رہا ہے۔ اسے فوراً گرفتار کر لیا اور مار پیٹ کے بعد اس کے باپ عبداللہ کے گھر لے گیا۔ عبداللہ نے سمجھا کہ اس کا بیٹا چوری کے الزام میں گرفتار ہوا ہے تو بہت شرمندہ ہوا اور ضمانت دینے سے انکار کر دیا کوتوال پیکر کو لے کر آگے بڑھا راستہ میں پیکر کے دوست ملک زادہ کا گھر ملا۔ پیکر نے ملک زادہ سے تمام حال کہہ سنایا۔ ملک زادہ نے ضمانت دے کر اسے چھڑا لیا۔ اور اس کو اپنے گھر لے گیا۔ پیکر نے تمام قصہ ملک زادہ سے کہہ سنایا کوتوال ملک زادے کے ملازموں

کے بھیس میں چھپ کر بیٹھا یہ سارا ماجرا سن رہا تھا پیکر نے کہا ماہ باغ میں اس کا انتظار کر رہی ہوگی تاکہ آج کے پندرہ پارے پڑھے جاسکیں اور دونوں مل کر قرآن شریف ختم کر سکیں ملک زادہ نے اجازت دی تو کوتوال بھی آنکھ بچا کر ساتھ ہو لیا تاکہ پیکر کی آزمائش کر سکے کوتوال ان دونوں کی محبت اور پارسائی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صبح سے قریب پیکر نے ماہ سے رخصت چاہی اور بتایا کہ اب اسے سولی پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ غش کھا کر گر پڑی۔ صبح جب شہر میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ ایک چور کو دار پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ سیاہ لباس پہن کر سپاہی کے بھیس میں اس جگہ پہنچی۔ کوتوال کے بھیس میں غزنوی نے چوری چوری ساری باتیں سن لی تھیں اسے معلوم تھا کہ سیاہ لباس میں کون ہے اس نے پیکر کو سولی پر چڑھانے کے بجائے دونوں کی شادی کر دی۔

مثنوی ماہ پیکر ادبی سماجی اور تہذیبی اہمیت کی حامل ہے اس مثنوی کا قصہ بھی عام مثنویوں کی طرح شروع ہوتا ہے لیکن شاعر نے قصہ کی تشکیل میں تذبذب اور تجسس کی فضا پیدا کر کے قصہ کو دلچسپ بنا دیا ہے ایک عشقیہ مثنوی ہونے کے باوجود اس کا ماحول مذہبی ہے منظر کشی جذبات نگاری اور جزئیات کی پیش کشی میں شاعر کو کمال حاصل ہے۔ پیکر کے فراق میں ماہ کی بے قراری کے اظہار کے لئے احمد جنیدی نے پورا ایک باب قائم کیا ہے۔ شاعر کی منظر نگاری کا کمال باغ کی آرائش زیب و زینت کے بیان میں نظر آتا ہے منظر نگاری ہو کہ جذبات نگاری شاعر نے جزئیات پر پوری توجہ کی ہے جس کی وجہ سے مثنوی طویل معلوم ہوتی ہے لیکن جزئیات کی تفصیل اور تہذیبی عناصر قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں احمد جنیدی نے بہت سارے پھل اور پھولوں کے ایسے نام گنوائے ہیں جن سے دکن کی بو باس آتی ہے جیسے سرو انار انجیر جامن آم انجروٹ نارنگی بادام بنفشہ پھولوں میں لالہ سوسن سمن چنبلی چنپا بٹ موگرا سیوتی دونا کنول سنبل نرگس جوئی (جوہی) وغیرہ۔ احمد جنیدی نے دکنی تہذیب کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی پر خاص توجہ صرف کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے شاعر کا مقصد اولین یہی تھا کہ وہ اپنے دور کے شادی بیاہ کے رسم و رواج زیورات لباس سجاوٹ و آرائش آؤ بھگت خاطر تواضع جشن اور رقص و موسیقی فرش و فرنیچر مختصر یہ کہ مکانوں اور محلوں کی سجاوٹ کو قلمبند کر لے ماہ اور پیکر

کے شادی کی رسومات کے آغاز سے لے کر بیزبانی تک تہذیب و معاشرت کے رنگارنگ مرقعے نظر آتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اپنی مرتبہ مثنوی کے مقدمہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رقمطراز ہیں

"احمد جنیدی کی مثنوی 'ماہ پیکر' عہد گزشتہ کے تہذیبی مظاہر کی ایک اہم دستاویز معلوم ہوتی ہے شاعر کے وسیع مطالعہ ہے اور اس کے ثقافتی شعور نے اس مثنوی میں ایک مٹی ہوئی تہذیب کے نقوش کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

اگر ہم قطب شاہی تمدن کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو اس عہد گزشتہ کے تمدنی عناصر اور ثقافتی میلانات کا پرتو ہمیں احمد جنیدی کی ماہ پیکر میں نظر آسکتا ہے" (ص ۵۲)

دکنی مثنویوں میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے ملتے ہیں ماہ پیکر میں اس کی کی کھٹکتی ہے ماہ کی خوب صورتی کی ہلکی سے تصویر کشی کی گئی ہے سراپے میں تشبیہات کے استعمال سے بہت کام لیا جاتا ہے گردن اور انگلیوں کی تعریف ملاحظہ ہو جس میں ایک اچھوتا انداز ہے

کہ گردن صراحی کے یا نور ہے — کہ صافی میں بلور یا حور ہے
کہ انگلیاں بیر ٹیاں پان کی ترپھلیاں — کہ یا ہے تو پھلیاں جو نازک پھلیاں

اسی طرح سیاہ لباس زیب تن کرنے اور سیہ گھوڑے پر ماہ کے سوار ہو کر جانے کی بھی تصویر کشی ہے زیادہ پُر اثر نہیں ہے۔

مثنوی کے آغاز میں جنیدی نے شاعری ترک کر دینے اور مشق سخن چھوڑ دینے کا اظہار کیا تھا لیکن مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مشق سخن ترک کرنے کے باوجود اسکو فن پر کمال حاصل تھا زبان کی صفائی اور بیان کی روانی بے مثال ہے تشبیہات سے زیادہ استعاروں سے کام لیا ہے جس سے معنی آفرینی اور اثر انگیزی بڑھ جاتی ہے چند مثالیں پیش ہیں۔

کہ نازک ہے اوبر بھنوئی مثال — کری کیوں اپن تن کوں مانی کا حال
نرم ہے ختیاں ردئی کے مانند وجود — پڑی کیوں نے پیاری اپس کھول سود
دو امیں شمع ہو کر نس دن جلوں — ہوا میں اگن نیہ میں ساری گلوں
بھتر کا وے تجھے سو چپناں میں یوں — نزاکت میں محبوب زلفاں کے جیوں

تشبیہات اور استعارات میں جہاں اسلامی عوامل سے کام لیا ہے وہیں ہندوستانی عناصر سے مدد لے کر ہندستانی تہذیب کا خوبصورت امتزاج پیش کیا ہے۔

کہ یا زلف ناگن کو نڈل گھال کر ۔۔۔ کہ بیٹھے ہے جوں جھاڑ گل لالہ پر

کہ پتلیاں کی ہے راوت اس کے سیاں ۔۔۔ کہ سو کھے کناری لے بیٹھے ہے واں

کہ یا ماہ موسیٰ عصا ناگ تیوں ۔۔۔ پٹیاں پھن پسار کر کر یاں چھایاں جول

احمد جنیدی نے محاوروں ضرب الامثال اور روزمرہ کا بھی بھرپور استعمال کیا ہے جس سے روانیٔ بیاں میں تیزی آگئی ہے۔

مان دینا۔ غم کھانا آس پکڑنا۔ افسوں سٹنا۔ تشریف دینا۔ صبوری پکڑنا باٹ دیکھنا۔ عقل کھونا۔ سینا کوٹ لینا، جیو نثار کرنا۔ ھنڈی لینا۔ کلیجہ کاڑنا چرن دھرنا۔ ضامن لینا، ڈھو ساز نا

جیسا کہ پہلے بھی ذکر آیا ہے اس مثنوی کی فضا پر اسلامی رنگ چھایا ہوا ہے غالباً یہ پہلی عشقیہ مثنوی ہے جس میں تقدس اور تقویٰ کی فضا ملتی ہے۔ حالانکہ اس کا قصہ مذہبی نہیں بلکہ ایک طبع زاد قصہ ہے۔ دوسرے عشقیہ قصوں میں ہوا و ہوس کا عنصر بھی ہوتا ہے لیکن مذہبی فضا کو برقرار رکھنے کے لئے شاعر نے موقع موقع سے احادیث آیات اور تلمیحات سے استفادہ کیا ہے ماہ اور پیکر فراق کے بعد ملتے ہیں تو فراق کی گھڑیوں کا اس طرح ذکر کرتا ہے

تیرے مون کی قبلہ سوں منجہ کام تھا ۔۔۔ ترا یاد منجکو لدسوں احرام تھا

ورد ہور اوراد تسبیح مدام ۔۔۔ تیری ناؤں کی سمر اتھی صبح و شام

شاعر نے آیات و احادیث کا جس طرح برمحل استعمال کیا ہے اس سے شاعر کے علمی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ ہوں دو شعر

قراں میں سو آیت ہوا اس کوں حل ۔۔۔ اطیعوا اللہ آیت سو آئی نکل

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ۔۔۔ و اولی الامر منکم، بعد رسول

توں ہو مہرباں منجہ او پر اے سو جیا ں ۔۔۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان

خدا کی سو فرقان میں آسیا ۔۔۔ البشارتی کی آیات دکھلائیا

یہ مثنوی لسانی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اس میں سنسکرت تت سم اور تدبھو الفاظ کا استعمال ملتا ہے برج پنجابی اور مرہٹی کے اثرات بھی دیگر دکنی مثنویوں کی طرح اس مثنوی میں بھی ملتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اس مثنوی کے مقدمے میں اس کا صوتی تجزیہ بھی کیا ہے

دکنی بلکہ اردو کی اکثر مثنویوں میں مافوق الفطرت عناصر سے دلچسپی اور حیرت کی فضا قائم کی جاتی ہے۔ ماہ پیکر میں نہ تو جن ملتے ہیں نہ پریاں نہ دیو نہ سحر نہ جادو اور نہ ہی ہیرو کی غیر معمولی طاقت اور غیر معقول حرکتیں اس کے باوجود مثنوی کی دلکشی میں فرق نہیں آنے پاتا یہ مثنوی اس اعتبار سے ایک خاصے کی چیز ہے

بقول سیدہ جعفر " احمد جنیدی کے اس شعری کارنامے کی ادبی لسانی تاریخی اور تہذیبی اور ثقافتی اہمیت مسلمہ ہے "

پھولبن: شیخ محمد مظہر الدین شیخ فخر الدین ابن نشاطی دراصل ایک اچھا انشا پرداز تھا۔ پھولبن میں شاعر نے خود اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس نے شاعری میں بھی جان بوجھ کر اپنا کمال دکھایا ہے۔

اہے انشا پو میرا میل دایم　　طبیعت کوں مری ہے حظ ملایم
سمجھ پر کس کوں میرا طبع ہونا　　لگر میں ایک دکھایا ہوں نمونہ

پھولبن فارسی کی ایک حکایت بساتین الانس کا ترجمہ ہے۔

بچپن کے باغ کی لے باغبانی　　بساتین کی کئی سو ترجمانی

یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی گئی۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ م ۱۶۵۵ء ہے۔ اس میں بھی روح کی تبدیلی کی مثالیں ملتی ہیں اس میں ایک قصہ ختن کے سوداگر کے بیٹے کا بیان کیا گیا ہے جسے ایک زاہد کی بیٹی سے محبت ہو جاتی ہے زاہد کو یہ بات بہت ناگوار گزرتی ہے وہ رنجیدہ ہوکر بددعا دیتا ہے کہ دونوں کی صورت بدل جائے دعا قبول ہوئی تو عاشق بلبل اور محبوبہ گل بن جاتی ہے آخر میں کشمیر کے بادشاہ کو اس بات کا علم ہوتا ہے تو وہ اسم اعظم کی انگوٹھی کی مدد سے انہیں اصلی حالت پر لے آتا ہے۔

گل و بلبل کو شہ انگے منگا یا — دونوں پر سول انگوٹھی کوں پھرایا
خدا کے فیض سوں جیوں تھے اول اد — ہوے پھر آدمیا نگی شکل سوں اد

پھولبن کی ایک اور حکایت میں بھی تبدیلیٔ جسم کا ذکر ملتا ہے ایک بادشاہ کو جوگیوں سے بہت عقیدت تھی ایک جوگی نے اسے نقلِ روح کیلئے ایک منتر سکھا دیا۔ جس کے زور سے بادشاہ ہرن کا روپ دھار لیتا ہے وزیر نے بھی بادشاہ سے یہ منتر سیکھ لیا تھا اس نے موقع پاکر منتر پڑھا اور بادشاہ کے روح سے خالی جسم میں داخل ہوکر بادشاہ بن گیا۔ ادھر ہرن طوطی بن جاتا ہے اور اڑتے اڑتے محل میں آکر رانی کو بتلاتا ہے کہ وہی اصلی بادشاہ ہے۔ وزیر جو بادشاہ کے روپ میں راج کر رہا تھا اسے ملکہ نے اکسایا کہ وہ اپنے ہنر کا اظہار کرے اور اس قمری کا روپ اختیار کرلے جیسے ملکہ نے پیش کیا ہے وزیر نے دیکھا نہ تاؤ جھٹ قمری کے روپ میں آگیا اور ادھر طوطا جو در اصل بادشاہ تھا اپنے جسم میں داخل ہوگیا۔
جسم بدلنے کے قصے دکنی مثنویوں میں دو چار جگہ اور آئے ہیں اس کا سلسلہ کدم راؤ پدم راؤ سے شروع ہوتا ہے نواصی کے طوطی نامے میں بھی روح کی منتقلی کا ذکر آتا ہے
پھولبن میں قصہ در قصہ مثنوی آگے بڑھتی جاتی ہے اس میں تین قصے اصلی ہیں اور باقی ذیلی کہانیاں ہیں یہ زیادہ طویل مثنوی نہیں ۱۷۴۴ اشعار پر مشتمل ہے اس کی بحر مفاعیلن مفاعیلن فعولن ہے (بحر ہزج مسدس محذوف الآخر) یہ ایک اچھی مثنوی ہے جو درباری سرپرستی سے دور رہ کر لکھی گئی ہے۔ اس کا اسلوب نہایت رواں دواں ہے اور بحر پر ترنم۔ شاعر نے چونکہ اپنے کمالِ فن کے اظہار کے لئے مثنوی لکھی تھی اس لئے اس مثنوی میں تمام ادبی خوبیوں کو بھی سمونے کی کوشش کی ہے۔ اس مثنوی میں جہاں مناظر قدرت کا ذکر ہے وہاں اس نے بالالتزام ان کی جاندار تصویر کشی کی ہے۔
باغ کے منظر سے چند شعر پڑھیں تو اس کا اندازہ ہو سکتا ہے

اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار — بندے پھل ڈالی کے مرغاں ہنڈولے
کلیاں لالے کی سرے کیاں نشانیاں — دسے یاقوت کی ہو سر مہ دانیاں

کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دھاپ کر جوں چھپ کو کوئی کرتے رہے بات

اسی طرح جنگل چاندنی رات اور طلوع آفتاب وغیرہ کے مناظر بھی پیش کیے ہیں۔ خوشی اور غم حیرت اور حسرت کی بھی قلمی تصویریں کھینچ دی ہیں جس سے شاعر کی باریک بینی گہرے مشاہدے اور قدرت اظہار کا اندازہ ہوتا ہے۔ بلبل کی بیقراری کا حال دیکھیے:

اگر اچھتا تو بارے کا برا تن   میں اڑ کر یاں تے لے جاتا کر ہرفن
کہاں وہ پاؤں جو میں اس تلک جاؤں   وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں

زاہد کی بیٹی کے حسن اور سراپے کو سوداگر کے بیٹے کی زبانی بیان کیا ہے سراپا ہے داستانوں کا ایک لازمی سا جز ہے اس سے اس عہد کے معیار حسن کا اندازہ بھی ہو سکتا

چتر، چنچل، سرگ، کمل، سہانی   نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی
کہوں کیسوں میں اک کوں اسکے سر کاں   سرک میں دل کشائی کے اثر کاں
بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے گو   وو کالی ہے نور محراباں کے اوپر
چندر آدھا کہوں گر میں پشانی   چندر آدھا نہیں ویسا نورانی

سراپا نگاری میں ابن نشاطی نے پلک "نین" آنکھوں کے سرخ ڈورے، ناک رخسار ہونٹ دانت ٹھوڑی کمر، قد اور ہنس کی سی چال تک تعریف کی ہے۔ منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں شاعر نے نادر تشبیہات استعمال کی ہیں۔ مرقع نگاری میں پھول بن کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ مثنویوں اور داستانوں کی مقبولیت کا اہم عنصر یہ بے ساختہ مرقعے بھی ہیں۔

ابن نشاطی دربار سے وابستہ نہیں تھا۔ اسے عوامی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ تاہم وہ شاہی اور عوامی ماحول کی کامیاب ترجمانی کرتا نظر آتا ہے جہاں سمن کے جزیرے کے محل کا نقشہ کھینچا ہے تو قطب شاہی محلات کی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ جزئیات پر اس کی نظر بڑی گہری ہے شکار گاہ کا ذکر کرتا ہے تو وہاں کی ایک ایک چیز پھل پھول پتے آسمان زمیں دھوپ چھاؤں چرند پرند، درند کی تفصیل بتاتا چلا جاتا ہے۔ جانوروں میں سیہ گوش ہاتھی چیتے ہرن چیتل

کتے پرندوں میں باز بحری شکریاں شاہین ذکر اشعار میں اس طرح آیا ہے کہ کہیں تکلف یا تصنع کا احساس نہیں ہوتا۔

ابن نشاطی نے اس عشقیہ مثنوی کو صرف تفنن طبع کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اس میں اس نے پند و حکمت جہانبانی اور جہانداری کی بھی تعلیم دی ہے دانہ کی لالچ میں جب بلبل جال میں پھنس جاتا ہے تو "طمع داری" کی مذمت میں مسلسل کئی شعر لکھ دیئے ہیں اس کے علاوہ بھی جگہ جگہ کئی شعر آگئے ہیں مثلاً

جو کچھ کرتا سو حق کرتا نہیں ہور ہے بات اس کے ہماری تات کی ڈور
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ نمک کھا کر نمکدان کوں سٹیا پھوڑ

پند و نصیحت کی تلخی کو دور کرنے کے لئے وہ ضرب الامثال کہاوتوں اور محاوروں کے برمحل استعمال سے شکر گھول دیتا ہے

کہے ہیں جیو تے پیارا ہے شرم خدا سب کا رکھن ہارا ہے شرم
شکر بن کھائے نیں ہوتا میٹھا کام نہیں پڑتا ہے پچ بے مشورت کام

تشبیہ اور استعاروں کی ابن نشاطی کے پاس کمی نہیں۔ بنیادی طور پر چونکہ وہ ایک انشاء پرداز تھا اس لئے تشبیہ کے انتخاب اور استعمال میں اس کا قلم دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

دسے یوں پھول میں لالے کے کالے چوا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
دسے ہادن کلی ما ہو کو لالا دسیا اس میں لگے تیتوں مشک کالا

پھولبن کی زبان سادہ اور سلیس ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ عہد عبداللہ قطب شاہ میں لکھی جانے والی تمام مثنویوں میں پھولبن سب سے زیادہ سلیس انداز میں لکھی گئی ہے اس کی دو وجہ بات ہوسکتی ہیں ایک تو اس عہد تک دکنی زبان نکھر چکی تھی دوسرے ابن نشاطی خود بھی بڑا عالم فاضل تھا اسے اپنی قادر الکلامی کا احساس تھا لکھتا ہے

زبانہ نا سمجھ کر قدر ہیرا بچھایا ہے دلی سوں صدر ہیرا

تین مہینے کے عرصہ میں جب اس نے یہ مثنوی ختم کی تو اسے اندازہ ہوا کہ کوئی

اس کا قدرداں نہیں۔ تب وہ شعر و ادب کے جوہریوں یعنی قطب شاہی دور کے بلند پایہ شاعر شیخ احمد گجراتی، حسن شوقی، فیروز اور ملا خیالی کو یاد کرتا ہے کہ اگر وہ ہوتے تو میرے کلام کی داد دیتے۔

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد کر دیتا شاعری کا کچھ مری داد

اس مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسے فارسی اور عربی ادبیات اور فن بلاغت و عروض میں کمال حاصل تھا اس نے اپنی فارسی دانی پر ناز حاصل کیا ہے ؎

تجھے ہے فارسی میں دستگاہ آج نہ کرسے ترجمہ بھی کوئی تجھ باج

یہی وجہہ ہے کہ پھولبن میں فارسی کا اثر نمایاں ہے۔

گلشن عشق:

نصرتی بیجاپور کا عظیم شاعر تھا۔ اس نے تین اہم مثنویاں گلشن عشق، علی نامہ اور تاریخ اسکندری لکھیں۔ نصرتی نے اپنے حالات زندگی پر اپنی تصانیف میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ دکنی کے کسی اور شاعر نے اپنی سوانح کی طرف اس قدر توجہ نہیں کی ورنہ دکنی ادب کی تاریخ کے بہت سے گوشے اور شعرا کے سوانح تشنہ اور نامکمل نہ رہتے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کے والد "سلحدار جمع رکاب" تھے اور بادشاہ کے بہت وفادار ملازم تھے۔ انہوں نے نصرتی کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی ہمیشہ نصرتی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ منتخب اساتذہ کی نگرانی میں اس کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ اللہ نے ذہن رسا دیا تھا بہت جلد علوم و فنون پر اس نے عبور حاصل کرلیا۔

کچھ یک میں سنبھالیا جب اپنا شعور کیا کر کتاں بال پہ اکثر عبور

اپنے والد کے ساتھ دربار میں اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کی شہزادگی کے زمانے میں اس کا مصاحب تھا اس کی قدر افزائی نے نصرتی کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

مرا شہ جو تھا یک اہے جوہری ادشہزادگی میں اتھ مشتری
مری طبع کے گھن کو قابل پچھان نہ کوئی گھن ہے کر اس مقابل پچھان

دھرن ہار اکثر اثر مہر کی　　رکھیا مجھ طرف بنت نظر مہر کی

روضتہ الاولیاء بیجاپور میں محمد ابراہیم بیجاپوری نے لکھا ہے کہ نصرتی کے بھائی شیخ منور صوفی منش انسان تھے اور علم تصوف میں کامل تھے۔ دوسرے بھائی شیخ عبدالرحمٰن فن سپاہ میں ماہر تھے اس طرح نصرتی ایک معزز گھرانے کا فرد تھا اسکی تاریخ پیدائش کا علم نہ ہوسکا۔ گلشن عشق کے مقدمہ میں پروفیسر سید محمد صاحب نے گلشن عشق کے ایک قدیم قلمی نسخے کے حوالے سے قطعہ تاریخ وفات لکھی ہے جس سے سنہ ۱۰۸۹ھ نکلتا ہے۔ (گلشن عشق سلسلہ یوسفیہ صفحہ ۷)

ضرب شمشیر سوں یہ دنیا چھوڑ　　جا کے جنت کے گھر میں خوش ہو رہے

سال تاریخ آ ملایک نے　　یوں کہے "نصرتی شہیدا" ہے

نصرتی کی قبر نگینہ باغ بیجاپور میں ہے۔

نصرتی کو مثنوی کے علاوہ دیگر اصناف سخن میں بھی کمال حاصل تھا اس نے غزلیں قصائد اور رباعیاں بھی لکھی ہیں۔

'گلشن عشق' نصرتی کی پہلی مثنوی ہے یہ ۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء میں لکھی گئی ہے یہ طبعزاد مثنوی نہیں بلکہ اس سے پہلے یہی قصہ شیخ منجھن نے ہندی میں 'کنور و مدمالتی' کے نام سے لکھا ہے اسی قصے کو گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی ۱۶۵۴ء میں عاقل خاں رازی عالمگیری نے مثنوی 'مہر و ماہ' کے نام قلمبند کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مثنوی کا قصہ اس زمانے میں مقبول خاص و عام رہا ہے۔ نصرتی نے اس قصہ میں چندر سین اور چنپاوتی کے قصہ کا اضافہ کرکے اپنی مثنوی لکھی۔ کہانی بڑی دلچسپ ہے جس میں قدیم داستانوں کے تمام لوازم سے استفادہ کیا گیا ہے کنک گیر کے راجہ بکرم کے اولاد نہیں تھی۔ ایک بزرگ کا دیا ہوا پھل کھانے سے اس کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ خوبصورت بیٹا منوہر پیدا ہوا۔ نجومیوں کی پیشن گوئی کے مطابق چودہ برس کی عمر میں اسے ایک مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ چاندنی رات میں چاندنی پر سو رہا تھا اتنے میں سات پریوں کا ادھر سے گزر ہوا۔ ہر ایک نے کہا ایسا حسن ہم نے کہیں نہیں دیکھا اور اسکا جوڑ ملنا مشکل ہے ایک پری نے بتلایا کہ مہارس نگر کی شہزادی مدمالتی ہی اس کا جوڑ ہوسکتی ہے

سا تو پریاں شہزادے کا تخت اڑا کر مہارس نگر لے گئیں اور شہزادی کے پلنگ کے پاس رکھ دیا۔ جب دونوں کی آنکھ کھلی وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہوگئے اور انگوٹھیاں بدل لیں۔ جب وہ دونوں سوگئے تو پریوں نے شہزادے کا تخت پھر سے کنک گیر پہنچا دیا۔ شہزادہ بیدار ہوا تو مدمالتی کی فراق میں مضطرب ہوگیا آخر مصیبتیں اٹھاتا دکھ جھیلتا مدمالتی تک جا پہنچا۔ مدمالتی کی ماں کو پتہ چلا تو اس نے غصہ میں مدمالتی کو جادو کا پانی چھڑک کر طوطی بنا دیا۔ یہ طوطی راجہ چندرسین کے ہاتھ لگی۔ طوطی نے اسے سارا حال سنایا طوطی کو لے کر چندرسین مہارس نگر پہنچا طوطی کا جادو اتارا اور اس کی شادی کنک گر کے شہزادے منوہر سے ہوگئی۔ چندرسین کی شادی چلپاوتی سے ہوگئی جو مدمالتی کی سہیلی تھی۔

اس مثنوی میں نصرتی ایک باکمال شاعر نظر آتا ہے۔ اس نے مناظر قدرت کی تصویر کشی اور جذبات کی عکاسی بڑی مہارت سے کی ہے۔ چاندنی رات کا منظر طوفان کی حالت، شام کی کیفیت، برف کے کھاٹ، شب ظلمات اور گرمی کا موسم وغیرہ ان کے علاوہ باغوں کے مناظر خوبی سے دکھاتے ہیں۔

نصرتی نے پہلی بار مثنوی میں برف باری اور کڑاکے کی سردی کا حال پیش کیا ہے

کنکر یخ سہیں شکر ہوتا تے دسیں	تھیں جو یگ سیوں سو نفد وائے دسیں
ادک تے کی سردی کا آزار ہو	نہالاں اتھے ٹھنڈ سوں بیمار ہو
نہ سکتی تے ہو کونپلی سرفراز	نہ ٹک ہو سکے بیل کا ہت دراز
چھپیاں کلیاں اوڑ لوڑ ہی لحاف	ہوا تھا سو اس پر بی یخ کا غلاف
اڑتے تو پنکھی تس کدھن پر جھلک	پڑے برف سوں پر ہو گولا اٹک

باغ کی سجاوٹ اور اس کی خوب صورتی کی بات تقریباً ہر ایک اردو مثنوی میں آئی ہے۔ نصرتی نے جو باغ کا منظر کھینچا ہے وہ سب سے زیادہ تفصیلی اور انوکھا ہے۔ انوکھا اس اعتبار سے ہے کہ اس میں شاعر نے کئی قسم کے پھولوں پھلوں اور پرندوں کے نام گنوائے ہیں جو سب کے سب مقامی ہیں اس کے بعد باغ کی تزئین و آرائش نہروں اور حوضوں کا شفاف پانی باغ محل کی خشت کاری گچ چونا مرجان جیسا سرخ جو ہیرے زرتن کی طرح کے چمکاتے دیئے، دروازوں پر لٹکے ہوئے زرد پردے ان کے

نقش و نگار در و دیوار اور منقش چھت کی تفصیل بڑے ربط و تسلسل اور رنگین پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ باغ محل کا حسن ملاحظہ ہو۔

سہا دیں قصوراں سے عالی محل ‏ ‏ کیا جن پہ خورشید کنچن کا حل
جسے خشت کاری کوں شمسی سونا ‏ ‏ جسے گچ گلاوہ چندر کا چونا
جسے سرخ چوبینہ مرجاں کئے ناد ‏ ‏ جسے قطب نے خوش بلوریں عماد
دیوے زیب جن پر دل افروز کھن ‏ ‏ لگائے سو کندن سوں خوش لوز تن

دکن کے بادشاہوں نے دکن کو ایک نئی تہذیب سے روشناس کروایا ایک نئی تہذیب کو جنم دیا جو خالص ہندو تھی نہ خالص مسلم۔ یہ ایک مشترکہ تہذیب تھی اس میں صرف ہندو مذہب، ہندو آرٹ، ہندو لٹریچر نے مسلم عناصر کو جذب کر لیا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی میں بھی تبدیلی آ گئی۔ دکن کے شاعروں نے دکن کی اس ملی جلی تہذیب اور اس تہذیب کے مختلف عوامل کا اپنے فن پاروں میں بالاستیعاب ذکر کیا ہے نصرتی نے گلشن عشق اور علی نامہ میں خاص طور پر اسی طرف توجہ کی ہے۔ یہاں کے پھل پھول ترکاریاں جانور چرند پرند اور تعلیم و تربیت رسم و رواج مجلسی آداب، میزبانی کے طور طریق مختلف پکوان جیسے مزعفر، تبولی، خشکا، پلاؤ، کھچڑی، قلیہ، کوفتے، لنو (دو پیازہ) کبتھلی، پورانیاں، سنبوسے، کھیر اور شکر پارے، سموسے، سوجی کا حلوہ، غلیفی، جلیبیاں، پالودہ، فرنی، چلیپاں، رلوڑیاں، بتاشے، لڈو، ملیدہ، سیویاں، پنیر اور کباب وغیرہ، شادی کی رسموں کے ساتھ زیور کی قسمیں کپڑے اور لباس کی بھی ایک طویل فہرست کو اشعار میں سمو دیا ہے۔ اسی طرح جذبات میں خوشی، غم حیرت، غصہ اور اضطراب کی عکاسی بعض نازک اور شدید جذباتی موقعوں پر بڑے ہی مہذب انداز میں بات کہہ جاتا ہے ۔ نصرتی نے گلشن عشق میں عورت کو ایک اچھی بیوی، ایک مدبر ملکہ، چاہنے والی ماں اور بہادر خاتون کے روپ میں پیش کیا ہے۔ بادشاہ جب جھک کر واپس آتا ہے تو خود رانی کھانے کا تھال لا کر کھانا کھلاتی، پان دیتی اور پھر دربار عام کا لباس پہنا کر روانہ کرتی ہے۔ بادشاہ جب اداس اور رنجیدہ ہو جاتا ہے تو رانی ہمت دلاتی اور اس کو درویش

کی تلاش میں بھیجتی ہے۔ نصرتی نے کردار نگاری میں بڑی چابکدستی دکھاتی ہے کنور منوہر ایک شہزادہ ہے لیکن بے عمل نہیں خردمند، بردبار بہادر اور موقع شناس ہے راجہ بکرم اللہ سے ڈرتا اور اللہ کے بندوں پر مہربانی اور کرم کرتا ہے عدل و انصاف اس کا شیوہ ہے۔ چندر سین دور اندیش ہمدرد اور بہادر ہے۔ سراپا نگاری میں بھی عوامی کمال دکھایا ہے

مثنوی میں سب سے اہم چیز قصہ کا ربط و تسلسل ہے۔ نصرتی نے گلشن عشق میں اس کا بڑا لحاظ رکھا ہے ایک ایک واقعہ موتی کی لڑی کی طرح جڑا ہوا ہے۔ اسی ربط و تسلسل کا جادو ہے کہ قصہ کے دوران جب غیر مرئی واقعات پیش آتے ہیں یا جن و پریوں کا ذکر آتا ہے تو قاری کو اچنبھا نہیں ہوتا۔ ایسے واقعات جزو مثنوی بن کر سما گئے ہیں۔ تمام مثنوی میں مناظر اور تہذیبی عناصر کی پیش کش میں طوالت کو ملحوظ رکھا ہے اور واقعات کی ترتیب میں اختصار سے کام لے کر قاری کو اکتاہٹ سے بچا لیا ہے۔ جگہ جگہ تخیل کی کارفرمائی نظر آتی ہے وہ لکھتا ہے

کہیں جب روایت کیا حسب حال کہیں طبع کے ملے چلیا خوش خیال

رجحی، عوامی اور مذہبی کی وجہ سے دکنی مثنویوں میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں خاص طور بیجاپور کے شعراء نے فارسی اسلوب و آہنگ سے اپنی مثنویوں کو سجایا ہے یہی کوشش نصرتی نے گلشن عشق میں بھی کی ہے۔ کہتا ہے:

وگر شعر ہندی کے بعضے ہنر نکلتے ہیں لیا فارسی مضموں سنوار

فصاحت میں گر فارسی خوش کلام دھرے فخر ہندی پہ مدام

ہیں اس دو ہنر کے خلاصیاں کوں پا کہیا شعر ایسا دولوں فن ملا

دلویں داد سن فارسی شعر دل جو ہندی سنے بی کہیں دل سوں ہال

ہندی اور فارسی کے امتزاج کی وجہ سے قصہ کی دلکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہندی کے نرم اور عام فہم الفاظ کے ساتھ عربی و فارسی کے سہل اور آسان الفاظ سے مثنوی کی لڑیوں کو گوندھا ہے اکثر اشعار تو ایسے سادہ اور سلیس ہیں کہ ان پر آج کا گمان ہوتا ہے نصرتی نے تشبیہ اور استعاروں کے استعمال اور انتخاب میں بھی اپنی فنکاری کا مظاہرہ کیا ہے خاص طور پر منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں اس نے

تشبیہوں اور استعاروں سے زندگی بھر دی ہے

صفائی سوں چندنی کی چادراں سخن　　جھلکتی تھی جیوں صاف ایرک نمن

بتیسی جو یاقوت سی یاد آئے　　اناراں کے دانے دکھیت رشک کھائے

شہزادی مدمالتی کی تلاش کے سلسلے میں کوئی ۵ ے ملکوں کے نام گنائے ہیں جس سے نصرتی کی باشعوری کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام ممالک سے یقیناً اس زمانے میں بیجاپور کے سیاسی سماجی اور تجارتی تعلقات رہے ہوں گے۔

نصرتی نے خوب صورت تراکیب تشبیہہ استعاروں ضرب الامثال اور کہاوتوں سے بھی کام لیا ہے۔ دکنی کے شاعروں میں ایک بات کا برابر احساس ہوتا ہے کہ وہ مثنوی کے درمیان جہاں بھی موقع ملتا ہے پند و نصیحت اور دانش و حکمت کے مضامین باندھ جاتے ہیں :

بڑے درد میں کا ہے درد اشتیاق　　ادک مرگ تے کیں تو بیچ ہے فراق

کو کرتے رہو شکر پروردگار　　کہ یک دکھ پھیں دے خوشیاں کئی ہزار

نصرتی کی اس مثنوی کا وزن ' فعولن فعولن فعولن فعول ' ہے۔ ہر باب کا عنوان بھی ایک شعر ہے یہ نصرتی کی ایک جدت ہے جیسے علی نامہ میں بھی اس نے ملحوظ رکھا ہے۔ ہر باب کے پہلے شعر سے سارے باب کی کیفیت اور چرل جاتی ہے یہاں بھی نصرتی نے جدت کی ہے۔ گلشن عشق میں شاعر نے رزمیہ اور بزمیہ دونوں کے رنگ ابھارے ہیں

علی نامہ :

نصرتی کی رزمیہ مثنوی علی نامہ ہے جسے اس نے دکن کا شاہ نامہ کہا ہے

کتابوں سخن مختصر بے گمان　　کہ یو شاہ نامہ دکھن کا ہے جان

یہ مثنوی بھی نصرتی نے علی عادل شاہ کے عہد میں ۱۰۷۵ھ میں لکھی اسی مناسبت سے " علی نامہ " اس کا نام رکھا۔ علی عادل شاہ کا عہد ۱۶۵۶ سے شروع ہو کر ۱۶۷۲ پر ختم ہوتا ہے۔ علی نامہ میں اس عہد کے ابتدائی دس سال کی تاریخ ہے۔ ان دنوں شیواجی کے پیہم حملوں نے بیجاپور کی سیاسی اور معاشی حالت کو تباہ کر دیا تھا۔ اس جنگ میں علی عادل شاہ اور اس کے سپہ سالار خواص خاں کی مرہٹوں کی فوج سے لڑائی اور جنگ و جدل کے مرقع پیش کیے ہیں گلشن عشق کی طرح اس مثنوی کا آغاز حمد، مناجات، نعت اور منقبت سے ہوتا۔

"سبب نظم کتاب" کو علی نامہ کا دیباچہ کہا جا سکتا ہے۔ اس باب میں علی نامہ کی تعریف
اور تعارف دونوں شامل ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مثنوی صرف رزمیہ ہی نہیں بلکہ بزمیہ بھی ہے

تضمین ہے ہر بزمیہ دل نشیں   سر رنگ صدر ہر رزمیہ ہے یقیں

علی عادل شاہ کی مدح کے بعد ملک دکن میں سیوا جی کی "فتنہ انگیزی" کی تفصیل دی ہے
سیوا جی کی سرکوبی کے لیے صلابت خاں کو بھیجا گیا۔ صلابت خاں کے بعد خود بادشاہ میدان جنگ
میں اترا اور پنالہ کی فتح ہوئی۔ جس کی ایک قطعہ میں تاریخ نکالی ہے۔ جنگ پنالہ کے
بعد جنگ ملنار اس کے بعد کئی اور جنگوں کا حال ہے۔ ہر کامیابی کے بعد نصرتی نے ایک
قصیدہ لکھا ہے اس طرح اس میں سات قصیدے شامل ہیں۔ اس مثنوی کو نصرتی نے
دکن کا "شاہنامہ" کہا ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ علی نامہ علی عادل شاہ کے دور
کی مختصر تاریخ ہے جس میں اس کی جنگوں کا حال ہے۔ دوسری یہ کہ اس کا انداز بالکلیہ
ایرانی ہے اس مثنوی میں نصرتی ایک عظیم اور باکمال شاعر نظر آتا ہے۔

اس مثنوی میں اس نے فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اسمیں اسلوب
کے اعتبار سے عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال کئے ہیں اور ساتھ ہی سنسکرت
کے بہت سارے تت سم لفظوں کا بھی استعمال کیا ہے زبان و بیان کے وسیع ذخیرے کے ساتھ
جب وہ دکنی زبان کی مخصوص لفظیات بھی برتتا ہے تو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ الفتحا، نصر من اللہ
بیت الشرف شب نوبیں، درج تجلیات، جوہر جان، شہر گشت، شمشیر برداری، زاغ مردار خوار
صورت حرام، شغال وگرگ، داد و تنک اجل ایسی ہی کئی تراکیب دکنی کی مخصوص لسانیاتی
خصوصیات کے ساتھ چند ایک دکنی الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ترکاں، دابتاں، آتنیاں، صدراں
مہندیاں، دک، بھنیارا، نالاں، کہتے، رھیا، سکیا، نیچہ۔

نصرتی نے اس مثنوی میں منظر نگاری کا کمال دکھایا، میدان جنگ کے منظر میں جرات و
شجاعت، غیض و غضب کے جذبات کی اچھی عکاسی کی ہے یہ مثنوی رزمیہ ہونے کے باوجود
اس دور کی تہذیب اور معاشرت کی بھی ایک تاریخ اپنے اندر رکھتی ہے۔ مثنوی علی نامہ
اپنی شعری آمد اور اپنے ربط و تسلسل کی وجہ سے شاعری کا ایک دریا امنڈتا ہوا محسوس
ہوتا ہے۔ میمنہ میسرہ، قلب لشکر اور سامان حرب و ضرب، گھوڑے سپاہی اور ہاتھی

نوجوں کے دبدبہ کی جلتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں ۔ کردار نگاری کے بھی اس مثنوی میں اچھے نمونے ملتے ہیں۔ فتح و کامرانی کی خوشی میں بادشاہ کا سجدہ شکر بجالانا خوشی کے نقارے بجانے اور جشن منانے کے موقع پر دکن کی مخصوص تہذیب کا اظہار ہوتا ہے۔

علی نامہ میں تشبیہات اور استعاروں کے نئے نئے جوہر نظر آتے ہیں اور ان کی وجہہ سے علی نامہ کا آہنگ اور اسلوب پر شکوہ ہوگیا ہے۔

لگے تیر ہر تن پہ جب بانلے بال
دسیا ھوا جھلے فوارے کا حال
سورج یوں شہ ضمیر انگے جھڑیا سو شمع کا جوں گل
تو یک گلزار ہے ہور اد بچار اپول بادل کا
دسیں اشتراں تیر بیٹھے پہ ہور
کر جیوں ناچنے پر کو لایا ہے مور

نصرتی نے اپنی اس مثنوی میں صوتی تکرار سے ماحول اور کیفیت کا تاثر بڑھادیا ہے۔

پٹاپٹ جو گرتے چلے رنڈ منڈ
لئے ست ہاتیاں نے گرداں تنڈ
شپاشپ جو برچھیاں موٹھیاں تے کھلیاں
دیا کی سواریاں کوں اٹھیاں سولیاں
کھڑا کھڑ کھلی پر ہو یک حال کا
دسیا کارخانہ ہو ٹکسال کا

تکرارِ لفظی سے بھی اس نے یہی کام لیا ہے۔ علی نامہ سے نصرتی کے قدرت بیان اور مختلف اصنافِ سخن میں اس کے شاعرانہ کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مثنوی بھی اسی بحر میں ہے جس میں اسنے گلشنِ عشق لکھی ہے۔

نصرتی کی آخری تصنیف تاریخ اسکندری سکندر عادل شاہ کے عہد میں لکھی ہوئی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ اس مثنوی میں سکندر عادل شاہ کی فوجی مہمات کا تذکرہ ہے۔ یہ مثنوی فنی اعتبار سے اس پایہ کی نہیں جس پایہ کی گلشن عشق یا علی نامہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہیکہ اس وقت نصرتی میں سلطان علی عادل شاہ ثانی کے دور کا جوش و جذبہ باقی نہیں رہا تھا۔

مثنوی کدم راؤ پدم راو

۸۲۵ھ اور ۸۳۸ھ
م ۱۴۲۱ء اور ۱۴۳۴ء
کے درمیان لکھی گئی

از
فخر دین نظامی

گفتن کدم راؤ با ناگنی

ستیا رائے یا ٹیک پھانا ادھاے / کہ چک دیہہ کر رات منج دیک کھائے
ہرن دیہہ چک آج نکھند رات / سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
گگن سار کے منج کتنک ارد گان / زبان راؤ رچنہار بے سمان
کتنک بھار بیتیا دھروں راہ کیت / کر رند بند باندھوں سراسر سبیت
نہ سنیا کہ کیوں دل ملیا راہ کیت / کھلے چند سورج کتک راہ کیت
بہت بول نہ بول سوں بد ہوا / نہ کوئی تک کروں دیس بن راتوا
گئی دو پہر رات رام اور رام / رہیا سوت بر سوت اپ دیکھ کام
کدم راؤ ایسا ہوا کھتوی / جو منجہ گال سوں لیہہ وہ اٹھری
کدم کے بچے جو ہوں سانہ کرو راندری / کدم رائے منج ہوئے تب کاوڑی
کہ جے منج نہ ہوئے کرتا ور ڈر / کدم سوں کتک جگ بھگوں بیکڑ
ولے مار بیری سیندوری کروں / نہ بیجھو کیہ ابیر جھنکر دھروں
بھلیس تیں کہیا آج راماں منجہ / کہیا دیکھ توں کال ہنہاں منجہ
دنیا جھوٹ ہے جیونا جھونٹ جات / نہ کر جیو گدلا نہ نیر انکھ ابس آن
کدم راؤ تیرا جب لگتا ادھار / ادھا آج کہہ دن گلنتہ ادھار

رفتن پدم راؤ تلف کردن کدم راؤ را

کراکھیں چلیا پدم رائے ناگ / چلیا ناگ دھرلے کدم رائے ماگ
چلیا سانڈرے ساندرے ناگ دوات / سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
ہراکر نگر جائے بیٹھا نکھند / کرن رائے کا بیس بن راج رند
سرہانیں دھرے دیکھ کر پان پھول / کہ کیا نول میں بیس کر رج کول
بچارن کیا جیو سوں ناگ راؤ / کہ جب پھول بے راؤ تب دیں گھاؤ

یہی چنت ہمیں راؤ باسک پدم — کہ رانی گئی پاس راجے کدم
الگ پائے جا نچا اٹھا جاگ رائے — کری جو ڈری راؤ کے جانپ پائے
کہی بات رانیں کہ تجہ چھانو بل — ہمیں جیونا جرم تجہ جاؤ تل
کہ جے راؤ مجہ کوں کہیے کھول کر — کہوں بول کا بول دیوں اتر ॥

گفتن کدم راؤ از قضیہ کوڑیاں و ناگن بارانی خود

کدم راؤ آکھے زن دِنہ آدھر؛ — کہ دھن بات سنیا بات یک چت دھر
سنیا تھا کہ ناری دھرے بہت چھند — سو ہیں آج دیٹھا تری چھند پند
وہی چھند جب میں دیٹھا جگ میں — اسی دیل تھیں ہوں پڑیا دگ میں
سنیا تھا جو کن پر دیٹھا آج انک — نہ راہا تنھیں دیکھتیں نین تنک
سجات ایک ناگن کجات ایک سانپ — اسنگت دیکھے تھتیں لانپ جھانپ
جو کرتار مجکوں کیا ہوئے رائو — اسنگت کے کیوں دیکھ سکوں انیاؤ
کھڑگ کاڑ دو کھانہا یا نکھار — اسی ٹھار کھورس کیا شب تہار
گئی تھا س ناگن پران آپ لے — پران آپ لے کر گئی پو نج دے
نہ مارت گیا سانپ یک کون دکھ — تجھس کو تنا سانپ بن دون دکھ
نہ مرنا جو کھورس نہ گرتا پتال — بلی دود دیٹھا نہ برکا کپال
مکوڑا ہتی مکھ دریا نجائے — جو ہاتی کرے مکھ گانڈا نہ کھائے
نہ اب تھیں کسی نار پتیاؤ نال — نہ پتیاؤ نال نہ تیسے راؤ نال
نہ مرتی مری نام اچھار کوں — مری ماد ہی دھی مری جار کوں
سہاتی کئی آج ناگن کنار — پڑی جھاڑ تل چھوڑ کر مکھ بھتار
یہی دیکھ منجہ من بھگیا تری نانو — کہ جے اچھریاں ہوئے بھی نا پتیاؤ
تری نانو کا آن جے ان ہوئے — کروں نہ اور گن مروں جیو کھوئے
چھری ات کتدن سی کہ جے ہوئے — اسنگت نہ تس گھال لے پیٹ کوئے

دودھا سانپ کا ہوئے جے کاوڑی — ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ پھاندا پڑی
بڑے ساچ کہہ کر گئے بول اچوک — ددھا دود کا چھاچھا پیوے پھوک
جنھیری سری ہت کارن سنور — یتی دیکھ تس ہت بھوگے بھنور
پراپت نہ ہوئے اوٹ کوں چند کھائے — مکوڑا کوں کچھ چڑ کھنڈ جائے
تہیں فخر دیں دیکھ انیاؤ راؤ — کہ بن دوس دھن پر بری دکھلاؤ
نظامی دھرم دکھ کیوں لاؤ دے — کہ بہت ورت گن پات دھن سو کئے

عرضداشت رانی باراؤ

کرجوڑ دھن پات بنوی سنار — کہوں نہ جے سنے راؤ ان کا بچار
کہ جتنا کہیا راؤ سب ساچ بھاؤ — ولے ہوں کہوں دیکھ اس کا نیاؤ
چلو بیار سیتی جو پر کورد شٹ — نہ اُتم نہ مدھم سپورن کنشٹ
کسی آشتی دے کسی لوچ دے — کسی اونچ دکھلاؤ تل کھینچ لے
کہ جسے دوس ہے جیو اپال لے — نہ پرونس کا دوس منجہ دوس دے
کون پرس جونا گرے پاؤ تھیں — کون رکھ جو نا ڈلے باؤ تھیں
رد تی گھانس تھیں آگ جھاپنی جے جائے — تب او گھڑ کیا کچھ سکے چھپائے
سروپ آگلا چند لس بھی کلنک — نہ اس بھاؤ سنکا دھروں ہوں نہ سنک
رتن پر کھیا جائے مانس نہ جائے — کہ جب لگ پڑے ایک سرکار دھائے
تری اور تو ہوئے جو گھٹ دیہہ — منجہ انجھول پائیں جو سر بیٹ لیہہ
کہ جیوں رُدکھ سر کھنڈ پر مل دھرے — سو بھی رُکھ جو بھی سو کندم کرے
تریا جات بیس (اور) میری سجات — نہ مانوں کپٹ بھاؤ بسواس گھات
نہ مانوں پرک اس جسے بھاسنا — نہ مانوں تری اس جسے کا سنا
نہ سس بھاؤ نہ پاس بیسی جگ جیے — نہ ہت پاؤ کا لک بھرا لیجئے

نہ سنیا او لوگ کہ اس ورتمان ‌ ‌ سکھی آپنا جیو تو سب جہان

براہیم ادہم کہ جیوں چھوڑ راج ‌ ‌ گیا اج تھل دے سنور آپ کاج

نہ تجہ لوبت بدہونت نہ بیربل ‌ ‌ سنور کون تھنے ترا راج دل

جو دیٹھا کچھو تھا سو رہیا نہ ٹھانو ‌ ‌ نہ رہسی جو دسے کچھو نقش نانو

بھلا کر جو توں بھی بھلائی لہے ‌ ‌ کہ جم جم بھلائی قفا تجہ رہے

کہ جے فخر دیں گیان ہے دیہہ سدھ ‌ ‌ پدم مکھ پانچے کدم کون بدھ

کہوں سد ساچی نظامی دھرم ‌ ‌ پدم سب سنے بات پانچے کدم

باز گفتن راؤ بارانی

کدم راؤ کہیا کہ دھن بات سن ‌ ‌ کہیا ساچ تیں بھید بت ورت گن

ولے من کسی کا جے بھاگے کہیں ‌ ‌ اسنگت کے وہ من لگے بھی نہیں

بھگے ہت کوں کانپ سوں باندجے ‌ ‌ بھگے من کوں پدھ کون سادجے

کہ جیوں تار سالے تتی گانٹ دے ‌ ‌ تکن گانٹ من ہو رہے جیو کے

کہ جب لگ بھگے جیو لتس گانٹ دکھ ‌ ‌ اتیسری کرے جینا دیوے سکھ

اچنبا نہ ہوسے گھنٹ جے ہوئے دھر ‌ ‌ اچنبا رہے لوگ سبے ہوئے کھتر

مکھی کھائیں نہ مرے کوئی ٹھانو؟ ‌ ‌ مرے ململے جیو سنمکھ نانو

گھرے کوئی ایچار نا چار پاپ ‌ ‌ نہ بھاوے مجھے وہ جو بیراچ باپ

کیبٹ بھاؤ تھیں مجہ اٹھے سیس اگ ‌ ‌ بلندی چلے پائے تھیں سیس تگ

مجھے سکھ تب ہوئے دن تیں بھر ‌ ‌ ہیجوی چلے کوئی جیسے ست پر

بکھیر و لوڑ سے دیکھ کر آپ وس ‌ ‌ چیڑی مل چیڑی (اور) ہنس (ل) ہنسی

مہرپا ....کون سنگت پڑے؟ ‌ ‌ نہ خرفا ختا جفت میں کم کرے

سیاناں کرے سدھ سوں بدھ کن ‌ ‌ گنوارہ کرے گن میں جیوں پون

کہ جیسے گادھرا دلک پردال کھائے | دھتی دا کھ بن کون تس دیہہ گھائے
ولے دھوک ماریں گھٹا ٹوپ لوگ | نہ یہ گا دھرے جوگ نہ رائے جوگ
اسنگت کہ جے کوئی برا کچھ کرے | مرے سولی چڑھ کر کھڑگ تل مرے
نوالا آدھک مکھ لیناں) نچائے | نہ جوگت ایس کام کرناں نچائے
بھلی جات تھی جات ناگن سنجات | کلانک آپ لایا کجاتی سنگھات
تری ایک میں جے لکھا کھون ہوئی | بھلی ایک پت ورت نکلے گی دوئی
تری مت ہوئی مت پر کت لگ | جو دوجا نہ دیکھے پُرکھ تب لگ
نہ جانے پُرکھ نار کے چھند بند | کرے دشٹ تل ہت من ماز دند
جہاں ستو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوئے | تہاں ہوئے کل کل جہاں نار دوئے
لسن مشک کی کھان چھپی جے جائے | تب او گھڑ کیا کچھ سکے چھپائے
مرد استری وہ جو پر پُرکھ تل | کدل دیس کر ہوئے تس تل اول
سنوں نہ ہوئی ناگنی جب لگ | مجھے آپ سو یار کھے تب لگ
اروگن کردں بول سن بر لہ ایک | بادلا ہوا جیو رکھے جو جھیک
کردں بھاؤنا جیو کالا وہ چک | اجادن جے سر دیہہ سر واہ چک
گیا بور بٹھن جو بھر بور ہوئے | پڑے ایک چنتا تین چور ہوئے
بھلیں کون تس ٹھار کیتی بجھائے | کہ جس ٹھار پاین گئی منجہ تجھائے
کہیں جاؤں پاتال کی سدھ لیوں | کہ ربن) کھو دماریا نہ مکھوان لیوں
کدم راؤ آنکھے سنی بات دھن | کرے کٹ پا سکھ سمجھیہ آکرن
جنش میں مکر کے گیا چند روپ | جبشنی جنت آ جشنی سروپ
کدم راؤ گرڑ وا سمند رکھیر | رتن دیں مکھ سمند کھولے اہیر
کہیا آج رہ دیکھ منجہ مندرا | کروں آج ہوں تجہ مکھ جھانرا
کدم راؤ دوجا پدم راؤ بن | نہ تھا تیسرا دن حرم راؤ بن

کدم راؤ قبول نکردماں پدم راؤ

کدم راؤ کہیا کہ کہ تا رساک
کہ اب تھیں تہیں مت منجہ لیہہ بھاگ

کہوں ایک تجہ بول جے پت کرے
کہ جے پت کرے دکھ منجہ نہ دھرے

سنیا ہے کہ جے مت گل دیہہ بھان
نہ تھینیں بھن مت نہ لیہہ پان

کہ بن مت کیچہ کام مت کا کرے
جے دھن لے کرے کام بس گر بھرے

نہ لیکھو تیسے مت جو دوئے من
سرا ہے دھن ارماد من لوبے دھن

تِسے مت لیکھو جو الجھان تھار
کھڑا رہوں وہنہہ پاؤں دے ہت ادھار

سوالاکھ منج لاب ایک بول تجہ
سوائے کدھیں تیں کہیا کھول منجہ

جسیں آس دھن ہوئے ہت بن نہوئے
کہ ہت بن نہوئے اور ہت بن نہوئے

سیانا کہے ات بدھ ونت توں
تجھے نہ کہوں اور کس کوں کہوں

گنوارین کرے کن میں بدھ (یوں)
یوں پنجرے ہانک میں نیر جیوں

کہ جے دھکسی رائے دھن منجہ پر
دہوں کا کہوں بھاوتا جت دھر

کہ جے درب منجہ دین ہے تجہ دھیان
اچھوتا اچھو منجہ تجہ آستان

کروں پت تجہ بول ہوں اور ایک
کہ او گھڑ پڑیں سنور سوں سک لیک

پدم راؤ سکھی ہوا اس سنَد
کہ ہنکا رسی راؤ منجہ جد کد

کدم راؤ کہیا پدم پت کیا
کیا ہت پر ایک سنگت کیا

کہ جے تھانبنے رائے منجہ پیار کر
سو سر کھنڈ کستوری لے دت

ذھرے سیس پر ست منجہ بول لیہہ
کرن اکرن تھا نو جے بول دیہہ

سکھی ہو پھروں گوت پروار منہ
سو کندم کروں تا نو سنا رمنہ

کدم راؤ سے کھنڈ کستوری تل
پدم سیس پر ہت دھر یا ا دھل

تھا آد تھیں ناگ کے سر پدم
تدھاں تھیں ہوا جد دھر یا ہت کدم

جرالی کہیا کوئی کیا آج جول
تل او پر سبد کے سبد یک پھول

تعریض کردن پدم راؤ کہ کدم راؤ کدنہ است

ددی رائے کرتے تنبو د آپ منجہ
تلاوار لے سور دلے سات منجہ

پدم راؤ اٹھیا کہ سیوا دھروں
کرے کن جے رائے بنتی کروں

دنیا میں جے تجہ کال کماہے کا پاس
نہ کھن اس نہ پانی نہ تنبول پاس

بھوکالا رہے کوئی نہ بھوک آج
سکے راؤ توں کیوں رہے ان باج

کوئی جے رہے بھوک گر آن روس
لبھا ہے ایسی آپ کرتار دوس

رہیا بھوک دن دیس توں گھنٹ پر
تل اوپر ہوا لوک ہیر انگر

کہ جے رائے بھوجن کرے بھوگ سکھ
سکھ تجہ ہوا دیکہ منجہ ہوئے سکھ

اپاس آج رہنا بھلا تجہ نہوئے
بھلا جو کہے گھاتجی ہوئے توئے

نہ دے ان جے مکھ توں جیو بھاؤ
نہ ہوں جاؤں گھر آپنے کرنیاؤ

کدم راؤ کہیا پدم رلو سن
کہ جے ساج مانے کہوں آپ کن

سیوا ساکھو پر دلیس نہ باج ہوں
ارو گن نجا نوں بتر راج ہوں

کراد آد واد و تہیں ریت ہم
سننتر چلے ریت ساساں جم

دساور پہ کھو ایک دوت آن پاس
اروگن کروں دان نس دے اداس

نہ بولوں کدھیں جھوٹ کرتار ساگ
اروگن کروں دوت لے سلیح بھاگ

گفتن پدم راؤ مضرت صحبت مسافران و جوگی و جنگم وغیراں

پدم راؤ کہیا کہ بنتی دھروں
کہ جے چک سنے راؤ سیوا کروں

جگتر بھوندا نہ ہنکار پاس
کہ ترت آس مے بھوند کر جائے نراس

بھوندا دھرے من بہت دشٹ بھاؤ
لپسارے اگر پیٹ میں ہیس پاؤ

بھوندا جو پاوے سلک چک رائے
لگے سانپ کوں جان دو پنکہ دکھائے

دسا اور پُرکھ من دھرے بہت سہل   کہ مکہ پھول دے جیوں لے باہ ہول
جو کچھ بہت پن تھا سو میں تجہ کہیا   سیوا ساکھا اس لیوں جو منج کہیا
سہی بدھ گرتوں جو کرتار دے   وہی دے سکے بدھ کے سدھ لے

تفت شد کدم راؤ بر پدم راؤ

کدم راؤ سن برجنا ناگ مکہ   بسری پڑیا بول سن ایک چک ؟
پھر پوچھیا راؤ انجاؤ کوں   بھوندا برا کیوں ہوا راؤ کون
بھوندا پرکھ تو کھرا جان ہوئے   لتے راکھنیں کیوں ایس ہان ہوئے
سو کیسا ادت راؤ اس ور تماں   جو پردیس تھی ڈرے وہ ندان
بھوندا مری دشٹ تل یوں دسے   کہ کسیت پڑیا بھوئیں اپر جیوں دے
گگن بھیر کی جے ملیں لگ ایک   پرا ہت سکیں نگ مکہ پانگ ٹیک
تھری جے ہوئی مرچ تیکھت جات   سکے توڑ کر چک پانی سنگھات
نہ چنتا کریں ناگ اس بھاؤ توں   بھوندا بلدورت اروگن کروں

بازگفتن پدم راؤ کہ صحبت جوگی و مسافر نگردد

پدم راؤ اوبھا ہوا چھات لگ   بناتی گئی تق پہر رات لگ
کہیا راؤ دھر ناگ راوہ ڈردں   کہ جے راؤ انکھیں بناتی کردں
نکر راؤ توں گرب منج بول سن   کہ یہ کوڑ بانی دھرے بہت گن
نہ پتیاؤ توں جم سہدیس منجہ   وہی لوگ سہدیس پہ بھیس منجہ
بہت بھید کا لوگ ہے راج کاج   بہت کا ترا کی دھرے کاج راج
کرے انکہ ادھل بہت چھند بند   کہ دشٹ انت تجہ کوں کہے سو جند
کرے گھات کا کام دھنورت بنی   ملاوے سبھا لوگ سنگت بنی
نجانیں کہ بیری تہاں تن دھرے   نہا کا نکرا دانت تل کیا کرے

نہ رجنگی تہیں جانتے ہیں کر
اٹھے جھونبڑی تھی لگے دولہر

نجر ناں کسی کستی سات ہت
کہ کست سکے جاگ گیتھا رگت

نہ جھاڑی نہ بوٹے ڈرے باؤ کوں
بڑا رکھوڑرے مت بڑے بیرسوں

کہ جے دیدھے ات بل ہت رو
ادے نہ کدھیں توئے بن گھوگھرو

جو کچھ ملیں کہیا بھید سہدیس نا
کہوں اب کچ بھید پردیس نا

نہ نیڑے الیس آن جگ کا پڑی
نہ پتیا و جوگی تڑی تا پڑی

نہ جوگی رہے جرم مدماس باج
نہ رکھے تسے کوئے کنک آس باج

جو جوگی رکھے پاس ایس آس دھن
سو تلتل کرے کرت جوگی لچن

نجانوں کہ تجہ بھی کدھیں باہ بھول
پلاوے تجھے آن مت مد بھول

گھڑی کھاند کا سکھ مد ہیو ناں
خماری کیرا دکھ لے جیو ناں

سرب لول میتر پنا جد گھرے
دھنی راج کوں ہیو ناں تد گھرے

نہ دے نہ گھورن اچھر کوئی باچسی
نہ مد پیو کر کوئی دھن ساچسی

کہ اس لبت تھیں ہات دھوتے جوکئے
نہ گوگا نڈ میں ہوسے دسرا ہوئے

جو تس نکھن کرا ہوسے تن ؛
سوئی تن اسے لوڑتے دھن لبن

بہت جیتی من دھرے جوگ انگ
نہ جوگی تجھے بھنگ جیو کے ابھنگ

کہادن لگ کہودن) ہاں جوگی پتھال
کہ جنتا کہوں لایچہ نہ باج ہاں

ولے ایک گردوت جد بار دیہہ
بجن گھنڈ سنبھال پردار ایہہ

نہ مانوں کنک وہ جسے سبز ہوئے
کہ جب سر ہوئے وہ کدھیں تھر ہوئے

کہ جے بار نہ دیہہ یک دس راے
چلی وار تا پنک لو گھنڈ جائے

بجہ جس جیو آدھار لگ جیو ہوئے
کرے گھنٹ وہ جیو لگ جیو کھوئے

نہ تنبسا کردن کام جس تھی ڈردن — نہ تنتا کدھیں کھاؤں نہ جل مردن
ستم لے بھرے کوئی سی کچھ کول — نہ بیوہ بے سہے کوٹ نابات کھول
ڈرون نہ کدھیں دکھ جو بن بجائے — ڈرون جب جو جیتا لہے پرت اپائے
جلو جو بن اینچیا ابھارا جو لیں — جو جو بن اچھیں پرت بیوہ پرھیں
اسی جگ میں جو بن اوین امت مت — نہ برھے کیسے سو کس بن پرت مت
برا جو کرے سو برائی لہے — ایل کا نٹھ یا نڑی جو آئیں لہے
جو نیکا اچھے ترن بن رکھ کوئے — سو سیدھا کدھیں رکھ بڑھن نہ ہوئے
(جنتر) گھال چھاس کھلیے جو کوئے — نہ سیدھی کدھیں کو تری یوپنج ہوئے
شکر دو دنت گھال پالے جے گوئے — بکاین سہنڈ نیب میٹھا نہ ہوئے
نہ تھک تھک پنا چھوڑ سی جگ تھک — نہوسی کدھیں پا نڈ لو پنک لگ
جس ادا آدھیں ہوسے سند یہہ کن — بھلے کت کن ہوسے وہ دیہہ کن
ادو ہوئے پنچم کہ روپ بھان؛ — نہوسی کدھیں پانچ انگل سمان
مدھر نہ کھتر ہوئے کھتر نہ مدھر — مدھر سو مدھر ہوسے کھتر سو کھتر
سدا کال پانچھے رہے منجھ نیر — نہ بیٹھے کدھیں کھان بانجے سریر
سبھیں (بابا) بھترن ہوئے جے ایک مول — رتی کوئی نہ مول لے گا نٹ کھول
نہ سرپار کردو دکون بین تاک — سبھی استریاں ایک لکڑی نہ ہاک
نہ برچھیا ک کاچند کوں آوڈھانک — نہ گھن کیت کے مکسا سنوار چھانک؛
دھرم کوں دھرم پاپ کوں (پاپ) ساٹھ — ہتولا نہ کنسیلی بین دیہہ گانٹھ
کہ جے پان اگلا ہوا کاج کوں — نہ سرباز کرنا تیسے پاج کوں
نہیں آدمیں اور بھی آدمیں — گلگت کے کیا او نپخ تل پر تھمیں
نہ کر دشٹ سنگار پر روپ پر — کریں دشٹ تس کام پر انگ پر
لکھا کھوٹ کا جیو تجہ جیو کیل — رہے آس کر جرم تج بائے تل
کرے گھنٹ دنیاں توں لے پاس — مرے بھوک پر وار اور ران واس

یوسف زلیخا

۹۸۸ھ اور ۹۹۳ھ

م ۱۵۸۰ء اور ۱۵۸۸ء

کے درمیان لکھی گئی

از

احمد گجراتی

داستان یوسف علیہ السلام تولد شد و پرورش یافتند

پچھلے لوگ جے تھے یہ بوجن ہار
پچھلے کیاں کہیں خبراں سم اچار

کہ جوں یوسف بڑھے نت جیوں دواں چاند
رہے ان سوں نپٹ یعقوب دل باند

نین ہیں نین پتلی کر دینا ٹھار
سبھے پنگھڑیاں تھے مونڈھیا نین کی دار

ایسے تلتل یوں پرتوں سوں دیکھے
جو ہلتل ہوئیں سب پنگھڑے آ دیکھے

کہیں یعقوب تھے آنگن میں تھا رکھ
جو اس پر رشک کہ طوبی کرے دوکھ

لگیاں ڈالیاں جو ناڑیاں بھائے انبر
فرشتے جوں پنکھے ہو ڈال اوپر

کرن تسبیح جیسیاں سرو بیتر
جو اس ہر جیب پر کئی لاکھو دفتر

کھڑے جم جوں قرارت میں نمازی
جو اس کی چھاؤں بچھے سو فرازی

وڈلے جوں ورد سوں مست ہوئے عابد
نہ بولے جوں کہ عارف پائے وارد

جو ھال فرزند ہوئے یعقوب کے گھر
اسی ساعت پھٹی یک ڈال اس پر

بڑھی وہ ڈال اس فرزند سنگات
برابر ہوئے اس فرزند قد سات

تو بالغ ہوتے لک فرزند کوں پال
عصا کہ ہات میں دیوے وہی ڈال

ولے یوسف ہوئے جب جگ اجال
نہ ان سانت اونچی اس جھاڑ کوں ڈال

کہ تھا یوسف اَت اچھا جیو سو رنگ
کہاں لکڑی کوں ہوئے جیوں سوں سنگ

جو بھایاں تھے چھپا یک رات یوسف
کہیا یعقوب کے سنگات یوسف

کہ اے میرے جنیا باپ اَت مہربان
خدا تیرا کہیا مانے سبھے مان

دعا کر اس خدا کے دار منج تیں
جو پاؤں سرگ بن تھے یک عصا میں

جو میں سب عمر میں اس تھے مدد پاؤں
سرافرازی منجے اس تھے ہوئے ہر ٹھاوں

جو غالب ہووں سب بھایاں پر اس تھے
ہر اک جھگڑے میں دشمن پر ہوراس تھے

دعا کرنے کو جب یعقوب بیٹھا
لگیا مانگن جے کچھ مانگیا سو بیٹا

فرشتا یک اتر صدرے تھے آیا
زبرجد کا عصا سنگات لیایا

نہ کچھ اس تئیں بڑائی کوں لگے کام
نہ تیشے ہور آرے سوں لگے کام

توی سٹکا و لیکن مول کوں بھار
سبھہ جگ مل کر اس تئیں سچکار

کہیا بھیجا یہ ہے تحفا خداوند
جو اس تئیں تج کہیا تھا تج فرزند

دکھے ہر ٹھاوں اس فرزند کوں تھا تب
مسنڈ پ تئیں بھاگ دولت کی ہوئی کھانب

جو یوسف اس عصا تھے تقویت پائے
ادیکھے دل اپر دکھ ٹھونبے کھائے

حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے
ولے سپوٹ کھٹے بن کی اوجل کھائے

یوسف در خواب خندند و پدر او پرسید یوسف را خندہ چہ

نہیں جگ میں عجب کچھ سونے سنسار
نین موند اس میں دیکھیں سر و سنسار

نین کھولے نہ دیکھیں یاج یک رخ
نین موندے دیکھیں یک حال لکھ رخ

ستائل میں انبر دھرتی بھولن ہار
جو اتنے میں نہ سکھے کوئی یلک مار

جسے کوئی جگ جاگتے کرتے گدائی
کرین سپنے میں بھوتیک بادشاہی

ستا سپنے میں راجہ جاگتا ہوئے
سدا سپنے میں بھوگی ایک تل سوئے

سبھہ جگ جاگتے جے کچھ کرن ہار
ادل آخر سبھہ سوتے دلسین ہار

زلیخا مصر میں سپنے تھے آئی
بجے کچھ ان کھیکٹی سپنے تھے کھائی

سو یوسف بھی سپن تھے کھیکٹی کھائے
نگر کنعان سٹ کر مصر کوں آئے

جو سکھ سوں یک رین یوسف ستے تھے
سو بیٹھے باپ وہ مکھ دیکھتے تھے

ادھر بیٹھی ہنسی میٹھا ہنسا یوں
جنک کے من منیں پر توں شور اٹھتے یوں

اٹھیا جو جاگ کر جوں بھاگری آپ
ہنسی کیرا سبب پوچھیں لگیا باپ

کھیا سوتے دیکھیا تارے اگیارا
سورج ہور چاند ستیں ایک بارا

جو وہ سجدہ کیتے سب میل کر منج
کیتے تعظیم اپیں سر دھرت دھر منج

جنک کھیا نہ کر یو بات توں بھیر
چپ اچھ کٹ سوں نہ کر تو گٹ باہر

بھوکدے بھائی جے یہ گٹ بجھیں گے
تج آزاراں کیتے جیلے سجیں گے

جن اے سونا حیلتے ہوئیں گئے بے تاب
نہ فارغ چھوڑسیں تج یہ فتنا سن
اول تاکید سوں یہ پند بولیا
کر دے گا فضل سوں تج رب عزت
ایکبارا بھائی ہور ماں باپ تج کوں
وصیت یوں کتیا اس کوں جنک تو
جو یوسف جا کہیا یک بھائی سنگات
بڑے بولے کہ جن گٹ دو منیں تم لئے
دلے اس دوتی کوں دو ہونٹ کر جان
جے کچ گٹ دستے ہونٹاں تھے بھر ہوئے
پنکھ و پنجرے میں تھے چھوٹے جب
دلے منہ تھے پڑے جے گٹ باہیر
جو یک منہ تھے پڑے جگ منہ میں جے بات
سکیں ڈھابین کوئی کا منہ سبہ کر نکو
کہے یوں سب بڑے انتر بچار کر
جو یوسف تھے خبر یوں بھائی سب پائے
کہے یوں کیا ہوا ہے اس بڈھے کوں
کچ اپنا اب ہور نشٹ اس انہ سوجے
کتے نت بیتیا ہے جھوٹ قصے
بہوتیک جھوٹ نت اپجاوتا ہے
بھلاتا اس حیلے مکراں ستیں نت
مرا ما نمن تھے باپ جو تس
منگے جے سب ہمیں اپنے سر آئے

کہ یہہ اتم دھرے تعبیر یہ خواب
سدا ہے سو عطا ہوئے گا سہی کن
پچھیں تعبیر جے کچ ہے سو کھولیا
سچا تعبیر خواب ہور بھاگ دولت
کریں سجدہ خدا کیرے رضا سوں
ہوا لیکن جو کچ لوڑیا خدا سو
سو وہ کہیا سبہہ بھایاں سوں یہ بات
سوتل میں ہوئے پر گٹ جگ سن جائے
کہ یوں بولے حکیماں جان سبحان
نہ لاگے بار کچ سنتیں سبہہ کو تئے
پکڑ سکیں جو اس کوشش کریں سب
نہ سکیں کوئی چھپا یوں اسے پھر
کوا کھل ایک جوں سمدور ہوے سات
نہ سمدر رکھ بند صن کس کوں سکت ہوے
جو سر لوڑے سلامت گٹ چھپا رک
لگیا سینا بھین غصے تھے تنگ آئے
جو یوں بھولیا رہیا ہے یک نکھنے سوں
نہ کچ ہمنا بیتیاں کی قدر بوجے
جو اس کسوت سوں آپی خوب دیسے
بچارے اس بڈھے کوں بھوند تا ہے
ترٹا تا انتے ہمن تھے باپ کا چت
سوا تنے اس برائی آچھوں نین نس
پڑیں سجدے سوں بھوئیں پر سیس بچھائے

نہ یہ لوڑے ایکیلے ہمنا تھے ۔ منگے سجدے الیس تیں باپ ماتھے
نہ جگ میں کوئی منگے ایسی بڑائی ۔ نہ کس سر جھوئیں دھریں ماں باپ بھائی
جنک کوں جم ہمیں سیوا کرن ہار ۔ جتنگ تھے ان سو آپ سیوا منگن ہار
کریں جنگل میں دن سارے شبانی ۔ کریں لنس جاگ گھر کی پاسبانی
بھرم اس کا ہمن تھے دشمناں میں ۔ شرم رہا ہے ہمن تھے دوستاں میں
مگر جیلے بن اس تھے کیا دیکھیا ہے ۔ جو اس ہمنا تھے اگلا کرم کھیلا ہے
ہمن کوں اب ضرور آکو لگیا یوں ۔ جو دیکھیں آپنی تدبیر ہو کیوں
ترت کام آپنا کرلیو نا خوب ۔ ترت کانٹا کھرسٹ دیونا خوب
سلے سینے میں کانٹا ہو ہمن کوں ۔ پکیا سینا سیلے کیب لاگ اجھوں
بڑا ہو مےگا اگر یہ باپ کے پاس ۔ کریگا باپ تھے سگلیاں کوں نراس
اپیا نیچ دیکھنا اس کان تدبیر ۔ درنگ کرتیں نہ فرصت پاوسیں پھیر
صبا کا کام بہتر سارنا آج ۔ نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج
جو مو لکے کوں اپاڑن لوڑنا کوں ۔ نہ چھوڑیں روکھ بلوند ہوتے لگ اس کوں
سکے بن زور جب مو لکے کوں آپار ۔ نہ ہو بلوند تھے ہلسے جو ہوتی جھاڑ
قرار یوں جب دیتے تدبیر کارن ۔ سبہہ یک ٹھاوں مل بیٹھے بچارن

خبرِ خواب برادران شنیدند و حسد کردند از یوسف

جسے کچ مشکل جو عاقل کوں پڑی آئے ۔ جو عقل اس میں نیٹ حیراں ہو جائے
برائی بدمیلا اب بدسنگات ۔ جو آسان ہوئے مشکل اس ہو دسات
بڑے گھر میں جو یک دلوا نہ ہوئے بس ۔ اجالا ہوئے جیسے دیوے لگیں دس
دلے سیچ ہوئے ستونتاں میں یہ بات ۔ جو اتدشیں نہ وہ سیچ بانچ ہر جات
جہاں پانی جو بیٹھے میل در جار ۔ ادک ہوئے سہس گن باپ نس بچار
ملیں جب کیتیں جتنے یک جیال کے سب ۔ جسے کچ ہے جیال انو کا ہوئے ادک تب

ملیں جب کیں جتنے یک خیال کے سب / جے کچھ ہے خیال انو کا ہوئے ادک تب

جو بیٹھے بھائی یوسف کے بچارن / کہ کیا حیلے کریں یوسف کے کارن

یکن کہیا اسے نا مارنا کت / جو حسرت سوں ہمیں اس تھے مرنت

جو مارا جائے چھپا رہے نہ یو گھٹ / کہ فریادی نہ ہو سکے موا اٹھ

نہ جیو تا چھوڑ بیری کوں جو سنپڑے / کہ تج چھوڑے نہ وہ جب ہات انپڑے

یکن بولیا خدا کوں کچھ تو ڈرنا / بیکا یک بے گنہ کیوں خون کرنا

غرض اس کوں کنارے پاڑنا ہے / نہ کچھ اس کوں دکھا نا مارنا ہے

سٹیں اس دور ایسے یک جنگل ماں / جو اس میں بن حسرت ہور باگ کچ ناں

نہ جھراں باج پانی پائے اس ٹھار / نہ دیکھے رات ہوئے بن کھن کیری چھاوں

نہ روٹی روپ واں دیکھے اجت باج / نہ بن کانٹے بچھاناں لیٹنے کاج

جو کئی دن اس منے بھاک کرے گا / تو اپنی موت سوں بیشک مرے گا

بن اس کا جیو لیتیں آپنے ہات / ہوئے حیاں کندنی تھے فارغ اس دھات

یکن کہیا اذک یہ مارنے تھے / بری یہ مرگ سب مرگاں منیں تھے

بھلا یک بار جیو لینا کھڑک سات / جو دیویں جیو پیاس ہور بھوک سنگات

دھونڈیں اب دریا نزدیک اس تائیں / اندھارے تنگ جو ہو گے پاٹ کی تیں

جو ست سوداگراں اتریں وہاں کوئی / تو حاجت جب انوں کوں نیر سوں ہوئی

جب اس میں ڈول سٹ دیں نیر کے تئیں / تو پانی کے بدل یوسف کو سیندھائیں

تو وہ اس کوں غلام اپنا کریں گے / نہیں تو ٹکڑا کر کر دھریں گے

یہاں تھے تو لجائیں گے دور یو دھات / نہ کچھ سہناں تھے اس تئیں پڑے گھات

سبھ اس بات کوں کیتے مقرر / اٹھے اس کام کوں بھا کر ضا پر

در خدمت پدر آمدند پدر رضا گرفتہ یوسف را بردند

کیٹے کانٹا سلے سینے منیں جس / اسے کیوں نیند آئے ایک تل قس

حسد گی مار تل جن جو نہ ہوئے
سو وہ کیوں رات کو سکھ سات سوئے

اُنا وال ہوتے یوسف کے ادیکھے
سبہہ نس جاگ دن کی باٹ دیکھے

دیکھایا مکھ جو سورج دن دین ہار
کھیلے کل کے اندیشے پر کمل سار

صبہہ ال باپ کیرے بندگی آئے
جے کچھ معتاد بندگی بجا لیائے

نفاق اپنے جنک سوں من میں دھر
کپٹ کر طواقی سینے میں چھپا کر

ادب سوں باپ کے نزدیک بیٹھے
لگے یہہ دھات بولن بول میٹھے

بھلے ہو کر بہو باتاں میں آئے
سو ہر یک باپ کیاں باتاں اچائے

یہاں لگ انپڑا ہے بات لچ رچ
کہ تنگ آتے ہمیں ہو دیس کھر ایچ

ہوس ہے جی میں جے نکلیں ہوا کوں
جنگل میں جا ہنڈیں دل کی صفا سوں

برادر یوسف ہے جیو کے برابر
جو مانیں اس ہمارا لاڑ لا کر

بھولا ڑدوں سنتیں اسکو لیجا دیں
جنگل کیرا تماشا اس دیکھلاویں

کرو بھو تیج بھنا تھا جو کتی دن
ہمیں ہنڈتے تھے سب باہیر اس بن

اسے سنگات لے جاویں رضا ہوئے
تو کچھ دل کیوں ہمارے بھی صفا ہوئے

ہوا ہے تنگ دل نت گھر اچھن تھے
نہ وہ تھی کد ہنڈیا ھنوا دیں تھے

صبا کھترا اُسے توں بھیج سنگات
ہنڈے گا ہور کھیلے گا ہمن سات

کبھیں اس صاف میدا نا ہنڈانگے
کدھیں اونچے پہاڑاں پر پھرانگے

ہوس سوں دود بکریاں کا دُھالانگے
کبھیں ہنس کھیل سوں دُدھ وہ پلانگے

بہو رنگ کھیلیں گے اس کر کھلانگے
پھنڈے رکھ پلنگ بندھا کر نکلانگے

سُرنگے پھول جائیں لال چن چن
کلیاں باراں جھیلاں گوند بگن

بچھاں گے جا تو سوں یوسف کیر [illegible]
جو اسکے رنگ چڑھتیں پھول سو رنگ

ہرن اور دو ج پاڑ دو مار پاڑیں
چھٹرت ہو باگ کا کالج اُپاڑیں

تماشے سات ایسے یوں جو کھلاویں
گمت اس کوں اینوں کن شاد پاویں

جتنے جاویں سوں شہزاداں کو دم سیں
نہ بن ہنس کھیل انوں دلشاد کرمیں

انوں تھے جب سنے یعقوب یہ بات
پھرائے مکھ نہ مانے خوب یہ بات

کہیے اس کا لیجاون منج نہ بھاوے ۔ کہ بھوتیک یہ اندیشا منج ڈر آوے

کہ اس جنگل میں ہے بھیڑیاں بھوتیک ۔ تمنے کوں دیکھ کر کھادیں یکایک

تمہیں ہنگلے سو ہوئیں کھیل کے کام ۔ تمن انجان تھے ہو جائے یہ کام

جے کچھ آزار اس کے تن اُپر ہوئے ۔ سو وہ منج جیو کے جیون اُپر ہوئے

جو یا اتر سنے وہ دس منتر کار ۔ ہر یک منتر سوں کام اپنا لیے سار

کہے دس بھائی ہم ہیں باگ بلوند ۔ جو یک تنکا ہمن کن باگ کے ڈند

بھیڑت کیا ہے اگر جے باگ آدیں ۔ ہمیں اچھتیں کہاں اس لاگ آدیں

بھیڑت تھے بھائی کوں جی دکھ نہ ہیکیں ۔ تو جتنیا نکے سوں کیوں بکریاں کوں دیکھیں

سنے یعقوب جب بیکریاں تھے یہ بات ۔ نہ کیتے عذر بھی د دجا کیں بھات

لدا ئیے جو یوسف کوں لے کر جائیں ۔ ولے بہو آنس تھے جو اس بھرا لیائیں

عجب بازی دیتے بازی کے بھانے ۔ نہ وہ بازی تھے یعقوب سیانے

برادران یوسف را بردند و در چاه افتادند

دھریں جے کوئی دنیا میں آ دنیاد ۔ کریں دنیا تھے بت فریاد ہن داد

نہ اس کے مکر ڈو نکے کس بچا جائے ۔ وجیت سب کوئی کر مت کس میں بچا ہے

بڑے اس کے دغا کے بائیں میں جن ۔ نہ کد نکلے غطے کھا کھا مرے تن

دتیاں کے مکر کی بائیں تھے کرتار ۔ ہوا یوسف کے حق دایم نگہدار

جو یوسف کوں دیتے بھایاں کے منگات ۔ چلے نے کر کرن یوسف کے تئیں گھات

اچا لینے ایسے ہنستے ہوس سات ۔ لجاوے میگ کوں جوں بھیڑت اس سات

جہاں لگ باپ اسکو دیکھتے تھے ۔ بکیں کے گود تھے یک لیوتے تھے

بکن کھاندے پر اپنے بسلائے ۔ بکن پیاروں جیکل سینے کوں لائے

بکن چومے پیشانی تعین ادھر دھر ۔ نین اس کے جرن رگڑیں نین کر

نظر تھے باپ کی غائب ہوتے جب ۔ بھوت اس پر جفا کرنے لگے سب

سٹے کھاندے سر تھے سارن آپ پاپٹ ۔ دیسے بھیڑیاں میں ہو رکا ٹیاں میں منظ

ننگے پاؤں سوں کانٹیاں میں چلاتے
جھبل ایسے پاؤں کانٹیاں سوں چیراتے

چبھے کانٹے جو چیرے گے سو رگ ماتیں
پھلوں پھنکڑیاں کوں جوں کانٹیاں سوں کھوندتیں

جو کچلے جائیں اس پتھروں منے پاؤ
سنا جوں چور ہوئے پتھریاں کیر گھاؤ

حنوں تلویاں کو پھولوں چھاؤں جو بے
پتھر کانٹیاں تھے لوجھے مان ڈوبے

بھری اس چرن کے لوجھے سوں دھرتی
کیا دور دور رکت سمجھو لال کرتے

چرن یوسف کے جس ٹھوئیں پر جو آدے
سو وہ ٹھوئیں سرخ رہتی کیوں نہ پائے

بچھیں بچھیں جو یوسف بیٹھ سارین
نیکے مکھ پر جو اٹھے بات مارین

کریں جب نیل آچھے مکھ اپر بھار
کنک جوں سور بھی پایا چند رسار

انوں میں جب کسی تھے جائیں آگل
گنداویں بیٹ مکھیاں مار کو جل

کھنڈیاں کا بھار مکھیاں کا ڈھون ہار
ہوتے و بیٹ جس تیرے پر من بھار

انوں تھے جب ہوتے باز و برابر
مڑوڑیں کان مارین گال اوپر

او جسکا دورجی زاری سوں بھاڑے
ان اس پر پاؤں بیزاری سوں جھاڑے

دھریں زورتے سوں جس کے پاؤ پر نیں
ہنسے تب جے کیسے ہو پاؤں دھرتیں

دکھوں تھے عاجز آکر جب پکارتے
وٹّا دیں کوب سوں مارین ہنکارتے

اٹھیا اڑ راجو توڑیا آس انوں تھے
بھریا مکھ میں رکت رہتا سینوں تھے

پچھاڑی کھا پڑیا لڑتا دھرت پر
سیہہ تن ڈوب رہیا مانی رکت بھر

ڈوبے انجھواں منیں سو رونگ کا پنیں
کیتے کراہاں سوں جوں سورجگ میں

غریبی تھے کلیجا پھٹ کے تھو ہوتے
نہیں اس کوں کوئی بس ہار وان ہوتے

جھلیا دہاکوں تھے دل جھل جھل کرن ہار
ہوا ہیبت سیتی جھل کرن ہار

نہ کوئی اس کو تکو ڈر کر کہن ہار
نہ کوئی اس بھاؤن سیلنے لا رہن ہار

بکس تھے یک ادک آزار دیویں
نہ کوئی دھرک سیتے آدہار دیویں

ستیا دھرک ہوا پلٹ تر آدھار
ترختا باپ کوں کوکار کوکار

ختا کچ تلملاتے بلبلاوے
نہ کچ اس پر کسی کوں مہر آوے

چلاتے تین کوس اس کوں انوں دھات
جو گئی باپ سوں ہو را او گنومات

جو پائے بائیں اتنے میں یکایک ... کھڑے رہے وہاں سو بائیں کوں دیک
اندھاری تنگ سانپوں سات بے نور ... نہ ہوئیے اس دھات بن کا فرکیر بے گور
نہ اس ڈونگا تی ڈُد نکتے فکر میں آئے ... اُسے دوزخ کیرا کٹر کا کھیا جائے
بھرے سب جو کر منیڈ کی کھینکر لیاں سات ... سڑیا چیکٹر گندا پانی بہو دھات
جو کوئی جا کر کھڑے ہوتے گنبج اوپر ... ایسے کوں نڈن ہوتے دم لے نہ سک کر
سبہہ وہ بائیں یوسف تئیں جو جونے ... نپٹ بکسن لگے یوسف جو سونے
جہنج اڑاڑا اٹھیا فریاد کر کر ... جو یوسف کو گلے وعل موم پتھر
کرے نرمی انوں سیتی جتے دھات ... انوں ہوتیں نپٹ کر ملوے کیتے دھات
پھیرنے کاڑ کر لیتے ننگا کر ... دسیتے تن جوں سورج میگھن تے کھن پر
سلول اچھے نرم دو دو ڈنڈ نیکے ... جو چھیلے جائیں ریشم تھے سرک کے
سو بالوں کیاں جھرسیاں سات اڑنے ... لگیں اس دنڈ پر تیزیاں تھے کڑے رے
کمر اس کی جو باریک بالی کی دھات ... کیسے اسکوں بھی بالوں یا دھریاں سات
اتارے پائن میں راسریاں لبیا چھوڑ ... سو آدھے دور تھے اس کوں دیتے چھوڑ
پڑی پائن بنیں سورج کیری چھاؤں ... سو ہوئی وہ بائیں اپی سورج کیری چھاؤں
اُپر پانی تھے کڑکی کوں چھترایک ... جو تھا بیٹھا اُس اُپر جائے بل دیک
رتن مانیک واری اس چھتر پر ... جو بیٹھے یوسف اس پر پاؤں دھر کر
ویسے اس نور تھے اچھا ہوئے پتھر ... کہ جوں سورج تھے پانیک ہوئے کنکرا
کھلیا اس بائیں کا انکار کالا ... کھید پیر یا رات کوں جوں سو اُجالا
مہکتی باس مہکے انگ کی یوں ... جو ہوئی وہ بائن نافہ مشک کا جوں
ادھر امرت ادھر کی چھاؤں پڑ کر ... ہوا وہ نیر سب جوں شہد شکر
جتے کیڑے پتنگے لس بھرے سب ... بھرے سر ونگ امرت اس دیکھے جب
یکایک جبرئیل اتنے میں آئے ... یکیلی بن تھے یوسف کوں چھوڑا تے
جو تھا تعویذ یوسف پانہ باندھیا ... سو تھا ایک پیرہن اس ہاں باندھیا
جو وہ پیرہن سرگ تھے اوترا تھا ... سوا ابراہیم انگ اپنے دھریا تھا

جو اسکے انگ میں وہ پیرہن ہوئے — سو اس تھے آگ اسے سنگار بن ہوئے
سو اس تعویذ میں تھے کاڑ پیرہن — بنائے جبرئیل یوسف کیرے تن
پچھیں یوسف ستیں یہ بات کیتا — کہ خالق یوں بشارت توج دیتا
کہ توں جس تھے دیکھیا ایسے برے دیس — انوں کوں توں دیکھے آس تھے برے بھیس
سرن ستیں سبھہ تج پاس آویں — تیرے صدقے وہ جمن آس پاویں
جے کچھ کیتی جفا تج پر جو مارے — چھپائے اپنی نشاں ان کوں بچارے
توں تو ہر بال بال ان کا پچھانے — دنوں یک بال تیرا لو نہ جانے
جو یوسف سوں کہتے یہ بات جبرئیل — رہیا سب دیکھ بسر کر جوں کمل کھیل
رہیا پھیرا اموالک تحت گر ہوئے — جو اس پر وہ اجل تخت شہ ہوئے
رہیا جب جبرئیل اس ہو سنگاتی — رہیا غربت بسر اس پائے ساتی

یوسف در چاہ سہ روز ماندہ بودند جبرئیل ہمراہ بودند

جو یوسف تین دن تھے بائیں بھیتر — سو چوتھے دن جو نکلیا سورا نبر پر
مدینے تھے بڑے سوداگر آکر — وہاں اترے سبھہ ڈیرے دیلا کر
نہ تھی نیری انوں اوں ہور یک بائیں — ایسی بائیں کوں آئے نیر تائیں
پچھلے نیکے جنت یک مرد آیا — سو امرت نیر سیندھن ڈول بھایا
کہے جبرئیل یوسف کوں کہ اٹھو بیگ — بھگا پاس انکی تج درسن تھے جوں میگ
سورج دن دیپ ہو کر داؤ میں جیا — کلیا اس مین راسی میں لیچھے گا
کہ اس بائیں کے کنٹھ آجیت تھانا — نکل جوں سور ہو کر جگ دیپا نا
کہے جبرئیل جب یوسف کوں یہ بول — تو بیٹھے ڈول میں سٹ آپنا تول
جو کھینچیا ڈول کوں وہ مرد پیر بل — پچھانیا ان جے نہ اپنا بھار ہوئے جل
کہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول — نہ ہوئے اس ڈول کو لایا تھے یہ تول
جھکاڑیا ڈول اس بائیں منیں تھے — لگے دیدے پھرن اس دیکھنے تھے
دیکھت وہ مکھ یا بشریٰ کہہ اٹھیا — خوشی سوں دھن بیان امول لوٹیا

بڑے بھاگ اس جو پاوے مال کاڑیا
جتا دھن ہو نہ پاوے جیو کا مول
ادک دھن جیو تھے جب اُن جو دیکھیا
خوشی تھے پھگ پھلیا جوں پھول کھیلیا
چھپا کر گت ستیں ڈیرے لیجا کر
سنیچی یہ پان جے جن گنج پاوے
اجھوں بھائی کتیک بیری لہے تھے
کہ آخر ہوتے کیوں اس کا سرانجام
سو اس سوداگراں کیری خبر پاتے
جو یوسف کوں پکارے
چلے سوداگراں ستیں جھگڑنے
کیتے یوسف کے تیئں اس سایہ چھوٹ
سو پکڑے اس کہ یہ بندا ہمارا
نہیں کچھ بندگی میں دھر کیں دھات
سو آخر کام تھے بھو تیک گجوائے
ہمارا ہے ان آخر زاد لیکن
کتیا کاہشی کریں نت او تھا اس سات
نہ کچھ بیکیاں کیری پروا ہمن کوں
نہ گھوڑتے باج کچھ بیکے ہمن لیتیں
کھاڑیا بائیں منیں تھے جن جواہر
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے
سو رج کوں ایک ذرے سوں لیتا مول
ہوا یوسف کے تیئں دے دام مالک
پچھیں سوداگراں لادے سبہ بھار

سو وہ یہ بھاگ کا دھن جیو کاڑیا
سو جب جیو ل نہ ہوئی یوسف کیرا تول
سو سب جیو سنیچ کار اس کوں نہ لیکھیا
کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول بیلیا
نہ کھیا یک ٹھاوں اسے بھو تیک چھپا کر
چھپا کر جے نہ راکھے رنج پاوے
تفحص تیئں ایسے نیڑ رہے تھے
نہ ڈوجا اس تفحص باج تھا کام
مکر سوں ڈھونڈتے تیئوں مانی کوں آئے
نہ ہونے باج گر جن بائیں کیدا
انوں پر مدعی ہو کر پکڑے
سو پائے اُن پاس تھے یوسف کوں سیو
نہ کچھ ہتونت ہو سیوا تھارا
چکا تا کام ستی سات دن رات
چھپا اس بائیں بھیتر تھا اس کر آئے
نہ اب تدبیر ہے کچھ بیچنے بن
نہیں باٹ آوتا ماریں جتنے دھات
جتے تھوڑے کوں مگیں دیں تمن کوں
جو یہ کھوٹا بندا ہم تھے تمیں لیں
خوشی سوں مول لیتا مفت دیکھ سخت
جگت میں دھن پھگت تیوں کوئی نہ لوٹے
لیتا امریت ہو رجھکر پال دیتا مول
سو تھا اس تیئں جگت میں تمام مالک
ہوئے سب مصر کو دھن جا ونے سوار

مالک یوسف را درچاه بیرون کردند در ڈبره خود نهادند

جو مالک پالیا بختیاں تھے برسن
لیتا من چت برس یوسف کے درسن

اچا یار سیں اس چڑ کھن تھے اوپر
نہ ٹھیرے پاؤں شادی تے زمین پر

چلن لاگیا اتالی سوں بہو تیک
کرن لاگیا بہو تیک منزلاں بیگ

جو مالک مصر کے نزدیک آیا
سو شہر مصر میں بھو تیک پایا

سبہر اس شہر میں ایسی خبر تھی
کہ مالک پھیر کر آیا سفر تھی

لیکر آتا ہے ایسا ایک بندا
جو گھٹتا دیکھا اسکا روپ چندا

. . . تین انبر کھوے رکھے ہیں
نہ ایسا روپ کد بھوئیں پر دیکھے ہیں

خبر ایسی جو پایا مصر کا رائے
اٹھے اس کی خبر بہہ رشک میں آئے

کچھے میرا نگر سو کہاں خوبی
بھلے مصریاں کوں حوراں ہوئے توبی

سرگ بن کے جو پھول تانے کھلیں تھے
سو ان کا مکھ دیک پرتوں جلیں گے

عزیز مصر کوں کھیا کہ اب توں
نکل مالک کوں سامن ہونے کوں

نظر سوں دیک اس نیکے نچھنے کوں
لیکر آ اس دیکھاون ہمنے کوں

عزیز مصر جب فرمان پایا
سو کوچ کر سامنے مالک لگ آیا

دیکھا یوسف کو دھن وہ ایک تعجب
یکایک ہور ہیا وہ بے خبر تب

نوایا سر کہ مت سجدہ کرے اس
بھو تعظیم سوں سر بھوئیں دھرے اس

ولے یوسف سر اس کا آپ اچایا
کرن سجدہ الیس کے تیئں نہ بھایا

کہ یہ سر تو نہ دھرباں اس کے پیے دار
جو رکھیا سر سوں تج گردن پر ایکبار

عزیز اس بعد مالک سوں کیتا بات
کہ لے چل شاہ کن یوسف کو سنگات

کھیا بن شہہ کن آئے کیوں سری گا
خریدار ایسے کوں شہہ بن کون کرے گا

ہمیں جو آئے سو شہہ پاس آئے
ولے اب تج تھے ہم یوں آس لائے

کہ دن چار اک یہاں کوں رضا ہوئے
تو تمہا کوں بھی آتی نیں صفا ہوئے

کہ بہو تیک دور تھے چل آئے ہیں ہم
ہوئیں آسودہ مے جو لیں چار یک دن دم

آتا ریں ماندگی جاگن لنگھن کی　　دھولا دیں کپڑے ہور گردتن کی
صفا پاکھے سوں شہہ سیلوے کو ٹانکیں　　خوشی سوں شہر کی رخ پاور اکھیں
عزیزا ایسے بچن نیکے سنیا جب　　پھر پا راجے کیری سیلوے کے تئیں تب
کہا شہہ سو جو یوسف روپ کیرت　　جو جاگے من میں شہہ کوں آگ غیرت
دنیا تیر روپ جے سب روپ نیکے　　جو سورج سو نکھیتراں کے لیکھے
کھڑے ہوئیں سبہہ بازار میں رست　　جو پھوڑیں دیس کا بازار ایک ست
اجالا جوت ادک فلیتوں کوں دلتے　　اندھارا رات کا اندھار پھاٹے
حریری کسوتاں سب از زنگاری　　سنیا جو ہر جڑت سو رنگ بھاری
کہ جوں بازار میں یوسف کوں لیاویں　　یہ سب بازار یوسف کا بھکاویں

مالک بعد چہار روز یوسف را غسل دادند در دریائے رود نیل

جو جیچ تھا دیس وعدے کا جو آیا　　سمجھ کھن نیل کنٹھے پر سیس اچایا
کھیا یوسف کوں مالک اے سہن ہار　　کہ توں اب نیل کنٹھے پر آ سورج سار
سوگند باس انگ کیرا میل کر دور　　جو دیسے دیہہ سب نرمل نجھل نور
بدم بگ کیہہ پر مل مرگ مد سوں　　قدم کر چھوڑ سکے نیل ند کوں
سو مالک کے کہے پر وہ جگ اوجال　　دیپایا ند کوں جھاؤں آپنی گھال
جھمک ووٹی جو بالوں پر تے کھینچیا　　سورج اندرے میں تھے لنس کا کرایچا
لگایا کپڑے ات صاف تن تے　　کھلیا جوں میگ سورج دن دین تھے
جو باندھیا نیل کا تہبند کالا　　میلیا جوں رات سوں تن دیس اجالا
جو سب جگ دشٹ دا انٹا روپ کا نور　　کہے امبر تھے مت آیا اتر سور
پچھانے بھی کہ سورج تھے ادک ہوگے　　نہ دے پر جوت جو سورج نزدیک ہوگے
جنوں دیتا سورج ڈاتن ہارے　　چھپے اس تھے سورج تے جوں ستارے
جو شہہ اس دیک خبر اپنی گنوایا　　خبر اس روپ کی اس وقت پایا
ہر بڑے لوگاں تھے ایسی سچ خبر ہے　　کر دیکھے ہور سنے کوں بہہ اتر ہے

پھیلی سگھ خبر اس روپ کی سن
نہ مانیا سچ کر لاکھوں میں یک گن

جو اپنی دشٹ سوں وو روپ دیکھا
سبھہ جگ روپ ال یک بچ نہ دیکھا

بوقت آمدن یوسف در دربار بادشا زلیخا را معلوم نہ بود

جو یوسف آد تے بھی باٹ لگ جب
نہ پائی تھی زلیخا وہ خبر تب

ولے جیو کوں اکو جاتیا کیا تھا
ہوا انکھ گن بیرہ جبتا سوا تھا

ہوا من مت کے تئیں من ات اتالا
ادک ہوتے تلملی جیو کا الالا

نہ سوجے اس کہ اسکا کیا سبب ہے
عجب راہی کہ یہ حالت عجب ہے

کری بھلا لیوں تلملی کیتے چھند
ادک ہووے دکھ کرے کچ کچھ چھند بند

اچاٹیا دل نپٹ جب گھر اچھیں تھی
چلی بھلا لیوں جنگل سنتد ن تھی

ہووتیا اگ کی دیر اک سیتی
کیتے دن لاگ جنگل میں رہی تھی

دکھوں دنواس لے جنگل میں پھری
ولے یک تل بیرہ بھڑکا نہ ٹھری

جو اس ایک تن کی تنگی تھی آگ
سوا گلے کیوں نہ تیرے ڈونگر سیہ لاک

عجب تنکا جو نت یوں جلتا ہوئے
جو اس آگوں تھے سب جگ جلتا ہوئے

جرم جلتا اچھے ہو راکھ نا ہوئے
نہ تنکا جگ میں نے ایسا دیکھیا کوئے

بجھا دن آگ برسا دے انجھواں مینہ
بجھے ڈونگر نہ بوجھے جلتا دیہہ

میلائے اسباب وا شادی کیرے سب
ولے اسکوں اچاٹ اگلا کرے سب

نچو تیک تلملی ہور جٹ پٹی تھی
نہ جگ سکھ تھا جہاں بیٹھی اٹھی تھی

ہو جھاڑ نے جھاڑ پھر پھر وا زائی
نہ کس سوں کہ سکے بن دکھ جھل کھائی

سو پھر گھر کی طرف جب رخ پھرائی
جڑی ہو دج میں ہوا ونٹن چلائی

نگر منے آئی جب اپ گھر کوں جاوں
سو تھے اس باٹ شہ جچھے کے ناسوں

تو اک غلغلا ہور طور دیکھی
نہ دیسا شور بھی کس دور دیکھی

لگی پوچھیں زلیخا ہوئی حیران
کہ یہ کیا شور کس یوں جگ پریشاں

کہیے مالک سفر تھے پھر کو آیا
سو کنعان تھے غلام یک وہ جو نیا یا

سو اس کے روپ تھے حیران ہے جگ — لبد اس کوں اسی کے دھیان ہے جگ
جو کیج لکھو سورج اسکے سامن آویں — نہ یک ذرہ کیرے مولوں بکا دیں
زلیخا سیں اجیا دیکھت بچھانی — کہ ہوتی یہ ملکہ الیس جبکی دیوانی
سو کچھ ارڑا اُٹھے ان کو خبر تھے — جو اس تھے جگ سنے کر جن انیر تھے
بچھاڑی کہا پڑی بے سدھ ہوکر — پڑے جیو ڈب الیس تھے ہات دھو کر
ترت وہ اونٹ وال اوٹن چلائے — اسے اس کے محل لگ انیڑ اشئے
وہاں جب جگھ زلیخا کوں خبر آئی — لگی پوچھن اسے بہہ جیو سوں دائی
کہ تیرا حال کی ایسا پریشاں — مجھے کہہ کھول میں بلہار قرباں
کہی لسے ماتی میری کیا کہوں میں — دیکھی پیو کوں اب اس بن کیوں رہوں میں
بھنا کنعاں تھے مالک جو لیایا — جو سارے شہر میں وہ شور بھایا
جو سب جگ تھے سنی اسکی خبر توں — خبر سن کر جو دیکھی بھی نظر سوں
وہی ہے ساج میرا من مہانا — اسی کی پنتھ دھاوے من پرانا
نہ میں اس باج مانگوں جیو اسی تن — نہ میں اس باج مانگوں جیو جیون
سپن میں جو دیکھی سو یہی ہے — سمت مت کر جو دیکھی سو یہی ہے
دھرن تن تاب میں سنتاپ اسی تھے — غریبی لے سٹی ماباپ اسی تھے
اسی سے جیوتے مرتے سہے ہوں — اسی کی آس تھے یہ دکھ سہے ہوں
یہی مجھ کوں ہوا ہے آج مشکل — چلے تلملنل اسی ڈر تھے میرا دل
کہ میرے جیو سوں کن انگ سنگ پلگے — اس اندیشے تھے میرے جیو پر آئے
میرا انزل جیئدا کس لیں جگا سے — سورج جوں دیپ ہو کس دن دیا سے
نین کس کے ہو یس بنت اس کھ ادشن — محل کس کا ہووے اس تھے سرگ بن
رکن اس کن آپی سنت سرا گا — رکن اس یک کیہ آپ نین بھرا گا
میں اس تھے آس من کی پاؤں یا نہ — نیکے تلو یاں کوں نیئو لاؤں یا نہ
جو پوچھیں جائی وہ توں کائی جلتی — بچھائی ہے نہ کچھ تدبیر چلتی
برہ کی آگ پی بن کن بجھا دے — دو چا پیہ کوں میلا وسے تن بجھا دے

کبھی اے شمع سوز اپنا چھپا رکھو — تجے یہ فکر سیوٹ ہوئے مبارک

جتن رکھو صبر کیلی آپنے پاس — کھلے گا بیگ تج اس تھے کلف آس

در دربار بادشاہ آوردند یوسف را برائے خریدی بہا کردند

سو دیس وہ دیس امرت بیل وہ بیل — جو میٹھا لال پھل دے یہ لبس میل

میلا و اسور تھے ہوتے دیس اجالا — کھلے بچھڑے کیرا اندکار کالا

جو سب مصری ہوئے یوسف کے معزرت — سبھہ اس مول لیون تئیں رکھے چت

جیسے جس پونجی جو دست رس تھا — سو اس تئیں خرچنے تئیں آن ہوس تھا

کہیں جے مصر میں تھی سو بڑھی یک — جو اس نہیہ تھے پریشان ہوئی ہو تیک

نہ سیکے تھا اپ اپنے دل کی کلکوت — سو لےکر آئی دال کتیک سوت

کبھی جگ سنیت اس کا مول نا ہوئے — سبھہ جگ جیو ل کا تول نا ہوئے

جو ہوتے اس انگ تھے یک بال کا تار — تو مول اس کا کہوں پدر مگ تھے بھار

جو پاؤں ایک سچ کیرا اس چرن کی — تو دار دنی سنیت اس برھون کی

نہ اس کی مول پورت کچ دھرین میں — دلے کلکوت اتنے تئیں کردن میں

کہ ہوئے اسکے خریداران منچ تاؤں — یہی منچ لبس جو یہ سنیت اسوں پاؤں

منادی ہر طرف آواز لاتی — کہ کون ایسے تھنے کوں لیون آتی

جو جیب اس روپ نا سکے سراوں — ادک دو جگ تھے اس یک جو شرط پاؤں

ادھر امرت بجی امرت گن امرت — گن امرت نیر کے نا ہوئے اپتو ریت

اتوں میں تھے نکیں اوٹھیا نگن مول — سُنے ٹکیاں کیرا ابھدرا بھر یا کھول

جو دیکھے اس ٹکیاں کیرے گنت کر — تو ہوتے وہ ٹکے سب ایک بھیبسر

کیرا ایک ہود بھی مول اس جیتا ہے — سو سو ہدریاں تنک مول انیز ہے

چڑا آیا بھی سبھہ یہ یک خریدار — کہ دیرن جنک بھی یوسف کیرسنھیلہ

جو چڑا آیا بھی سبھہ ہنرہ ایکن — تو تجھ مانگے اسکے تول جو کھیں

چڑاتے تھے اکھوڑ کیتے اپتوں بھاؤ — زیادت کرا ہو یک بھیت اور بھاؤ

زلیخا اس قصے تھے ہوتی خبردار — دو گن کیتی سبھوں سوں آپ یکبار

گیرا ایک سب تھا اس تھے آس توڑے — ہوئے عاجز ہور اسکی بات چھوڑے

عزیز مصر کوں بولی کہ اب جا — اینوں مولوں نیاڑا کر لے خرا آ

کہیا جے کچھ مرا ہے سو دفینا — سُنے مانک درب دھن کا خزینا

نہ اسکے مول کا آدھار جو ہے سب — کہاں میں مول سالم دے سکوں سب

زلیخا پھر جواب اس کوں دیتی جو — دیوں اس دھن جے کچھ میں بی ڈھیروں سو

رتن مانک جو صندوقاں بھرے ہیں — گگن پھر جوں نکھتر بکھرے ہیں

جو یک مانک کا قیمت کریں گے — خزینے کئی شہاں کیرے سریں گے

عزیز یک ادر بھی لیایا بہانہ — کہ لیتا ہے اسے سٹ ہی مہاتہ

زلیخا بھی کہی جا بات شاہ کے پاس — سرن کر بھو تیک اس جم شاہ کے پاسا

کہیا اس کوں کہ منج من یہ بُرا دکھ — جو جگ میں منج نہیں ہنگرا نیں سکھ

دھروں شہہ کے کرم تھے آس بھو تیک — کہ غم خوار ہی کرے یہ دکھ مرا دیکھ

جو اس تختے کوں لیوں منج رضا ہو جے — تو ہنگرا منج ہور شہ تئیں ندا ہوئے

عزیز اس بات کوں شہہ سات آکھیا — رضا دی اس کوں پھرماں دا آکھیا

عزیز مصر تب اس مول لیتا — اسے فرزند گن بھواں دیتا

خوشی سوں لے گیا اس آپنے گھر — کیتے اس تئیں زلیخا من میں گھر

گئی بابیل سبھنا کی پاس آکر — وہ راس آتی بڑی من آس پاکر

بھری اس کی خبر شادی تھے بھو تیک — پھر آئی ڈرشٹ دونوں جگ تھے اس ایک

پیا پے پرنیٹ پیار آونے تھے — چلی پیا روں انجھو نینوں منتے تھے

گلے نینوں سوں یک لڑے دوئے رگڑاہی — پیرت انجھواں سوں تلتل دھوتے یک گھڑی

خوشیاں تھے تلتل اس ہوش جاوے — امس تھے یک جگت میں تا سماوے

گھو دوزخ تھے جس جنت لیجا دیں — زلیخا کی خوشی وہ بھی نہ پاویں

جو پاتی بھاگ تھے من آس سنپور — سبھی بھاگوں کی پیدا ہوئے معذور

گنگس سر کرن تھے پگ تل نہ بھاوے — سبھے جگ من میں یک رج کر نہ لیاوے

نہ رہیا تاب اسے بھوتیک خوشی تھے
سو حیرانی سوں پھر پھر سنگ کرتی
کہ دیکھی جاگ پیرے کارنے جیکھو
نہ جانوں سوتے نہنا دیکھتی ہوں
کبھی شُد سوں میلا و اسیچ مانے
جو کئی دن برہ لبس تھا منج چارا
جو میں دُکھ کے اندھالے میں کسی تھی
سو سائیں جگ دیا دن روپ اجالے
کریں تلتل شکرانا خدا کا
کدھیں اس دیکھ کر حیران گم ہوتے
کبھی اس کو دیکھ دکھ ناوکن نبارے

رہی گم ہو خوشی کی بے ہوشی تھے
کہ میں پلنجتیاں تھے یہ باور نہ دھرتی
جو پاؤں جاگنے میں میلتی سکھ
کہ جاگت روپ پیا کا دیکھتی ہوں
آپی آپ مان بھوگ اپنا لکھانے
ملن امرت پایا اس کا اتارا
نہ منہ ڈھنک بات اپنی سنیہڑ تھی
منج بنہ بھوگ دولت کی دیکھالے
کر دنیا سکھ گنوایا دکھ سدا کا
کبھیں گزرے سو دکھ دن یاد کرتے
ایسے یہ حال تھا اس دیس سارے

قطب مشتری

۱۰۱۸ھ م ۱۶۰۹ء

از

وجہی

آراستن محل مشتری

بجد ہو کے جدو و جو دھرنے لگیا
سو اُس محل کوں نقش کرنے لگیا

جو زرنیخ جیوں چاند سنا سو سور
سفیداب تارے ہیں سُرخی سو لوز

عطارد چِتارے کوں نیں کچھ غم
کہ دھرتا اچھے ہات جو زا قلم

جو خوش ہو اُمس لیاے ٹک دل منے
تو لک محل چِترے وہ یک تل منے

نیٹ دھیان یک دل سوں دھرنے لگیا
بچتر چِتر وہ چِترنے لگیا

کہیں بن بیاباں کہیں سمد بھار
کہیں مرغ ماہی کہیں پھول جھاڑ

کہیں شیر شرزا کہیں گج ترنگ
کہیں باز بحری کہیں یک کلنگ

کہیں بت بت خانے ہور بُت پرست
کہیں نار ہور پرش یک ٹھار مست

کہیں شاعراں شعر کہتے اہیں
کہیں چشمے امرت کے بہتے اہیں

کہیں ہیں ملانے کہیں ہیں خمار
کہیں ہیں دیوانے کہیں ہیں ہشیار

کہیں تخت پر کوئی سُتی مست ہو
کہیں بیٹھے دو یار ہمدست ہو

کہیں پیر شہید ہور پیغمبراں
کہیں دیو جن ہور پریاں اچھریاں

کہیں خسرو ہور شیریں یک ٹھار اچھے
کہیں لیلی ہور مجنوں دو یار اچھے

کہیں گاتی گاون خوش آواز سوں
کہیں پاتراں ناچتیاں ساز سوں

کہیں دھترے مرغ سیمرغ سہر
کہیں چاند سور تج تارے انبر

چِتاریا چِترو واکیس ہات سوں
سنواریا محل کوں بھوت دھات سوں

کیا چوک بیچ چوک اس چوک پر
نزاکت سوں سنگار ناز دک کر

سُبھے چوک اس نقش میدان پر
کھلا چاند کا جیوں ہے اسمان پر

لکھیا شہ کی صورت وہاں آن جو آ
ہلی کاندرِ جیو سب جیو پا

اگر اسگوں باتاں میں کوی کھولتا
تو ہر سنگ اس کا بچن بولتا

اہیں سنگ جو اس کا مذ رنگ رنگ میں
کو تاثیر مسیحا ہے ہر سنگ میں

یو تاثیر ہے شہ کی تاثیر تے
کہ جیوں جھاڑ بڈتا اچھے نیر تھے

لکھیا نقش سینسار کی نار کا
کیا شہ کوں مدنا یک اس ٹھار کا

چتر جھلکے یوں شہ کے مکھ بھان تے
کہ روشن زمیں جیوں ہے آسمان تے

دیکھا یا محل کوں جو مستید کر
کہ ہر ایک انگلی کوں تھا سو ہنر

ہرا ہر محل جیوں کیا بوستاں
کہ جو شتاکل ہوئی دیک سب دوستاں

محل خوب اعلیٰ یو جیوں سرگ ہوا
دندی دشمناں کا سو جھل مرگ ہوا

اسی دائی کوں واں بلا بھیج کر
لکھیا مشتری شاہ کوں کر خبر

تمیں کام جو کئے تھے سو سب ہوا
اسے دیکھنے کا سو وقت اب ہوا

دیکھو یک نظر اس محل کوں آتال
کہ میں لی مشقت کیا اس دنبال

دھرو منج اپر ٹک شفقت تمیں
کرو چینز میری مشقت تمیں

ہر ایک کام ہوتا جو اولاس تے
سو شاہاں کی امید ہور آس تے

اگر شہ کی اچتی نہ امید احس
نہ ہوتا منجے یوں اس ہور الاس

بڑا شاہ کو وہے جو کچھ دان دے
نوازے ہنرمند کوں مان دے

ہنر زیاست ہوتا اچھے دان تے
نہ اس کی فہم عقل ہور گیان تے

نکو کر توں تقصیر کچھ دان کوں
کہ ہوتا ہے بل دان تے گیان کوں

سدا یوں ہنر پروری کا ہے شہ
نہ یاں جھوٹ کچھ شاعری کا ہے شہ

ہنر ہے ہنرمند کوں کیا غم اچھے
جو بخشیں ہنرمند کوں سو کم اچھے

طلب ہے جو غالب طلبگار پر
کرے ناز ہنرمند خریدار پر

ہر ایک خوب جان ہور خریدار میں
بچارے ہنرمند کوں واں بہار میں

یو موقوف ہے سب خریدار پر
ہیرا فراز کرتا سمج کار پر

ہنر خوب ہر بار ہوتا نہیں
رتن پاک ہر ٹھار ہوتا نہیں

اگر مانی اچتا تو اس وقت پر
تو معلوم ہوتی مری کچھ قدر

مجکہ ناز کی ہے مرے کام میں
سو مشہور ہے روم ہور شام میں

نہ کچ آشنا کس پہ دھرتا ہوں میں
غرض بات دنیا کی کہتا ہوں میں

توں درمیانے آئی تو یو کام کر
مرے کام کا کچ سرانجام کر

ادھر سٹ نہ دے کام توں کر تمام
کہ تیری بزرگی ہے میرا سو کام

جو سمجے سو دو بول کس نا دھرے
بخت خوب تیں تو ہنر کیا کرے

ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار
تو دولت غلام ہور خدا ہوے یار

ولے دو نویک ٹھار آنا کدھاں
ہنر وند مقصود پانا کدھاں

کہ بیلکھی کے تیں زور پر کا اہے
ہنر وند کوں تقوا ہنر کا اہے

بخت نیں ہنر وند کوں تو غم نہیں
ہنر خوب پر کچ بخت تے کم نہیں

ہنر خوب اس پر جو بخت ہے بلند
یو دو نوبی ہوویں تمنا ہور سگند

توں خوشحال آچ ہور نکر کچھ غم
بخت خوب گی ہے ہنر خوب کم

وہی شاہ عالم میں عارف کواے
ہنر وند کا لاڈ جے کوئی چلاے

کہ نازک ہے یوں دل ہنر وند کا
جو نیں تاب معشوق کی چھند کا

ہنر خوب ہنر وند جو دھرتے اہیں
سو تہایاں آپ پہ ناز کرتے اہیں

ہنر خوب جیوں خوب محبوب ہے
ہنر وند محبوب تے خوب ہے

سہراؤں اسے شاہ ور ساز سوں
جو سو سے ہنر وند کے ناز سوں

ہر ایکس کا دل فہم سوں جفت نیں
کہ عارف کھوانا یو کچھ مفت نیں

عطارد وہاں بیٹ بجومان سوں
کھیا بات اس دائی مہروان سوں

ہنر میں جو اس دھن کوں کچھ نام ہوئے
تو جس خاطر آیا سو دو کام ہوے

عطارد دیو بات اس تے بولیا لکھی
کہ دیکھے دل اس نار کا ٹک بجھا

دیدن آرائش محل و انعام دادن مشتری بہ عطارد

کہی دائی جا مشتری شاہ کوں
سورج جس تے روشن ہے اس ماہ کوں

کہ شہ مستعد سب ہوا ہے محل
توں اس محل کوں دیکھنے آج چل

ترے حکم کوں شاہ جیسں نئی اچھے
تجھے اس محل کا ہوس لئی اچھے

توں دھرتی تھی لئی دلیں سوں یوچ آس
کہ کو ہوے گا یو مرا محل راس

خدا آس تیری تجے اب دیا
کہ جیوں محل منگتی تھی توں تیوں کیا

محل دیکھ ہور مان شہ باج کر
مری بات تو ہور اس کا ہنر

کہ شاہاں کنے جھوٹ کہیا نہ جاے
مجکوں جھوٹ کے سو بتیا را گنوائے

بلند مرتبا جھوٹ تے ہوے پست
دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست

اگر جھوٹ سچ کوئی بجنہار ہوئے
ہنر عیب جو ہے سو اظہار ہوئے

عیاں شکل ہے دیکھتا عیب کوں
ہنر ہے سمجنا ہنر عیب کوں

بچن دائی کے سن سو دھن کر منج
درست ہے لکر آپنے دل میں سبج

چلی نار اس ٹھار اس کے سنگات
تماشا محل میں دیکھی وھات دھات

محل دیکھ دائی کوں گل لاے کر
انند شوق ہور ذوق خط پاے کر

جو بولی اتھی بات وو دھن سجان
عطارد کوں اس تے بی دی زیاست دان

شہاں کا دل اس دھات اچھنا بھلا
دست اس وضا بات اچھنا بھلا

خدا جب جسے کچھ دلاتا اچھے
توں شاہاں کے بی دل میں لیاتا اچھے

خدا جب دلاوے تو کوئی کچھ پاے
شہاں کاں تے دیں جو خدا نا دلاے

خدا پاس تے توں امید تم سں منگ
اگر توں منگے تو خدا پاس منگ

جو شاہاں اپر بول دھرتے اہیں
غلط ہے الویاں بسر تے اہیں

عطارد کا حاصل مقصود کر
ہمنادان دی دل کوں خوشنود کر

جو یک ٹھار ٹک ٹھیر چنچل کھڑی
نظر شاہ کی صورت اوپر پڑی

صورت شہ کی دیکھت بھلی نار وو
پڑی بے شد ہو کر اسی ٹھار وو

کتک وقت لگ دھن وو بے ہوش تھی
سو شہ کی محبت کرے جوش تھی

کہ آہاں بر آیاں جو ماری اتنے
ستی مست ہو ہوشیاری آنے

سو وو دائی پکڑی دکھوں جھورنے
لگی بات الیس میں اپنے جوڑنے

کہ وا اس نھنی کوں یہاں کیا ہوا
مری چندنی کوں یہاں کیا ہوا

کہاں جاؤں کس کو کہوں کیا کروں
اتاں اس کوں اس ٹھار میں کیوں دھروں

مبادا پری کا اچھے اس نظر
کہ یو ہوئی لیکا یک یوں بے خبر

ممنجے آج دستا نہیں کچ کہیں
منتر کاری بھی کوئی حاضر نہیں

تو امحل جھے کیا ہوا یاں اسے
لیکر جاؤں یاں تے اتا کاں اسے

اُٹھاتی تو اٹھتی نہیں نار یو
نہ جانے کہ کیا دیکھی اس ٹھار یو

سو ویسے میں وو نار ہشیار ہوی
جو تھی بے خبر سو خبر داری ہوی

صورت شہ کی تل تل بُجھانے لگی
کھڑے قد پہ بلہار جانے لگی

دیک اس نقش کوں نار حیران تھی
سو سُدبُد گنوا سب پریشان تھی

نہ ان بھاوتا تھا نہ پانی اُسے
ہوی تلخ سب زندگانی اُسے

پکڑ رہی تھی واں نار اس ٹھار کوں
کہ بھاتی وہی ٹھار اس نار کوں

وہی نقش تن تھا وہی نقش من
وہی نقش پانی وہی نقش ان

قطب جیوں قطب ٹھار پر تھیر جھے
وہاں مشتری پھرتی جو پھیر جھے

محبت جو پکڑیا جھے یوں دات کر
بچاری کہاں جائے وو نہاٹ کر

اگر کس کوں بل بل جو رستم اچھے
محبت کی تل تل سوں کم اچھے

پیارے میں ہوں راتی بکیلی کیوں جیوں ماہی
موتی ایک ہاری موتی سو بر جھے کی جھار کھائی

غش کردن مشتری از دیدن تصویر قطب و پند دادن دائی

لگی پوچھنے دائی اس نار کوں
کہ اے مائی کیا دیکھی اس ٹھار توں

ترا دل نہیں کی انند سکھ پر
کہ قربان گئی دائی تج مکھ پر

محل دیکھنے آئی تھی شوق سوں
سو اب بیٹھی کی یوں توں بے ذوق سوں

چھپاتی توں اس بات کوں کی اے نار
تجھے کون ہے منج تے بھی دوستدار

تو بیگانی منج جانی اس دھات کی
نہیں بولتی کھول یو بات کی

کہ ماباپ ہور یک بڑے بھائی سوں
چھپاتے نہیں بات کوئی دائی سوں

جو توں نا کہسی منج کن اپنا یو حال — تجے دو و ہرگز نکر سوں حلال
اگر ٹک جو توں ناز سوں چھند کرے — تو پنکھیاں کوں بارے یہ پابند کرے
ترے مکھ جل تل جگت لون ہے — توں جس تائیں یوں ہوی سو و کون ہے
کہ یو بات توں منج تے پر کسوں — اے بھی زیاستی سوں مرے پھر کسوں
فرشتا اگر ہوئے اسمان میں — تو میں لیا دیوں تیرے فرمان میں
کہی دائی کیا پوچھتی حال توں — نکو پڑ جھٹے میرے دُنبال توں
بجد ہے توں اس بات کوں کھولنے — ولے منج طاقت نہیں بولنے
زبان من منے لٹ پٹاتی اچھے — نہیں بات لیکائیک آتی اچھے
فہم داری کی فام سوں فام توں — وگرد پر وگرد دینے کیا کام توں
ترے ہات تے کام آسی نہ یو — جو کوئی نگی تجے میں تو نہا سی نہ بو
کہی پچ ہے کیا ہوے گا منج تے کام — کرے گا حق اس کام کا اہتمام
جو بھو بھیج پوچھی جہروان دائی — تو اس دائی کوں شہ کی صورت دکھائی
یدی اس صورت کی دیوانی ہوں میں — چھپیا بھیدیاں کچھ جانی ہوں میں
یہی نقش بھوو بھلایا منجے — یہی نقش یہہ اب لایا منجے
اسی نقش کا دھیان دھرتی ہوں میں — اسی نقش کے تائیں مرتی ہوں میں
اسی نقش کوں دیکھ پریشان ہوں — اسی نقش کوں دیک حیران ہوں
یدی نقش اے دائی منغم کیوں کیا — میں عاقل اتھی دیک بیغم کیوں کیا
منجے میری صورت پہ لی تھا گماں — ولے یو تو منج تے بی ہے خوب جان
کہ جس جان کا نقش اس دھات ہے — سو شہ جان آپے و کس دھات ہے
سو شہ کی صورت ٹک بجھا دیکھی دائی — سو وو دائی بھی سد اپنی گنوائی
کہی نیں ہے تیرا گنہ کچ دھن — کہ ایسچ صورت ہے یو من ہرن
لِتس اوپر توں بی نار ہے باؤلی — اُچھا لیا بدن ہوی ہے اوتاؤلی
توں چنچل چتر نار اتنی سی ہے — بڑی چھند بھری بھوت فتنی سی ہے
یو کیا اچھے عشق جو توں کری — بھلی ہے توں شاباش جو نیں ڈری

پرت ہنت میں توں نوی آئی ہے
اجھوں نیہ کے چر کے نیں پائی ہے

عشقبازی دھن کچھ نھا کام نیں
نھنی ہے توں اجھوں تجے فام نیں

کچی توں تجے بُد کچی ا ن ہے
کہ کانداں کے نقشاں سوں جیولائی ہے

خوشی آہے دشمنی توں بچھا ن
دو کھا کر جو بولے اسے دوست جان

غرض وندکوں یو بات کاں فام ہے
دکھا بولتا دوست کا کام ہے

توں اس نقش سوں عشق سازی اچھے
یو نیہ نیں ہے طفلاں کی بازی اچھے

عشق کیا ہے کر کے پچھانی ہے توں
گڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں

ہوس ہے نکو جا ہوس کے دُنبال
بھلی وو جو ایسے رکھی یاں سنبھال

طرز عشق کا تھا سو کتی پائی وو
وے پند کوں کہتی تھی دائی وو

تلیں تل مٹکتی تھی اُس مائی کوں
کہ واجب اچھے پند دنیا دائی کوں

تو ماباپ فرزند کوں بیچ گود دھر
بھروسا جھوٹ کرتی ہے دائی پر

وو دھن جانے ہور اُس کے من کا حبیب
کنا تھا سو کی وو پچھیں یا نصیب

(ن) تھوڑا اچھوت جانی ہے ہی جان گے
مری بات توں ساچ کر مان لگے

انگے عشق کیا ہے سو جانے گی توں
بڑی ہووے گی تو پچھانے گی توں

توں کس باپ کنوا کر ہوئی ہے نکس
کہ آدھا اچھے عشق سارا ہوس

توں صورت ستی جیو کیا لائی ہے
توں صورت منے معنی کیا پائی ہے

اگر معنی سوں جیو توں لائے گی
تو صورت تھے پھل بھی توں کچ پائے گی

عشق صورتی کام ناآئے پچ
لگا معنی سوں جیو جو توں پائے پچ

عشق صورتی جائے گا جان توں
عشق صورتی خوب نیں مان توں

سو دھن دائی کوں کئی کہ تیں تج فام
ازل تیج تھا ہو بہارا یو کام

سنیجے معنی دستی ہے صورت بھتر
تو لیدتی ہوں اس پاک مورت اُپر

تزک کس کے کہنے کوں نیں آئی ہے
اگر ما اگر باپ اگر بھائی ہے

جو معنی عیاں تج ہے صورت منے
بیاں ناکیا جائے وو کسو

اول تے ہوا ہے میرا حال یوں
پڑی کی توں نہنی میرے

جو میں منگتی دارو سود لیسی نہ کوئی
کسی کا درد بانٹ لیسی نہ کوئی

دنیا میں جتا دیکھتی ہوں جسے
الیس کا الیس کوں پڑیا ہے کسے

یو دلسوزی تیری خوش آتی نہیں
دیوانی ہوں میں پند بھاتی نہیں

دیوانی دیوانے کی پند دے نکو
رو لگا کر بُرے بول توں کے نکو

اچھیں جو لگی اُس نہ جھنجولنا
یو دُکھ پہ ہے دُبل تیرا بولنا

کہ غصے سوں منج پر اٹھتی ہے توں
کہ جلتے اُپر تیل ستی ہے توں

اگر میں تجے پچ کہی اے سُبلد ھر
دیوانی ہوں اس کا نکو عیب کر

نکو عیب کر دل میں کچ ریب تے
دیوانا ہے کالی (؟) ہر ایک عیب تے

کیا عقل میں اچ کے لھو گھونٹنا
بھلا ہے دیوانی ہو کر چھوٹنا

دیوانا جو کوئی ہوئے زمانا پچھان
وو عاقل ہے اس کوں دیوانا نہ جان

غرض ایسی باتاں سوں کیا ہے تجے
نصیباں منے تھا سو آپڑیا منجے

نہ کوئی عشق کوں لیا نہارا اہے
کہ یو عشق ایسے آنہارا اہے

جہاں عشق ہے واں ہے حیران سب
اخل ہور فہم شُد بُد گیاں سب

نہ جاسی پرت منج تے اب چھوٹ کر
کہ دل لے گیا ہے میرا لوٹ کر

یو فریاد تیں کس کتے جا کروں
نہ ہونا اتھا ہور ہوا کیا کروں

پرسیدن مشتری وخبر صورت محمد قلی از عطارد

عطارد کوں بھیجی بلانا اروو
دو نوں بیٹھے ملکر سو یک ٹھار دو

کہی توں سنوار یا محل سازسوں
لکھیا صورتاں اس میں بھو نازسوں

صفت دور تے تیری سنتی تھی جیوں
سو نزدیک تھے آج میں دیکھی تیوں

ہنروند توں سچ پچھانی تجے
کہ مانی تھے تج زیاست ماتی تجے

کہوں کیا تیری خوبی کی باب میں
ہراؤں تج ایسے کوں کس دھات میں

سو دھن بات بھو دھات اس سات کر
کہ اس سات بھو دھات یو بات کر

کہ تج سات یک راز دھرتی ہوں میں
سو اس راز کی بات کرتی ہوں میں

سکی شہ کی صورت اُپر کی نظر　　　کہی اے عطارد توں سُن کان دھر
(ن) کسی شاہ اپنی یوں اس نار کوں　　　چمک کھنچ لیتا ہے جیوں سار کوں
(ن) نہ جانو کہ یہ نقش کیا سحر سے　　　کہ ہر دل میں اس نقش کا مہر ہے
دنیا میں تو کیں صورت اس دھات میں　　　توں جیوتے لکھیا یا کہ دیکھیا ہے کیں
میرا من بھلایا یو من ہر صورت　　　لیا دل دیا جیو یو دلبر صورت
عجب راز ہے یوچ پایا نہ جائے　　　جو پائے تو مقصود کہیا نہ جائے
(ن) کتا میں رکھوں دل میں نا بول کر　　　کہتی ہوں تیرے پاس اب کھول کر
(ن) کہ یو بھید کر توں تجے فام ہے　　　کہ تجسوں انگے بی منجے کام ہے
عطارد کھیا دل میں اس دھات لیا ہے　　　کہ سنیٹری ہے اب یو[1] تو جانے نہ پائے
بہت سخ ستی آج یو کام ہوا　　　اتال انت اس کا منجے فام ہوا
جو مقصود کوں یاں لگ آیا ہوں میں　　　سو الحمد للہ کہ پایا ہوں میں
سنے گا اگر شاہ اس بات کوں　　　تو خوش ہوے گا منجہ بھو دھات سوں
چتارا چتر گنونتا خوش لکھن　　　کھیا کھول سب مشتری نار کن

تعریف کردن عطارد پیش مشتری از محمد قلی قطب

براہیم قطب شاہ ہے شہ سُبحان　　　دکھن تخت کہ شہر اس کا مکان
شہاں نعل بندی دیتے ڈرتے سب　　　جنگل بکڑے ٹھے[2] وو نکل گھرتے سب
ظلم زیاستی تھے مُلک پاک اس　　　کہ مشرق تے مغرب تلک دھاک اُس
شٹے گا بنی گاب اس دھاک تے　　　چھپیا بھیں بھتر رستم اُس دھاک تے
جو اُس ڈر نہ اچھتا سمند دل منے　　　تو جگ کوں ڈباتا و یک تل منے
اگر ہیبت اُس کا نہ دھرتا پون　　　اُڑا اسٹ دیتا بھیں کوں تنکے نمن

اُسی عدل تے گال کر سب سہر یہ
محمد قلی فرزند اس راج کا
تلاسین پشانی سوں پگ سندریال
جلکھے نور شہ مکھ چندر میں اچھے
پریاں شاہ کے عشق کا پا اُمنگ
جو انگلی چکل چکھ دھرتا اچھے
لگا عشق لاک استریاں لاک دھات
ہریک گوپنی شہ کی جیوں ماہ سے
اگر سور جیسی اچھے کوئی سندر
ہُوا پرگٹ اس کا حسن یاں تلگ
جہاں پانو دھر شاہ چلتا اچھے
رہے جان جہا جان شہ بجھ بل
دو ایسا ہے شہ جان سن اے سندر
صورت اُس کی اس دھات اچھے خوب جب
جو شہ باغ میں ٹک تماشے کو جاین
شہنشہ کے دیدار کے نور تھے
کھیاسب دلے ان کھیا میں یو بات
کہ مت سہر چپے بات یو سون کر
جو عاجز ہو د کھلائے عاشق نیاز
کہ خوباں میں عادت سو اس دھات سے
سلکھن چتر دھن چنچل گنو نتی
کہی کیا ہے تدبیر اس کی اتال

اگن کانپتی ہور لرزتا ہے نیر
کہ لایق ہے دو تخت ہور تاج کا
دیوانیاں ہیں اُس کیاں سو حور و پریاں
نہ جن ناپری نابشر میں اچھے
پڑیں شہ اُپر شمع پر جیوں پتنگ
تو سوراخ شہ سنگ کوں کرتا اچھے
دیوانیاں ہوں پھرتیاں ہیں اُسکے سنگات
کہ اس دور میں کشن او شاہ ہے
بلا دور ہوئے شہ کے پاواں اُپر
کہ یوسف کی خوبی کوں بسریا ہے جگ
وہاں آب زمزم اُبلتا اچھے
اچھے چھانو جیوں دولت اس پانو تل
سگی ماں بھلے گی اسے دیکھ کر
جو توں دیک اُسے بھولی تو کیا عجب
تو ان روت جھاڑاں پھلاں بار لیایں
سگلے جھاڑ ہے ہوئیں بھی سیر تھے
کہ عاشق ہے تیرا سگھڑ شہ سُجات
ہوا کام بھی سہرتے ہوی تل اُپر
تو معشوق کرتا ہے تیر تیچ ناز
چھپی میں ہے مشہور یو بات ہے
سو شہ عشق کے درسوں ہوئی بھی متی
کہ منج تو اب رہیا نہیں کوچ حال

دکھایا صورت جیوں توں تصویر کر — تو تو، منج کہہ اس کی تدبیر کر
مرا حال کیا ہے سو جانے تمہیں — چھپیا راز دل کا پچھانے تمہیں
تہیں میرے غم کا سو غم خوار ہو — کہ میں بیٹی توں باپ کے ٹھار ہو
کسے بات یو بولوں میں جا کر — کہ تدبیر میری کرے آے کر
جو منت لگی کرنے بجو دھات سوں — عطارد قبولیا وو اس بات کوں
دیا آس اس نار کوں پیو کا — کہ مرتے کوں تقوا دیتے جیو کا

غزل گفتن مشتری از فراق محمد قلی قطب شاہ

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آمل رے پیا
تج بن منجے جیونا بھوت ہوتا ہے مشکل رے پیا
کھانا برہ کھیتی ہوں پیا پانی انجھو پیتی ہوں میں
تجتے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا
ہر دم توں یاد آتا منجے اب عیش نیں بھاتا منجے
رہ رہا لو سنتا تا منجے تج یا نج تل تل رے پیا
منج تن تعش جانے تہیں منج ہمٹار جیو لانے تہیں
منج دل مندھر میانے تہیں کیت ہے منزل رے پیا
توں جیو میرا میں سو دل تج سات رہنا کیوں نہ مل
دن رات میں میں ایک تل میں تج تے غافل رے پیا
جس یار کو میں منگتی ہوں وہ یار کہاں ہے
ہم سوں سکی چل جاتی وے ٹھار کہاں ہے

دل ہات میں تجھے چھین لے کر نھاٹ گیا ہے
وو یار دغا باز جو نٹے مار کہاں ہے
مشتاق کے بازار میں ہیں بیچتی ہوں جیو
دلّال کدھر ہور خریدار کہاں سے ہے
عاشق تو تج ایسے سکی لاکھاں ہیں و لیکن
معشوق سو اس دور میں اس سار کہاں ہے
دیدے مرے نادیدے جو دیدار دیکھے تجھے
تج صبر دیو بہار وہ دیدار کہاں ہے

یاد کردن مشتری محمد قلی قطب شاہ

لگیا ہے میرا شہ سوں بہو تیج دل — رھیا جاے نا منج تے اب ایک تل
ملا دو منجے کوی میرے شاہ سوں — سورج سر و قد سر نگ ماہ کوں
نا منج باغ خوش آوے نا بوستاں — نہ منج خویش بھاتے ہیں نا دوستاں

حالت مشتری در فراق محمد قلی قطب شاہ

نہ سکھ سوں منجے نیند آتی اچھے — نہ پھل سیجڑی منج بھاتی اچھے
لساے ہوے کیس یوسس تے — تپاتی اچھے رات منج دیس تے
کہاں ہے وو شہ نر ملا نوجوان — کہاں ہے وو شہ گنونتا گن ندھان
کہاں ہے وہ لالن منٹھی چال کا — کہاں ہے وو ساجن لٹپٹے بال کا
کہاں وو چتر چنچلا من ہرن — کہاں وو سگھڑا چھیلا ہے سجن
نہ منج دیس ہے سکھ نہ منج رات — تجا نو کہ گمتا ہے شہ کس سنگات
جکوی نار اُس کن ہے اُس نار تھے — منجے رشک آتی ہے اس ٹھار تے

ہوے جل کجل نین دیدار باج — یکیکی کدھاں لگ رہوں یار باج

رتن تھے سو تن پر انگارے ہوے — کہ مکھ چاند انجھو سو تارے ہوے

ہریک روں میرے تن پہ جیوں ناگ ہے — سنا تھا اول سو اتال آگ سے

دو بادام تھے اُس چنچل نار کے — لگے دانے جھرنے سو انار کے

کہی شاہ کے تیں سو دھن یاد کر — دُکھیا جیو میرے کوں ٹک شاد کر

منجے تیرے ملنے کی لئی آس ہے — کہ تن منج کئے جیو تج پاس ہے

میرا حال کیا ہے سوا ے شاہ نیک — توں اس جیو میرے کوں ٹک پوچ دیک

مجھڑا منج پڑھے کے توں جنجال تھے — توں غافل نکو اچ میرے حال تھے

کیا ہے برہ زیاستی داد دے — پریشاں ہے جیو دل شاد دے

کہ کوئی داد ویسی نہ تج باج منج — عجب کام آکر پڑیا آج منج

رہی ہوں بھوت درتے تج آس کر — منجے گن توں اے شہ ایس داس کر

منج ایسیاں تجے لاک باندیاں اہیں — کہ تج[۱] سات ملکرو ناندیاں ہیں

پریاں ہور حوراں [۲]رہے تج سنگات — تیری ناند نک شہ اہے دھات دھات

ہوا کیا جو سیلیاں ہیں دو چھب ستی — محبت میں ہیں زیاست ہوں سب ستی

محبت میں جو زیاست سو زیاست ہے — کہی بات میں راست ہور راست ہے

بڑا سا برہ منج ستاتا اہے — سو تیتی کوں پھر پھر تپاتا اہے

خدا اس برہ کا کرے گھر خراب — کہ ناحق منجے آج دیتا عذاب

جو سینٹرے برہ میرے داواں تلیں — اگر[۳] کر سٹوں ڈنے وے پاواں تلیں

اگر وصل ٹک آکے سنبالتا — تو برہا منجے کیا سبب جالتا

بڑا ایے کٹڑا اس میں خوبائی نیں — منجے مار نے عار اسے آئی نیں

گرب کی نہیں گل پڑیا مائی کا — نفا کیا ہے جگ میں برہ آئی کا

کہ ما اس کی نا جنتی باٹ کی (۹) — دکھوں چھاتی یو میری سب پھاٹ کی

میرے پاس میرا قطب شاہ نیں — میرے حال تے کوئی آگاہ نیں
کدھر دیکھوں شہ میں کدھر دیکھوں تج — نہیں منج توں دِستا جدھر دیکھوں تج
نہ وعدے کی منج آس نا درس ہے — ہریک دیس تج باج سو برس ہے

رباعی خواندن مشتری

تج یاد بنا ہور منجے کام نہیں — نس جاگتے جاتی ہے دن آرام نہیں
میں تو تجے منگتی اد کہ جیو و لے — توں کیوں منجے منگتا نسو کچ کام نہیں

نامہ نوشتن عطارد بہ قطب شاہ

عطارد دبیر ہو کے تقریر سوں — لکھیا نامہ مضمون گنبھیر سوں
سو بھیجیا اُنے کاغذ اس شاہ پاس — کہ برآئی ہے تجہ اُمید و آس
اگر دھن اُپر ہے تیرا شاہ جی — تو واں کھان کھا ہور یاں پانی پی
کہ جیو ناج تج باج مشکل اسے — گذرتا ہے یک یک ہو کے ہر تل اسے
تکو بار لا بیگ توں بیگ آ — کہ وو نار ہوئی ہے تیری مبتلا
ترے تائیں ہوی ہے یو بدنام یاں — کہ تج کرتے کچھ ہوگیا کام یاں
ذکر لائی ہے دل میں تج دھیان دھر — قطب شاہ قطب شاہ قطب شاہ کر
ترے وصل کا میں جو دیتا نہ آس — تو یک تل میں مرتی سو دھن بھر اُساس
میرے پاس احوال سب کئی اچھے — اسی آس سوں چوب کر رکھی اچھے
یو دلسوز نامے کوں لکھتے براں — صفے پر نکل پڑتے تھے اچھراں
نہ لک سک قلم دُک تے گھُنتا اتھا — رُخے پر قلم کالی سٹتا اتھا
بھیں عشق بھیدیا ہے اس ماہ میں — کہ سو سو خسرو اچھے اک آہ میں
نپٹ ما تجھوں لیدی اچھے نار وو — تیرا دیکھنے منگتی دیدار دو
نہیں ایک تل تج بن آرام اُسے — نہیں کام تج یاد بن کام اُسے
تُسہا توں سو دھن کوں تو منگتا ہے زیاست — ولے وو تجے منگتی تج تے بی زیاست

نہ ہوے کام اس کام پر ہوئے بن — کہ ما دو دیتی نہیں روے بن
توں اب ... مقصود ہوے یوں نے — برگ پھل سٹے باد کے توں سنتے
برگ بار ہے ہور جہاں باد ئین — ترت پھل لینے کا واں داد ئین
جو پھل لینے منگتا ہے ہنگام پر — تو بیگی نکو کر ہر یک کام پر
ملے گی تجے وہ چنچل سندری — نظر آکر اب شہ میری چاکری
دیوانی تیری مشتری نار ہے — سو شاباش کہنے کی مج ٹھار ہے
کیا کام یو میں یہاں میں سنجر — میرے بخت اے شاہ تیری نظر
تجے بات یو شہ کہیا جاے نا — ولے باج کئے بھی رہیا جاے نا
کہے تو نہ ہوتا سو ہوے کام سب — کہے تو چھپیا بھید ہوے کام سب

بشارت یافتن شاہ و رخصت شدن از مہتاب

پڑیا شاہ ناماہو خوش چاو سوں — انکھیاں پر رکھیا لیکے بھو بھاو سوں
کہیا کام یکایک یوں کیوں ہوا — جو اول تھا دم سو اب یوں ہوا
ہر یک مشکل آسان کرتا ہے وو — کہ قادر ہے قدرت جو دھرتا ہے وو
کیا شکر سجدے کون کرتار کا — کہ توں دل ملایا ہے اس نار کا
جو لیدی ہے ودناریوں مج اُپر — سو میں کیا سکوں گا ترا شکر کر
جو ثابت قدم عاشق ہے نار کا — خوشی ہوے غم اس کوں سینار کا
کہ جانباز عاشق جکوئی پاک ہے — مراد اس کے پاواں تلیں خاک ہے
بخت بختور آج غالب ہوا — کہ مطلوب جو تھا سو طالب ہوا
کہیا شاہ اس نار مہتاب کوں — کہ جانے کوں دے اب رضا مج کوں
رہیا تجسوں لی دلیں یک ٹھار ہل — سو جیو یار سیتی اچھے یار ہل
جو اس نار کے تائیں آتا نہ میں — تجے چھوڑ کر یاں تے جاتا نہ میں
تیرا پیار مج پر اہے اے پری — کہ مج سوں توں لئی آدمیت کری
عجب تجتے دیکھیا ہوں خوبائی میں — نہ ہو سکوں تیرا سو آترائی میں

عطارد بلایا منجے بیگ اتال ۔ کہ بیت دیکھتی تجسو دھن ہست چال

بشارت لو آج پایا ہوں میں ۔ اسی کام کوں یاں لک آیا ہوں میں

رضا دے لتا خوشنود ہو کر منجے ۔ کہ توں ھے پری ھے ترا ڈر منجے

دکھن تے جو میں ٹھارا نپڑیا ہوں میں ۔ ترے ہات میں آکے سنپڑیا ہوں میں

کہی شہ نکو بول یو بات توں ۔ بچھانیا ھے آخر منج اس دہات توں

نتی بے ادب کر نکو جان منج ۔ کہ میں داس تیری ہوں توں مان منج

مری بات پچ جان شہ توں پتیائے لے ۔ کہ خوباں تے ہرگز برائی نہ آئے

نہیں خوب اس جو برائی کرے ۔ گوا کھو دے پر کاج اپے ڈوب مرے

بھلے ہور برے میں فرق ھے شہا ۔ برا خوب ہور خوب نا ہوئے برا

جو کم ذات اس تے وفا نیں ہوتا ۔ اصیلاں تے ہرگز خطا نیں ہوتا

برائی کہ یا خوبی یو دو پچ ھے ۔ اصیل ہور کم ذات میں یو پچ ھے

منا کرنے نیں تجکوں سکتی ہوں میں ۔ جو رھیگا تو منت سوں رکتی ہوں میں

اپی ہو تجے کیوں کہوں میں کہ جا ۔ اگر جائے گا شہ تو تیرا رضا

کہے شہ کہ جاتا منجے ھے ضرور ۔ جو نا جا سوں تو کام پڑتا ھے دور

منجے ایک تل اس بن آرام نیں ۔ رھنے کا یہاں اب میرا کام نیں

سلکھن سکی پچنچلی ماہتاب ۔ سو دی شاہ کوں یوں پھرا کر جواب

سنگات آتی انپڑاتی شہ توں گھر ۔ جو اچتا نہ ماباپ کا منجکوں ڈر

تری باندی ہوں میں منجے نا بسار ۔ توں جاتا ھے دے کچ منجے یادگار

کہیا شہ کہ میں لی گمیا توں سنگ ۔ تو کیا منگتی ھے سو میرے پاس منگ

کہی خوش ہو ہنس کر وہ ہنس مکھ پری ۔ ترے ہات کی شاہ انگشتری

انگوٹھی نشاں اس دئے شاہ نے ۔ رکھی جیو کہہ اس کوں اس ماہ نے

جو شہ گی کہ دے توں بی کچ منج نشاں ۔ کہ تج یاد کرتا اچھوں اسے سنجال

جتا خوش اتھا آشنائی ستے میں ۔ وتا ناخوش ہوں اس جدائی تے میں

کہاں تے کر یو آشنائی ہوئی ۔ کہ اس دھات آخر جدائی ہوئی

رکھیا نیں ہے کس یک جنس آسمال ۔۔۔ کہ اوّل بہار ہور آخر خزاں

مثل جگ میں مشہور یو جم اہے ۔۔۔ کہ ہر یک خوشی کے تھیں غم اہے

بچھڑا اچھے جاں اچھے مل دو یار ۔۔۔ کہ مستی جہاں ہے وہاں ہے خمار

یکسکا یکسکوں جو لاگیا پران ۔۔۔ تو اچھنا یکس کا یکس کن نشان

یکس کی نشانی کوں یک دیک کر ۔۔۔ کرے یاد یکسکوں یک اے سندر

نشانی کی تو کوچ حاجت نہیں ۔۔۔ ولے رسم ظاہر نہیں یوں کہیں

یہ لبسرے کد حیں یار کے تیں دو یار ۔۔۔ محبت اچھے تس کنے یادگار

پرت کا روش تو اہے اس وضا

تو دیتی ہے یا نیں دیتی کیا رضا

سیف الملوک و بدیع الجمال

۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء

از

غواصی

حکایت تولد شدن سیف الملوک

الٰہی جو صاحب ہے سنسار کا
جو دیتا ہے منگیا مگنہار کا

جو بیٹا دیا شاہ کوں بے بدل
چندر سور تے خوب نرمل نچھل

سو عاصم تول شاہ پایا اُس
بہر حال فرزند ہوا کر اُس

خزینے دفینے جو کھولن لگیا
رتن ہیرے کے راس کھولن لگیا

گنایا ثمرت جگ منے کاج یوں
گنانا سکے جگ ہیں کوئی راج یوں

دُعا سوں اُچھا ہات بہوت صدق سات
منگیا اپنے فرزند کوں بعد حیات

خوشیاں سات اِمرت گھڑی فال دیک
سو سیف الملوک کر رکھیا ناؤں نیک

جو تھا صالح اُس شاہ کیرا وزیر
خدا اُس کے حق پر ہوا دستگیر

اُسی رات اُسے ایک بیٹا دیا
دلوا اُس کے گھر کا سو روشن کیا

مبارک گھڑی ہیں دیکھت فال او
سو ساعد کر اس کار کھیا ناؤں سو

جو اس حال تھے شہ کوں انپڑے خبر
ہو گیا سر تھے بھی خرمی پا بسر

بلا بھیجیا بیگ صالح کے تئیں
کہیا یوں کہ اس دہات منگتا ہوں میں

جو یو دونوں بالک مل یک ٹھار اچھیں
بدہیں ایک دل ہو کہ ہویار اچھیں

منگا بھیج ساعد کوں ویں شہریار
دو دائیاں رکھیا دونوں کو ایک ٹھار

خوشیاں سوں نجومیاں کو بھیجا بلا
دیکھیا شاہ زادے کے طالع کھلا

سو طالع میں اس کے یوں آیا نکل
کہ چودہ برس میں یکایک اول

بڑا غم اُسے ہو کہ دکھلائے گا
گذرئے جفا اُس اُپر جائے گا

تماشا دیکھے گا بہوت دہات دہات
ہلاک ہوئیگا خلق اُس کے سنگات

ولے شادمانی ہے آخر اُسے
بڑی کامرانی ہے آخر اُسے

سن اس بات کوں شہ گُہر امان کر
توکّل کیا اپنے رحمان پر

بہر حال دولتوں کو پالن لگیا
سو تل تل کوں اسپند جالن لگیا
برس سات کے جیوں یو دونو ہوئے
معلّم کوں یک خوب پید اکئے
لیجاکر جو بسلائے مکتب منے
لگے پڑنے دن رات دونوں جنے
کئے علم تحصیل اس دہات سوں
جو دم مار کوئی ناسکے بات سوں
ہوئے خوشنویسی کے یوں دہات میں
جو ساتوں قلم آئے تِنکے ہات میں
تیر انداز ایسے ہو نکلے وو دوئے
برابر اُنن کے تمہا جگ میں کوئی
قوی دست یوں کس میں کامل ہوئے
جو رستم نے یکدہات فاضل ہوئے
ہوئے مستعد زور سا دہن منے
رسیدے ہوئے ہر ہنر فن منے
ولے شاہزادہ سو مقبول تھا
مگر جیو کے ڈال کا پھول تھا
اگر ہوئیں پیدا سورج لاک لاک
تو آنا سکے اس کے سم کوئی تاک
کدہیں بہار سواری جو جاتا اچھے
دیکھن شہر کا خلق آتا اچھے
جو کوئی اسکوں دیکھے سو عاشق ہوئے
گنوا ہوش بیہوش مطلق ہوئے
طلبگار ہو یک دن آنند سوں
طلب جو کیا شاہ فرزند کوں

داستان طلب نمودن پادشاہ وعطا کردن خلعت وعاشق شدن سیفُ الملوک

سو یک دیس سیف الملوک جگ اُجال
شہنشہ کے جیو کے چمن کا نہال
محبت سوں ہو ایک تن ایک دل
گئے بختِ ورجاں ساعد سوں مل
چلیا شہ کوں تسلیم کرنے بدل
ادب سات سر بہوئیں دہرنے بدل
دیکھیا شاہ دونوں کے تئیں جو تجھا
سونے ہور روپے کے دو کرسیاں منگا
کیا امر بیسو کلکر دوئی کوں
لگیا دیکھنے بھر نظر دوئی کوں

ہوا ئی ہیں خوشحال اس دہات سوں
کہیا جائے نا او کسی بات سوں

لیلنے لگیا پیار کا دل ہیں شوق
منگایا خزینے میں تے یک صندوق

سو چونڈہیر جڑت یوں جڑے تھے اُسے
جو طاقت نہ تھا اُس بجھانے کسے

وو صندوق کھول ایک انگشتری
جھلکتا نگینا سو جیوں مشتری

بجھل زر زری خوب زر لفت ایک
یو دو بست کوں کاڑ اپے شاہ دیکھ

سو سیف الملوک کے دیا ہات ہیں
ہو خوشحال بہو تیج اسی سات ہیں

منگیا یا اتم ذات تیری انوپ
یوں ساز جلدی ہیں آپ روپ روپ

کیا پیش کش ہور نوازیا بہوت
بلا کر کہیا اے میرے منکے پوت

یو تیری اتم ہور یو انگشتری
یو زر لفت نرمل بجھل زر زری

میرے تئیں دیے تھے سلیمان بھیج
پریاں ہور دیوان کے سلطان بھیج

عجب کچھ خزینے ہیں میرے ہیں یو
دیا ہوں تجھے میں کہ تیرے ہیں یو

کہ مج تج بغیر کوئی فرزند نیں
عزیز ار جمند ہور دلبند نیں

بوستاں تجھے آرزانی اچھو
تیری عمر کوں جاودانی اچھو

خوشی اس دہات فرزند کوں سمجھائیا
دے تشریف دو لو کوں بھوڑ ائیا

مائل شدن سیف الملوک بر تصویر بدیع الجمال

عجب رات نرمل تھی اس دن کی رات
جھلکتے تھے نوراں ہیں لک لہات دہات

نکل آئیکر چاند تاریاں سیتے
جھلکتا اتھا جگمگاریاں سیتے

بجھل چیتدنا سب ہیں کپڑیا اتھا
سو جیوں دودھ کیرا وو دریا اتھا

بنے بن یون مک مکانی اتھے
چمن در چمن لک لکانی اتھے

خوشی ایسی بجھل چیدنی دیکھ رات
لے ساعد کوں سیف الملوک آپ سنگات

صراحی و پیالے کی مجلس بھر آپ
لگے ذوق سوں پینے بھر بھر شراب

نچل کا نہارے ہو گانے لگے
بجھانے کے باجے بجانے لگے

مجالس جمے راگ ہور رنگ سوں
ہوئے مست پیالے کیرے سنگ سوں

ادہی رات گتے ہوئی ایسے دبات
رہے ماندے ہو نیند کیرے منگات

ہوئے لوگ یکدہر تھے سب ٹھار ٹھار
یکٹ شاہزادہ سو تھا ہوشیار

یکایک سو دل کو لگیا جیوں تلاش
سو ہیٹل زربفت کا دو قماش

دیکھیا کھول کر سر بسر جیوں اونے
سو تصویر پایا عجب اس منے

وہ تصویر دیکھ ویں دوانا ہوا
وہی عشق کا اسکوں بھانا ہوا

پس میں لگیا روونے زار زار
سو پڑنے لگیا بے خبر ٹھار ٹھار

وہ صورت نظر میں رہی چوب کر
سو جاگا کیا دل منے خوب کر

دیا سنگ ساریاں کیرا چھوڑ کر
لیا کھینچ دم سب تھے مکھ موڑ کر

اندر ہارے بھری کوٹھڑی میں یکٹ
سو جا پڑ رہیا بے خبر ہو نپٹ

دیوانہ شدن سیف الملوک

جو ساعد ہوا نیند سیں ہوشیار
لگیا دیکھنے تائیں انکھیاں پسار

نظر نیں پڑا شاہزادہ کہیں
لگیا ڈھونڈنے حیران ہو ہر کہیں

سو پایا اندھارے منے ایک ٹھار
پڑیا تھا اکیلا دوکھوں بیقرار

انجھو انکھیاں میں تھے ڈھلتے اتھے
ندیاں ہو کے دو دہرتی چلنے لتھے

نہ ذرہ خبر تج اسے ذات کی
نہ طاقت زباں کوں ہے کچھ بات کی

جتا ساعد اسکوں اچانے کوں جائے
جتا پاؤں پڑ کر منانے کوں جائے

وتا انبسیں دکھلائے بہو شور کر
ندے جاب چپ رہے فراموش کر

اٹھیا ساعد اس دیکھ کر تلملا
لیا ہتیاں سوں کمر بھیلا

جو درحال ہشہ کوں خبر جا دیا
جو دیکھن کوں بیٹے کے آیا نزیک
کہیا یو نجومیاں کیرا قول ہے
جو کچھ شاہ کیرا جو ایمان تھا
ملک مال پر شہ کوں دل نا اچھے
جو مجلس بھرا نے کے تیئں بھار جائے
کدہیں ٹک جو دلگیر پاوے اُسے
صبا او تحہ بلا دور دے بے شمار
سنا ہور روپا باند کھنڈیاں بٹاے
دیکھیا یوں جو بیتاب یکبار گی
سوا اس وقت نرگس کو نا کر خبر
دعایاں کو دھو دھو پلانے لگیا

یکا ایک شہ کا سینا تڑ خیا
سو بیتاب سنچ پیچ پایا ادیک
وہی رنج ہے ہور وہی ہول ہے
سو سیف الملوک جان سو جان تھا
دیکھے باج بیٹے کوں تل نا اچھے
تو فرزند کوں دل منے یاد لیلئے
لنکل دیٹرہیں تے جیو جاوے اسے
ہتی ہور گھوڑے ہزاراں ہزار
جواہر کے راساں لیکر آ لوٹاے
کمر بیس گئی ہور لگی تنگ بگی
مبادا نظر کچ لگی ہوئے کر
لکھیا تعویذاں لیا باندھا نے لگیا

علاج کردن سیف الملوک

جتے تھے حکیماں اپن شہر کے
شتابی سوں فرمان صادر کیا
کتے وضع سوں سب کے دل ہات تے
جو فرزند میرا ہے سیف الملوک
مجے اس بغیر کوئی فرزند نیں
ہوا ہے یکایک جو بیتاب یو
کریگا دوا جو کوئی درد فام
سن اس بات کوں شاہ گنبھیر تے

حلب چین ہور ماورالنہر کے
وتیاں کوں بلا بھیج حاضر کیا
کہیا مہربانی سیتی لا گلے
فدا اس پہ تھے مال ہور یو ملک
عزیز ارجمند ہور دلبند نیں
کہ دیتا نہیں ہے کسے جاب یو
دلو ونگا اُسے بادشاہی تمام
اُٹھے سب حکیماں سو یکدہیر تے

کہے شہ کوں سب درد ہمن فام ہے
حکیماں دیکھن ناڑی جیوں آئے ہیں
ہوئے یک طرف تے پشیمان سب
جو اُس درد کا جنس کچ ہو وتا
سچیں ہر درد کوں ہے ہر کیں دوا
اچھے جس کے تیں عشق کا درد جو
مسلم شہنشہ ہوا لاعلاج
ہوا گھابرا اُشادمانی سٹیا

کرینگے دوا لو کِتا کام ہے
درد ظاہر اچ کچ نہیں پائے ہیں
رہے درد نا فام حیران سب
تو دارو و درمن کوں رُج ہووتا
ولے عشق کے درد کوں نیں دوا
بیچارے حکیماں کریں کیا کہو
نہ تھا کام اُسے کچ بیٹھے روئے باج
نپٹ نیند داتا و پانی سٹیا

رفتن ساعد پیش سیف الملوک

سو یک دیس آئے وزیراں سکل
نکچ اُس بات تدبیر کرنا بھلا
ہونا اسیتے وضع سوں گھابرا
سراندیل ترا سب پشیمان ہے
اپن درد تجھے ہوا آپے دردناک
بھلا ہے جو ساعد ٹک اُس کے نزیک
وہی اُس کے دل کا سوانت پائیگا
شہنشاہ کوں خوش لگیا یو بچار
گیا شاہزادے کے جیوں او نزیک
کہیا یوں کہ اے لال صاحب جمال
ترا نور ہر ٹھار معمور اچھو

کہے شاہ کوں یوں کہ اے شہ نول
نچ اُس فکر میں پاؤں دھرنا بھلا
کہ رہنا نچ اُس دہات سوں ہے بُرا
دکھی ہو مسلم پریشان ہے
نزیک ہے جو سیف الملوک ہو ہلاک (۵۰)
اچھے اُس کے دوک دردمیں ہو شریک
وہی اُس کوں مارگ منے لائے گا
دیا بھیج ساعد کوں بیٹے کے ٹھار
لگیا روُونے زار اُستے اد یک
نہ سورج چندر میں ہے تیرا مثال
ترا دل خوشیاں سات جم پورا اچھو

ہے تج نیں کوں نور تج نور تھے — سدا سور مجکوں تیرے سور نے
ادھر کھول مج سات کچ بول توں — ترے دل میں کیا ہے سو کہہ کھول توں
کہ تیرا سدا میں وفادار ہوں — ہر ایک ٹھار تیرا میں غمخوار ہوں
یکایک یو آیا ہے کیا فکر تج — لگیا ہے کسوں دھیان ہور ذکر تج
نظر کس سورج پر پڑی جگ گیرے — جو یوں نت اُبلتے ہیں جل کے جھرے
ترا چاند کن ہے توں کس کا چکور — جو بلبل کوں ہوتا ہے توں طور طور
کہے باج توں کچ سبے فام نیں — سُننے لگ میرے دل کوں آرام نیں
مجے کھول کر توں کہے تو بھلا — وگرنیں تو میں کاٹ لیونگا گلا
کمر میں تے وہیں اپنے خنجر کوں کاڑ — گیا آپنا پیٹ لینے کوں پھاڑ
دیک اے حال درحال سیف الملوک — پکڑ ہات ساعد کیرا دیکہ موک
برہ آگ سوں جل بلا آہ مار — انگارے نیں میں تے ڈالیا ہزار
پچھانیا کہ ساعد وفادار ہے — اپن دوکھ ہور درد کا یار ہے
وو زربفت کا پارچہ لائیا — جو تھی صورت اُس میں سو دکھلائیا
کہا میں اسی کا دیوانا ہوں بہوت — اگرچہ اپن ٹھار دانا ہوں بہوت
یہی روپ لبدائیا ہے مجے — یہی حسن نے سُدہ کیلا ہے مجے
کہیں روپ دنیا میں اس سار کا — نہ دیکھیا ہے کوئی خلق سنسار کا
کہ لگتی ہے نئی دل کو حیرانگی — نجانوں چھوٹے کیوں یو دیوانگی
سنیا راز ساعد اپن یار تے — رضا لیکر آیا جو اُس ٹھار سے
شہنشہ کوں تسلیم آ کر کیا — سُوا و صورت حال سب بولیا

پارچہ زربفت آوردن پریاں

عجائب لگیا شہ کوں اس بھید پر — کہیا کھول کو سب کوں یوں سر بسر

وو زربفت جو میں دیا تھا اُسے
جو خوش ہو عنایت کیا تھا اُسے

میں یک دیس بیٹھا اتھا تخت پر
سو دیکھیا ایکایک اُسی وقت پر

جو بارا اٹھا اک بڑے زور کا
دہلارا اٹھا سخت شہر شور کا

چھپیا تھا گگن اس دہلارے تلیں
(۲۰ م) پریشان تھا خلق بارے تلیں

سو دیسے ہیں واں تے نکل بہار کوں
کیتنک شہ پریاں علین جھلکار سوں

میرے تخت کے آنگے آیاں تمام
کیاں مجکوں دیک یکطرف تجھے سلام

کہیاں منجکوں اے صاحب تخت و تاج
ہمنکوں سلیمان بھیجا ہے آج

دو زربفت کا پارچہ لائیاں
میرے آنگے رکھہ کھول دکھلائیاں

جو تھا اس منے صورت بے نظیر
تجھو لیا دیکھ صورت وو میرا ضمیر

لیا ہیں اُسی وقت پریاں تے آنٹ
کہ صورت کسی کا ہے پایا ہیں نیٹ

کہیاں کھول یوں منج اوپر کر کرم
لو لیا یاں ہیں از گلستانِ ارم

کہ ہے شہ پری یک بدیع الجمال
سو لو پاک صورت ہے اُس کا مثال

او شہبال بن شاہ رخ راج کی
سو بیٹی ہے ات شرم ہور لاج کی

پرے ہور پریاں جہاں لگ تمام
کریں آکے شہبال کوں سب سلام

وو زربفت بے مثل نا ہووے کر
یک انگشتری ایک ترنگ تس اوپر

لیکر آئیکر پیش کش منج کیاں
ایکائیک سب غیب ہو کر گیاں

نہ جانیا ہیں اس دہات ہوئیگا لکر
کہ اصلا نہ تھا کچ منجے بو خبر

سلیمان تو نہیں ہے جیتا اتال
کہ دستا ہے منج سر بسر کام گھال

یہاں کون ایسا ہے جان ہور پچھان
ہو دیوے گلستاں ارم کا نشان

لگیا فکر آشہ کوں اس دہات کا
معما دسیا مشکل اس بات کا

اندیشے منے پڑ ہو دلگیر ادیک
ہلکوں شاہزادے کے آیا نزیک

کہیا اے میرے من کے نوری نہال   اوجالا دو جگ کا سو تیرا اجال
توں جس روپ کیرا دیوانہ اہے   اوڈھنڈنے سو عالم میں پانا اہے
اُوتالا نکو ہو کہ تج زیاں ہے   اوتالا کرن ہار نادان ہے
تجے اس وقت پر صبوری بھلی   تو عاقل ہے تج عقل پوری بھلی
بجھانت سیتی خوب پہچان توں   نہ کر یوں اپس کوں پریشان توں
کیتک دیس خاطر کوں تک جمع راک   درد دو کھہ تجھے کر لے سینے کوں پاک
جو لیووں پرے ہیں کلا ہات پاؤں   خبر تیرے مقصود کی ٹھاؤں ٹھاؤں
جو اس دھات سوں سنگ مہلت لیا   سو لوگاں کوں ملک ملک بھیجیا
پتیا باپ کی بات سیف الملوک   رہیا دم پکڑ چھوڑ دے درد و دوک
لگیا پھر نے خوشحال ساعد سنگات   پکڑ کر رہیا وو اسے دن و رات

فرستادن رسولاں شہر در تفحص گلستانِ ارم

گھر سنج اس بے بدل گنج کا   کہے کھول یوں قصہ اس رنج کا
جو گئے تھے رسولاں تمام ایک بار   لگے ڈھنڈنے عالم منے ٹھار ٹھار
سو ڈھنڈنے لگے کراوتالا تمام   سٹے جا کے عالم پہ جالا تمام
خراسان روم ہور شام ہور ختن   حبش ہور گجرات دلی دکھن
عراق ہور شیراز رے ہور خجند   بخارا بلخ یزد ہور سمرقند
سمنجان کاشان سنجان سب   حلب چین توران ایران سب
مجاز آگرہ ہور سکل پرتگال   سو مشرق و مغرب جنوب ہور شمال

لنکا پڑ لنکا ہور بنگالا و گوڑ / بچارے جدہر کے ادہر دوڑ دوڑ
گئے یک طرف تھے جگت تل اوپر / پنائے گلستاں ارم کا خبر
برس ایک لگ سب پریشان ہو / پھر آئے مصر کوں پشیمان ہو
سنیا جیوں یو احوال سیف الملوک / لگیا غم پہ غم کرنے ہور دوکھ پہ دوک
اندہارے بھرے گھر منے جائے کر / پڑیا دہرتری پر سو اڑڑائے کر
سینیا غم سیتی کوٹ لینے لگیا / کراوس نار کوں یاد رونے لگا
صبوری کے پیرہن کوں ٹکڑے کیا / سو بیہوشی کے ہات آپیں دیا
لگیا عشق دن رات کاڑہا اُسے / اڑایا نپٹ ہو کے آرا اُسے
سنگاتی کون اپنے پکارن لگیا / نہ سہہ سکھ برہ آہ مارن لگیا
کرے یاد تل تل روے زار زار / پڑے بے خبر ہو ٹکر ٹھار ٹھار
خبر پائے کر ٹک جو ہشیار ہووے / نزیک آپنے تو نہیں دیکھ کوئی
وہ صورت رکھے آپنے نین تل / اُس اوپر جاوے اوکہہ بل بل
کہے یوں کہ مج من کی دلدار توں / میرے من میں لنس دن بسنہار توں
توکس سمد کی ڈہال موتی ہے کی / توں کس کہان کی لال جوتی ہے کی
کس اسمان کی ہے چند ربہان توں / کس اقلیم کی پری ہے سلطان توں
ہے پھل ڈال توں کس گلستان کی / جھمکتی شمع کس شبستان کی
جو اس دہات توں مج کوں لبہدائی ہے / میرے من کوں چت آپنائی ہے
نہ جانوں تجے کس گھڑی پاؤں میں / سو کیوں ڈہنڈ کاڑوں تیرا ٹھاؤں میں
وہ نیں کچ عشق کا منج خبر تھا اوّل / نہ کچھ برہ کا منج کون ڈر تھا اوّل
نہیں مج پرت لاگتے یوں نڈھال / رہوں کیوں صبوری سو تج بن اتال
دنے دن اسی دہات بیٹھا اچھے / دیکھیں اُس بپاری کو جنیا اچھے
توں شاہ عاصم لگیا تلملن / دکھی پوت کوں دیکھ پھر پھر جلن

رہیا سوکھ دُبلا تنک تار ہو　　نپٹ زندگانی سیں بیزار ہو
آپس میں اپیں بھر ٹھنڈی سرداساس　　کہیا آ بیکر اپنے فرزند پاس
کہ اے بے بدل نور دیدے مرے　　عجب کچ دیکھیا ہوں میں طالع ترے
جو کچھ فکر تج حق پہ کرنا اتھا　　بجا ہو گئے ہیں کر دیکھائیا و بیتا
جگت کوں تل اوپر کرایا تمام　　سو ملکاں ملک اس ڈھنڈایا تمام
ہوا نیں کچ اس حد لگ اظہار جھوں　　کسی سے پڑیا نیں بو کت بہار جھوں
لگیا ہے پری سات تیرا جیا　　نہ سمجھے کسی دہات نیرا جیا
پری کوں کنے جاکے لیا نا سکے　　کہاں ہے سو کن کھوج پانا سکے
مجے کوچ سو تدبیر دستا نہیں　　سو کیوں ہے کی تقدیر دستا نہیں
کریگا اگر مال و دہن اختیار　　تو دیوں گا تجے بے حد و بے شمار
اگر پادشاہاں کے بیٹیاں ہیں کتیں　　دل اچھنا تو دیتا ملا تج کوں میں

جواب دادن سیف الملوک پدر را

سنیا سر تھے سیف الملوک جیوں بو بات　　ہو تغیر آپس میں آپے دہات دہات
کہیا اے شہنشہ اگر لاکھ حور　　اُتر آئیں جنت تے میرے حضور
تو ذرہ نہ ہو کس پہ میرا خیال　　مجے ہو تو ہونا بدیع الجمال
کیا سعی نوں تی میرے کام میں　　لیا رنج سر خاص ہور عام میں
نہ کیتا میرے حق پہ تقصیر توں　　کیا کرنے سکے دہات تدبیر توں
ہوا دوکھ تجے رنج کدن تے زیاد　　ولے نیں ہوا تج تے میرا مراد
میرے دل میں آتا ہے اب یو خیال　　جو لیووں رضا تج کنے تے اِیتال
بھروں جاکے عالم کے چو پھیر میں　　آپلے ہو کروں اپنی تدبیر میں

سو کیسا ہے دیکھوں دریا کا سفر — جو لیؤوں گلستان ارم کا خبر
لکھیا ہوئے تو ہر سند پاؤں گا — میرے آمن تھے میں ورواس آؤں گا
بھلا ہے جو لانا منجے بیگی باٹ — کہ مجھو تیج پکڑیا ہے منج دل اچاٹ
لگے برہ اُس کا سو جیوں کھرگ منج — پوچھیا انکھیاں تل ولیسے مرگ منج
اپن من میں پیدا کر ایسا خیال — پڑیا باپ کیرا مسلم دنبال
جو تھا شاہ اول تے رنجور پور — ہوا سر تے بھی دو کھ تلے چور چور
کتے وضع سوں تلملانے لگیا — غطے غم کے دریا میں کھانے لگیا
کہیا یوں کہ فرزند منجے ہے سو ایک — کیوں اُس ایک کوں دیوں رضا دیک
سکت ہے جو بن تخت بن تاج اچھوں — ولے تاب نیں میں جو اس باج اچھوں
کتے قرن پیچھے منجے ذوالجلال — دیا کر دیا ہے یو نوری نہال
نیں تل تے کیوں میں بھگاؤں اسے — ستم کیوں غریبی میں بہاؤں اسے
میرا دین یو ہور ایمان ہے — میرا جیو اس پر تے قربان ہے
کتیک بار کوں پھر اندیشے شگات — کہ کہنے لگیا کیوں رکھوں قید سات
مبادا دو کھوں تے سینا پھوڑ لے — مبادا یو جیو نے تے دل توڑ لے
دو جا ہور نیں ہے جو گوں کچ اسے — کیا ہے نپٹ عشق یوں ہیچ اسے
بھلا جو خدا پر توکل کر دل — اسے باٹ لانے کبر ابل کر دل
سفر جا کے یا من کے مقصود پائے — جفا دو کھ تے پھوا کے با پھر کے آئے
یو دو حال تھے کام خالی نہیں — بن اس فکر تے فکر حالی نہیں
برس پانچ کے مستعیدی کیا — دل اس کا منگے تیوں دلاسا دیا
نول شاہ عاصم سشہ کامیاب — بلا بھیج کاریگران کوں شتاب
سو فرمائیا کشتیاں بے نظر — یک یک کشتی ایک ایک دریا گنبھر
ہر ایکس میں حجرے کتے طرح کے — تجمل تخت پوشے گھراں فرح کے

بجھر جھجر نقش کا ٹھار ٹھار | جہاں کا تہاں کام خوب اُستوار
کرے اس وضع تین سو کشتیاں | دیک اُس کشتیاں کوں جہاں بہشتیاں
کدورت اُسے ہوئے نہ تیوں باٹ میں | نہ دک دات آئے کیوں جنگل گھاٹ میں
کیتک ماہ رویاں کو خوش ناز کے | کیتک مطربانا خوش آواز کے
کیتک خوش ظرافت کے نرمل ظریف | کیتک بے بدل قصّہ خواناں حریف
کیتک کھنڈیاں ارغوانی شراب | کیتک جنس کے نعمتاں لے حساب
کیتک خوب تحفے کیتک کروڑ مال | کیتک ذات تیزی پون کے مثال
کیتک فوج لشکر کیرے بے نظیر | کیتک ٹولے سوداگراں کے گنبھیر
کیتک جنس کے خوب باندی غلام | اپے ہو بجد مستعد کر تمام
کیتک جنس کا موپ کر بیشمار | دے ساریاں کوں ترتیب سب ایکبار
ہر ایک کام پرشہ آپے ہو بجد | جو کچ کرنے کا تھا کیا مستعد
سچ دہات اس بے وفا دیر کا | خدا تے مدد منگ نے خیر کا
دے ساعد کوں سیف الملوک کے دنبال | روانہ کیا ہور ہوا تب نڈھال
لگیا روتے فرزند کے دھیان میں | بلا بھیج ویں اپنے پر دھان کوں
کیا ملک اُس کے حوالے تمام | سو جا خالی گھر میں اپے صبح و شام
عبادت سوں مشغول ہو رات دِن | دعا سات چت لائیا چھین چھین
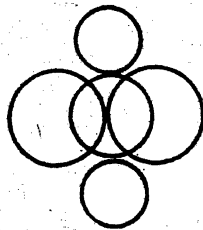
ماہ پیکر
۱۰۶۴ھ م ۱۶۵۳ء
از
احمد جنیدی

غم نمودن پیکر بعد جدائی و رفتن پیش ملک زادہ و احوال او بیان کردن پیکر

الہی کرم کر توں اس کار میں — نکو بھا فرق یار ہور یار میں

ہوا جب او پیکر سو مہ پر فدا — رضا لیکہ مہ کن تے ہوا جیدا

اٹھے جا قدم دو او ٹھیا ہانگ مار — لوٹی منج تے میری اتیا غمگسار

چلیا دک تے پیکر تنگ دھرتی ات — کہ دیکھن لگیا در کوں حسرت سنگات

ستو درو دیوار میرا سدا — کہ ہوتا ہوں تمنا سوں اس تن جدا

تمن تے میرے یار بارا برس — کہ پاتا تھا ہر تس تمارا درس

اگر پانوں تھکن جو آوے چلے — پڑے گی نظر جب او چینی کلی

کہو میری باتوں کوں میرا سلام — کہ پیکر گیا ہے کمینہ غلام

کہ پیکر پکڑ دوڑی اتر یا چھپا — خدا یاج اسکوں نہ تھا کوئی دوجا

چلیا یار کے گھر کوں وو نور تن — کہ انیٹریا ملک زادے کی جا وطن

کہ دروازے کے جوں بھتر دھایا — ملک زادہ اس کو نظر آئیا

کھڑا تھا سو گھر چھوڑ آنگن میں نکل — کہ پیکر کا دک اس کھڑیا تھا ابل

کہ ہو منتظر او اپن یار کا — کہ لا دھیان پیکر کے دیدار کا

الہی کی درگاہ میں بیحد پکار — دعایاں و زاری سو کئی لک ہزار

الہی او پیکر ہے اس رات میں — کہ سنیٹریا ہے کتوال کے ہات میں

نگہبان توں ہے الہی اوسے — کرم کر جو پیکر میرا منجہ دسے

الہی سلامت کدھاں آئے گا — کہ دیدار اپنا سو دکھلائے گا

الہی صحت سوں اوسے منجہ میلا — الہی میرا یار منجہ پھر دیلا

ہزاروں مشقت کئی دھات سوں — چھڑا کر لیا تھا سو اس ہات سوں

مگر جا ادھیرات کو بند پڑیا — نہ جانوں وقت سخت کیسا کھڑیا

رہی ہے تنک رات اس وقت پر — عجب بے جگر ہے سو او سخت تر

تیٹ او کم عقل سو بے نام ہے — نہ آیا جوں یاں واں کیا کام ہے

سبب کیا ہوا ہے نہ آیا اپتال — نزیک ہے فجر کا سو ہوئے گا اُجال

مگر پھر کہ سن پڑیا ہے کتوال بات — نہ آیا رہیا ہے سو او کیسی دھات

کہ معشوق اس کوں ہے اپنے بھولا — رہیا ہے سو ہو ماہ کا مبتلا

کہ عاشق و معشوق کوں دیک کر — رہیا ہے سو سیوک ہو اس پنک کر

کہ یا او نہ آنے کوں دی ہے اپتال — چھپیلی رکھی ہے سو اس کی سنبال

کھڑا اتھا ملک زادا کرتا بچار — دو نیناں کوں نیناں ہوئے وین چار

یکس کوں یکس گل لگا کر میلے — سو لے بات ہیں بات گھر کوں چلے

کہ خاطر ملک زادے کی ہوئی صفا — کہ پیکر کوں دیکتے گیا دُکھ جفا

کہ خوشحال ہو دھات سوں تج رہیا — کہ دُکھ ہور غم سارا اس تے گیا

ملک زادہ بولیا کہ اے یار غار — صبح ایک توں واں کیوں کیا تھا قرار

رین ہے تیٹ تھوڑی اس وقت پر — صبح کوں تیرے سیس ہے سخت قہر

ہوتے کا لیکھیا جوں کہ تج بخت میں — کہ جائے گی ہے نیناں سونے کی ادکام

نہ دیکھے ہے نینا تیری نیند حرام — سکھے ہیں نین تیرے مہ کوں چھپا

رہی بہوت پیسا نیناں ہیں آ — گئی نیند نیناں تے سب چھوڑ کر

کہ کب کے تیری مہ پہ جب ہوئی فدا — ہوئی نیند نیناں تے تیری جدا

کہ سب نس جگندے نین آج ہے — کہ نینا تیرے نیند سوں محتاج ہے

رین سب نکل گئی ہے نیہ کام پر — کہ سن یار میرے ٹک آرام کر

لگیا او بچھانا سو کرنے کوں راس — تو لسیاں بچھایاں پلنگ آس پاس

پلنگ پوشش زر کا سو اس کے اوپر — بچھایا ملک زادہ کر خوب تر

کہ بالشتاں اس کے سرانے دھریا — بچھانا ملک زادہ نیکا کریا

پکڑ ہات پیکر پلنگ کے اوپر — لے جا کر سو بلایا او نامور

ملک زادہ پیکر ہوں ہم یار ہو — کہ بیٹھیا پلنگ پر سو غمخوار ہو

کہ سچ بول اے عاشق نیک نام
پرت کا کھڑیا تج سوں کیا تھا کام

کہ معشوق و عاشق میں کیا راز تھا
پرم کا سو دونو میں کیا ساز تھا

اچھی کیوں پرت دو میں اس رات کوں
چھُو لیا تھا سو معشوق کس ہات کوں

ملک زادہ سن نیہہ کی بات توں
چھپیا راز نیہہ کا سو تج دھر کھوں

ملک زادے کی دھر سومہ یاد کر
لگیا رونے بجد و فریاد کر

کڑکنے لگیا بجلیاں کے نمن
لگے بلنے ہانکا سوں ساتوں گگن

گرجنے لگیا جوں کہ بادل مثال
کہ برسات مانند نیناں کا حال

کہ سن یار جانی میری بات اتیال
کہ میں تج تے پایا ہوں مہ کا جمال

منجے جو رہبری جیو نی توں یار کوں
ملایا ہے اس رین یک ٹھار توں

موا تھا سو جیو دان کوں منجہ دیا
کہ قربان تج پر تے میرا جیا

کہ احسان تیرا ہے جگ پر عیاں
زباں کوں نہ طاقت کروں کچھ بیاں

رعنا لے کے تج کن تھے جب میں چلیا
کہ محبوب کوں جا کے جوں میں ملیا

دوگانہ ادا کر سو قرآن کا تمام
پڑی منج سوں ملکر سوں او نیک کام

رعنا میں منگیا اس بجد ہوا یار
نہ دیتی او آنے کوں دروازے بھار

پکڑ باٹ میری منگا او آ کھڑی
نہ دیوے منجے آنے کوں شہہ پری

ہوئی تھی او بیتاب منجہ دیکتے او
ودیع مہ کری تھی سو سب سک تے او

عقل چھوڑ گئی اپنی ٹھار سوں
نہ تھا کچھ شعور دل میں دلدار کوں

رہی تھی ہمت اس میں یک تِل قرار
نہ تھا اس ہمت ہور تقویٰ کا کار

گیا تھا سو اس گیان اس تے نکل
کھڑیا تھا سو اس جیو پہ سارا کھیل

ہزاروں مشقت سوں کیتا ہشیار
او اٹھی جاگ کر مہ سو پائی قرار

لگی منجہ منا کرنے کئی بھانت سوں
منجے چھوڑ جاتا کی اس رات کوں

نکو جا توں رہیاں سوائے جانِ من
میرے دل منے ہے سو تیرا وطن

رکھوں گی جگر بیچ تجہ کو چھپا
نہ دے سکوں کسی تجکوں ظاہر دیکھا

ایسی بات کرتیں اوٹھیا آہ مار
لگیا ہات چوڑن سو مہ مہر پکار

محبت کا متے اس کو جوش آئیا
اتر پر اثر نیہ کا پھر دھائیا

سلگ نیہ اگن سترے بھڑکا ہوا
کہ بیکر کی نیہ کا سو کڑکا ہوا

یرہ آ عقل کوں لگیا لوٹنے
تب آہ ہور نالاں لگے چھوٹنے

کہ بیٹھا سو آ دل میں نیہ راج ہو
گئی عقل نفسانی تاراج ہو

لگیا میر پیٹنے سو سینے سنگات
کہ مہ یاد کرنے لگیا دھات دھات

کہاں ہے او بو لو سو میری مثال
کہاں ہے چکا جوت کی اوجلال

کہاں ہے او مہتاب شبرات کی
کہاں ہے میری مہ میرے سات کی

کہاں در مکنوں ہے منجہ جان کا
کہاں ہے سورج میری ایمان کا

کہاں ہے میری شمع مجلس اوجال
کہاں ہے میری مہ کا نیکا جمال

کہاں ہے او نرمل بدن پدمنی
کہاں ہے چنچل چلبلی ناگنی

ایسی بات کرنے میں بے تاب ہو
پڑیا بھیں اوپر سرالو سو دکھو

ملک زادہ اس دیک حیران ہوا
کہ بیکر کہ جیتا ہے یا ہے موا

لگیا یوں اندیشے کہ سن اے ولا
ایسی بات نیہ کی نہ بجنا بھلا

کہ نیں جانتا یوں کہ یو ہے وزا
کہ نیہ کی حکایت کا یو ہے سزا

کہ نیں جانتا تھا میں ایسی سودھات
پرت بات کرتی ہو جئی جیو پہ گھات

نہ دیتا میں عاشق کوں محبوب یاد
نہ جانتا سو بیکر کا جان ہو آزاد

پرت بات کرنے نیکل جاوے جیو
عجب ہے کہ جیتی او تو دیک پیو

پرت میں سو ہے معجزے کی سودھات
کہ مرنا و جیتا سو ہے بات سات

اندیش یوں سو بیکر کوں دیکھن لگیا
سو دھر ہات سینے پہ رلٹن لگیا

اچھا روح تن میں سو تھوڑا نیٹ
گئی جیب حلق میں سو ساری اولٹ

کہ میں پوچھتا یوں کہ یوں ہوئے گا
کہ بیکر اپن جیو یوں کھوئے گا

کہ عاشق کوں معشوق کی بات میں
نہ کہتا کہو کر کنے سات میں

ملک زادہ بولیا کہ اے یارِ جاں ۔ نین کھول دیک منج کوں ہو مہرباں
ہوا ہے اپیا صبح صادق تمام ۔ کہ اُٹھ جاگ اے عاشق نیک نام
پڑیا کی ہے بیتاب اپ سود کھو ۔ کہ اُٹھ یار میرے توں ہشیار ہو
ہلانے لگیا اسکوں کئی دھات سوں ۔ اوچاتا تھا پیکر کوں بھو بھات سوں
ملک زادہ دل میں اندیشا ہو خام ۔ بغیر ہانک یو گے نہ چل سی یاں کام
ملک زادہ جب ہانک بولیا پکار ۔ کہ آواز سن بانگ ہوا کوئیں ہشیار
نین کھول دیکھیا صبح ہوئی تمام ۔ اوٹھیا ہڑبڑا او نماز کے سو کام
وضو ساز دونو مصلیٰ ہوئے ۔ مصلا بچھا کر سنت سب کئے
ملک زادہ جب او ہوا پیش امام ۔ فرض دونوں مل کر کئے سب تمام
سلاماں دیئے او تو ہر دو طرف ۔ کہ پڑنے لگے او کلام کا حرف
ملک زادہ پیکر دونو نیک نام ۔ کہ تسبیح پڑے لا الٰہ کی تمام
اوچایا ہات دونوں مناجات کوں ۔ کئے ختم آخر سو صلوات سوں
پلنگ کے اوپر جاکے ہم بیار ہو ۔ سوتے دونوں مل کر سو یک ٹھار ہو
ملک زادہ جب او اوٹھیا جاگ کر ۔ کہ پیکر کوں دیکھیا جو ہے خوب تر
اوڑایا او سالو سو پیکر اوپر ۔ کہ سونپیا او رحمان کوں خوب تر

الٰہی توں کر فاش دونوں کا راز ۔ قبول کر دعا شہہ کی اے بے نیاز
الٰہی توں سلطان محمود پر ۔ کر کر فاش یو یار سائی ہنر
کہ پیکر چلیا دیک اوشہہ نول ۔ کہ اختر یا چھپا مہ کا اس کے اول
سو نیاں ہور دیکھیا سو اونیہ لاز ۔ کہ سمجیا اپن من میں ہے پاکباز
انیو تے خیانت نہ ہوسی مدام ۔ کہ مہ ہور پیکر سو ہے نیک نام
کہ دونو ہے صالح او ہے نیک بخت ۔ ہنر اداراں کوں سو شاہی و تخت
کہ سلطان کا ان پہ آیا ایمان ۔ کہ تحقیق دونوں میں صالح جوان

انوکی برکت تے دنیاں قرار
رکھیا ہے دنیاں کا سو ثابت کار

چھپا راز سلطان سب پائیا
اپن گھر طرف او سو ویں دھائیا

اتھی جو تی رہ میں او بہت اتھا نیر
کہ سلطان دیک کر رہے واں ہو پھیر

بلور تے اتھا نیر او بہوت صاف
کرموتی کی اپرال تھی اسکی ناف

چلے آئے شہہ نے سو اپ گھر کی در
آسودا ہوئے جا پلنگ کے اوپر

کتے وقت پچھن کیا ذوالجلال
ہوا صبح صادق کا آکر اوجال

صبح کا ٹھنڈا باو بہنے لگیا
مرغ فجر کا بانگ کہنے لگیا

منگا آب شہہ نے وضو کر اول
گزاریا و حق کا سو فرض و نفل

کیا ورد اور او تسبیح یوں
گزاریا دوگانہ و عشراق کا جوں

بیٹیا شہہ عدالت کی آ تخت پر
بولا کتوال کوں کہیا بخت ور

کہ عبداللہ کا ایک فرزند نیک
کہ سنیٹریا ہے منجہ ہات چوری سو ایک

پکڑ قید کر بند اس لیا توں ہی
——— رضا پاؤں میں؟

کیا منجہ دعا دیکہ توں جان ہار
کرون کیوں سو اب میں تیرا اعتبار

کہیا تکوں ضامن ملک زادہ دیکوں
رضا دو پہر میں سو پھر آؤں یوں

لیکن جا ملک زادہ کوں دے ضمان
چھوٹک پایا شہہ کی سو پاتوں امان

اوچا ملک زادہ جو ضامن ہو کر
لیا ہات میں صبح دیون کا فکر

کہ تم ملک زادہ کن اسکوں لیاؤ
ایسی غوغوے کا ڈھنڈوراں بجاؤ

بدی کا دماں ما جہاں پر بجا
برا سب میں ہوں میں نہیں کوئی دوجا

کہ فرمائے شہہ نے سو کتوال کوں
سولی دے سو اس چور در حال کوں

گئے حکم ہور کمی چھپا کر رکھو
کہ ظاہر سولی دیئو باطن نکو

لے کر آ سولی توں اس ٹھار پھر
کہ میرے حضور توں سولی کا ذکر

سولی دے او سے آج دربار لگے
کہ آنے دے اسکوں کہ جس جیو ہنگے

تماشے کوں اس ٹھار جن آئے گا
جکوئی آکر دیک دیک نکل جائے گا

اگر کوئی کس کوں کرے گا منا　　کروں گا دنیا سیتی اوس کوں فنا
دماں ماں سوئی تم سو بیگی اناؤ　　ہویلسار کوں بھیج بیگی منگاؤ
کہ کرنش کیا شہہ کوں اقرار ہوا　　کہ بھیجا ہویلسار اس کار کوں
کیتک سات میں لیا سو حاضر کئے　　کر سولی کا ٹھونیکا وضا تب دئیے
سولی کا زئی دربار کے جوں اسنگے　　دماں ماں دماے بجانے لگے
رضا لیکہ شہہ کن تے جوں استوار　　نزدیک لیا کہ بیکر کوں کیتا قرار
پکڑ ہاتاں دو دھر کے اس کے تمام　　کھڑی کیتے لاکر سولی کے مقام
ادٹھیا کوس شاہی کا آواز جب　　زمیں سات آسماں ہلے سارے تب
کہ بیکر کے دکھ تے دو عالم ہلیا　　کہ غم کی اگن تے سو عالم جلیا
ادٹھیا شہر غزنوں میں اس دھات شور　　کہ عبداللہ کا بیٹا ایسا ہے چور
بجی ہانک یک دھر تے چوندھیر تمام　　سنے شہر غزنو کے سب خاص عام
سولی دیتے بیکر کوں شہہ کے حضور　　ہوئی بات دو جگ میں ساری مشہور
نھنا ہور بڑا سب ہوئے بے وطن　　کہ دکھ سات لبرے سو سُد اپنے تن
الہی توں بیکر تے عبرت تمام　　دیا جن ملک انس سب خاص و عام
تماشے کے کارن خلق آملیا　　بسر جا تماشا ہوں دکھ میں گلیا
لگے زاری کرنے سب اسپاس آ　　کیتے سر کو ٹیں پچھاریاں جو کھا
کیتے بال لونچے کیتے سر پچھاڑ　　کیتے مارے بونبڑیاں کیتے کپڑے پھاڑ
کیتے کھائے پچھاڑیاں سو ہے قرار　　کیتے مارے ہانکاں سو بیکر پکار
کیتے بھائے ہاتی اپن تن اوپر　　کیتے گئے وطن سارا اپنا بسر
کیتے بھائے کفنی تجے سب دنیا　　کہ جینا دو دین کا ہے دنیا فنا
کیتے مارے پتھرسے سینا سر اوپر　　کریں تن اپن چور سب سیج کر
کتیاں تے نکل گئے جواہر سو سب　　کہ دنیا تجے پکڑے خالق کو تب
کہ عبرت یو ہوئی سب کہناں کوں تمام　　فنا چھوڑ پکڑے بقا کا مقام

دنیا بے وفا ہے نہ پڑا اسکے خیال
ہوا ہور حرص کا یو ہے سب او بال

کتیاں نے سو پکڑلے جنگل جا مقام
کتیاں کوں ہوا کھا ن پانی حرام

کتیے ہو سو بے سُدا پن سُد بسر
کتیے پڑتے لڑتے سو ہو بے خبر

کتیاں نے نین مکھ سوں دھونے لگے
کتیاں نے سو زار زار روتے لگے

کتیے کفنی گل بھا چوڑے اپ وطن
کتیے کیئے ایمان اپنا جتن

کتیاں کی عقل جا ہوئے بے عقل
کتیاں کوں پڑیا بھاری مشکل کیل

کتیے لیکہ تسبیح سو طائب ہوئے
کتے اس خلق میں تے غائب ہوئے

کتیے در دلبر سے سارا تمام
کتیاں نے ذکر پکڑے دائم غلام

کتیاں نے وطن سٹے سو عابد ہوئے
کتیاں نے اپنے جیو سو حق کوں دیئے

کتیے چھوڑے دُکھ دیک آواز سب
کتیے کیتے غم سات غربا سب

کتیے نے مُصلا سو زاہد ہوئے
کتیے حق کی قدرت پہ شاہد ہوئے

کتیاں کو مشاہدا حاصل ہوا
کتیاں سوں الٰہی نے واصل ہوا

کتیاں زہد(سو) اختیاری کئے
کتیاں نے اپنے جیو نثاری کے

کتیے سے چلے کھاندے پہ مرگ پوت
کتیاں نے پوکارن لگے دوست دوست

کتیے جا بسائے سو کعبہ مقام
کتیے جا مدینے میں رہئے وان مدام

کتنی جا کے بیت المقدس نہے
کتیے وان الٰہی الٰہی کہے

جتیے تھے او کافر سو سارے تمام
کہ پیکر کے دک تے سٹے اپ مقام

کتیے لے سو جینے سیناسی ہوئے
کتے لے کھپری ہات اوداسی ہوئے

کتیے ہوئے جنگم کنٹھا بھا گلے
کتیاں نے لی جھولی دطن سٹ چلے

کتیاں نے ہوئے جوگی گن بھار کر
چلے چھوڑ اپنا حرس مار کر

کتیے ہو کے تپسی ترستے لکھے
کتے ہو کے مجذوب کتیے جو کھتے

کتیے ہوئے راول جھٹا دار سب
کتیاں ہو کہ باول کرے جو تب

کتیے رہئے ترنکھار نردھار ہو
کتیے ڈھونڈتے پھرتے کہ دلدار کو

کتیاں نے لے جینے کریں جپ ہری
کتیاں کوں سو دکھ سوں لگے تھرتھری

کتیاں نے او سد بد تے ہوئے جدا
پلو کارن لگے گووندا گووندا

کتیاں نے سو بسری و جیتے مدام
کتیاں نے سو بسری ہوئے سک تمام

کتیاں نے سو کھو دید چار و شکل
کتیاں کو پڑا آ کہ مشکل کمل

کیئے کفر اسلام یقیں یوں قرار
بغیر از محمد رسول نئیں ادھار

کہ جن انس ساری سو سب خاص عام
مناجات حق کن منگے یوں تمام

عرش ہور کرسی و ساتو فلک
بہشت ہور رضوان و سارے ملک

مناجات کیتے سو حق کن تمام
کہ برکت تے تیری ہزار لکھ نام

کہ عاشق او معشوق کوں نیک ٹھار
بلا کے سو گرداب تھے بھار کاڑ

شنیدن آوازۂ سلی ماہ و منت و زاری نمودن پیش دایہ و لباس نمودن سیاہ و آمدن پیش پیکر

الٰہی توں رکھ شرم زنہار کا
ہمت دے نبھانے کوں اقرار کا

ہوا غلغلا شور جگ میں تمام
سو لی سار ہوتا دہی نیک نام

دمامیاں دمامے بجاویں جو ساز
دریغا دریغا سو نکلیں آواز

پڑی جا یو آواز مہ کان میں
ربسر شد لگی مہ اوسی دھیان میں

لگا کان ہور دھیان آواز کوں
لگی سننے محبوب کی راز کوں

پلنگ تے تلیں ہور تلیں تے اوپر
لگے پڑنے مہ یار کوں یاد کر

کہ مارے اچھیں سگے مہرے یار کوں
کہ کسی کس عذاباں سوں دلدار کوں

کہ رو رو کہ خوار زار ہوی اودکھیا
اوسی فن میں سد تمیا را اس کا اوٹھیا

دوانے سو دیکھی اوسے ایسا حال
شفقت مہر اس پہ کیتے کمال

کہ دیک ماہ کوں یوں پکارن لگی
اپس میں اپیں یوں پکارن لگی

ول تے سو مہ پیکر مدہوش تھی
اوسی کے اثر تے او بیہوش تھی

گیا جوش بھر نیہ کا یوں آتیا
شمع کے اوپر جوں پتنگ دھا آیا

لگی آگ نیہ کی سو بھر کر تمام
اوٹھیا بھڑکا برہے کا دل کے تمام

گیا جیو کا نیر بھر دھا تیا
اثر یہ اثر مٹے کا بھر آتیا

ہوا دُک اوپر دُک یو بھاری تمام
ہوا غم اوپر غم یو کاری تمام

زخم پر زخم نیہ کے تازی ہوئی
کہ عاشق کوں نیہ کی یو بازی ہوئی

اول تے دیوانی اوپر کھا بھجنگ
پڑی نیہ اگن میں جو جوں تیر خدنگ

اول تے تھی بے سُد اوپر گی لبسر
ہمت ہور تقوی عقل سو بسر

اول تے تھی نادان اوپر دُک پڑیا
برہ کا وے مشکل کہیں آ کھڑیا

اول تے تھی بیٹا ہوئی خار زار
کہ بالی سو نیہ دک تے ہوئی بے قرار

اول تے تھی تانی اوپر سُد بھولی
نین تے رکت رو ہوا تن کولی

اول تے تھی بھوری اوپر گئی عقل
برہ سینے تے چھلیا ہو کر اول

اول تے دو کھیا او اوپر دک ہوا
ادا دھوری کوں تو بھر کر جیا

ہزاروں مکر کر او جیائی نار کوں
پوچھی بات نیہ کی سو دلدار کوں

نین کھول کر کئی تو ناگ جسنی
تجے میں سوا او لیج مائی بہنی

دوا اس عرض داشت میرا اقبال
کینا پیرا احسان ہوسے گا کمال

دوا اک میرا بول تو کان لے
دوا ایک سیہ پیسر ہیں آن دے

دوا تیرا اکار ہوسے گا کمال
کہ چادر سیہ لیا سے دے منج اقبال

دوا منجکوں وعدے کا ہے آج کار
دوا ایک سیہ لیا کہ دے توں ایزار

دوا یو وقت ہے سو منجہ سخت تر
کمر بند سیہ لیا کہ دی بخت ور

دوا تیری تھا ہے مہر منجہ پر مدام
کہ سربند سیا سوں ہے اب منجکوں کام

دوا توں میری بات اب ٹک چلا
کہ ترکش سیہ منجکوں توں یک دلا

دوا میرا بٹ تٹے توں سوس جتا
کر لیا یک سیہ سب تند ہو رتقا

دوا توں سو جادار خانے میں جا
سیہ ساریاں لیتان سر توں بگ لیا

دو بیار منج میں اتھی بات یو | کہ دیدار دینا ہے اس ٹھار سو
دوا او وخت آکر اب منجہ کھڑیا | کہ دیدار دکھلانا منجہ سر پڑیا
او بھی بول دوانی کہ سن نیک نام | خلق میں سو جانا نہ ناری کا کام
کہ ناری بھلی گھر میں یا در مردار | نہیں کام ناریاں کا جانا بیزار
نکو جا توں دروازے تے بھار پا | کہ رہ توں شرم کر نکو بھار جا
کہ چھپنا سو ناریاں کا ہے نیک کام | پیا یا مرد دیکھنا ہے حرام
نکو جا نظر تیری بیگانے پر | نکو اور کسی کی توں استانے پر
نین کھول دیک تک توں شوہر اول | چھپا رک توں لے تاڑا ین مکھ کنول
نہ دکھلا کسی کوں توں اپنا جمال | نکو دے توں نیناں کوں کس کہ اوچال
شرم کا سو برقا نکو مک تے کاڑ | نکو توں حیا کی سو پر تے کوں پھاڑ
کہ اور لاج کی داوانی سر او پر | نیکی ہے او ناری سو اس کے بھتر
نکو کر برا توں سو اپنا خیال | کہ دور رک اپس دل تے ایسا او بال
نکو لیا بوری بات اپن دل اُپر | حیا لاج ناری کوں ہے خوب تر
نکو جا صحن میں توں گھر تے نیکل | مبادا پڑے گی کسی کی نظر
نکو جا تجے کوئی دیکھیں گے اتیال | کہ ظاہر ہوتے گا سو تیرا اجمال
نکو جا نظر توں پڑے گی کسے | بھلا ہے نہ ریشا نیرا کس دیسے
مبادا یجھا نیں گے تج کوں سو دیک | کہ سمجھیں گے مہ کوں سو تحقیق بیگ
خلق سب ملیا ہے سو اس ٹھار پر | نکو کر دلیری توں اس کار پر
ہوا ہے خلق سارا حیران تمام | نکو دھر قدم توں سو بیکر کے کام
کہ دربار سلطان کے توں نہ جا | نکو تو بیگانیاں کوں اپ مکھ دکھا
دلیری نہ ہوسی تیرے بات تے | کہ توبہ توں کر مہ پرم بات تے
توں ناری نکو کر سو مرداں کا کام | سنرا او لرناریاں کوں گھر ہور مقام
حضور بادشاہ کے نکو جا ایتال | بلا آٹھے گی سو تج پر سنیاں

عدالت میں ہو تند شہہ بیٹھیا ‌ ‌ ‌ تجے گا تیرا دل کلیجا جیا
حسن میمندی بی اوسی ٹھار ہے ‌ ‌ ‌ نکو جا بچاری بورا کار ہے
توں بیٹھی ہمارے جیواں کے اوپر ‌ ‌ ‌ نکو لے ہمن جیو تھی تا منور
اوٹھی بول دادا کوں کہ سن بات توں ‌ ‌ ‌ نکو کر منجے جیو اوپر گھات توں
لگی پانوں پڑنے او منتاں کرن ‌ ‌ ‌ لگی سیس دھرنے دادا کے چرن
کہ لیاوے توں کسوت سو میری اتیال ‌ ‌ ‌ کہ اپکار ہوئے کا تیرا منجہ کمال
کہ مرنے کا احوال مہ پر سو پائی ‌ ‌ ‌ اوسی وقت تجہ کچھ منگی تھی سو لیائی
وضو ساز شکرانہ حق کا کری ‌ ‌ ‌ نماز کر سو سر اپنا قبلے دھری
کہ واجب کی آیت کوں تکرار کر ‌ ‌ ‌ الٰہی ہے منجہ سر پر اقرار کر
دوا اپنا دیی سو لیبی نیک نام ‌ ‌ ‌ کری ساری کسوت منجہ سب تمام
سیہ گھوڑے پر اس وقت ہوئی سوار ‌ ‌ ‌ چلی وہیں تجھے پر سوں دروازے بہار
کہ چابک سو مار اسپ کوں گئی تا ‌ ‌ ‌ خلق دیکتا تھا جتا تھا وتا
ڈھکیلی ترنگ کوں سو دربار تک ‌ ‌ ‌ رکھی تھی اتن ہات میں اپ جتن
اوسی مارگی میں سو گھوڑا چلا ‌ ‌ ‌ لیتی جا کے پیکر کوں مرنے ملا
کہ دیکھی سولی کا ڑے ہیں استوار ‌ ‌ ‌ کہ نزدیک پیکر کھڑا ہے سو یار
کہ محبوب کے رخ پہ رخ جا دھری ‌ ‌ ‌ نظر پر نظر رکھ وہیں جا کھڑی
الیس میں اپی دو نوں دیکھن لگے ‌ ‌ ‌ نین پر نین دھر کر پیکھن لگے
پیرم راز لیا کر سو نیناں میں دھر ‌ ‌ ‌ چھپیا راز نیناں سوں اظہار کر
پڑھی مہ رباعی سو نیر ساز کی ‌ ‌ ‌ کہ طالب و مطلوب کے راز کی
کہ اس شہر میں ہوں سیہ پوش میں ‌ ‌ ‌ بچھڑ کر رہی ہوں سو مدھوش میں
کہ کرتی ہوں زاری و خاموش ہوں ‌ ‌ ‌ او بلتی سو دیگ داں کی سرپوش ہوں
سو نیا مہ تے پیکر رباعی تمام ‌ ‌ ‌ پڑیا بیت اپنے راز کی نیک نام
اگر منجہ سولی دیوے تے محبوب در ‌ ‌ ‌ خوشی سوں سولی سار ہوں سربسر

کہ دیکھیا سیہ پوش سلطاں سوار ‏ ترنگ پر اتھا سارا تقوی قرار

کھیا دل میں یو سار آیا ہے یاں ‏ کہ وعدا کیا تھا سو پیکر سوں واں

عجب صدق و علا ہے اس نار کا ‏ عجب ہے ہمت اس کے اقرار کا

اندیش شہہ حکومت طرف رخ کئے ‏ حسن میمندی کوں اشارات دیئے

سمجھتا سیہ پوش اس سار کوں ‏ دلاور ہوا یا ہے اس ٹھار کوں

حسن میمندی کا سر سو نیچے دھریا ‏ دھا شہ کوں کورنش سو بیحد کریا

کھیا میں سو نئیں جانتا یو جواں ‏ نہ معلوم ہے مجکو اس کا نشاں

گیا دیک سیہ پوش واں تے نکل ‏ اتھا شہہ کوں مشکل ہوا سارا حل

اوسی وقت شہہ نے اشارت کیا ‏ کہ کتوال کے ہات پیکر دیا

لیجا اس کوں رکھ توں ٹھیکہ ٹھیک ٹھار ‏ نکو ہو تو ہے فام اس تے ہوشیار

رین ساری خدمت میں ایوں بند کر ‏ نکو توں سوں واں بھیج کس کوں دیگر

بچھانا کو جاگا کا سو سہرا ابناں ‏ او سے بھوت جیا واں سوں تل تل مناں

کہ سن بات شہہ تک تے سر مجھیں پھریا ‏ ہزار ہوں اور کورنش سو شہہ کوں کریا

کہ شہہ کا ہر سن کے بھی پیار سے ‏ چلیا لیکہ کتوال اس ٹھار سے

دیلائی یاں شہہ نے سو سب خاص عام ‏ کہ ملے یاں کورنش کئے سب سلام

دیلائی یاں شہہ نے سو سب خاص عام ‏ کہ ملے یاں کورنش کئے سب سلام

کر سلطان اٹھ کر محل میں چلے ‏ کر اس پاس تھے سو سارے ملے

گیا سب خلق شہہ کا دربار سوں ‏ ہوئے سارے مشغول اپن کار سوں

چھپیا سور مغرب طرف جا تمام ‏ کہ یو لشن جوں ماہی میں کیتا مقام

خلق کا جو غم جیا سماں چھا گیا ‏ دنیا میں اندھارا سو ہو آگیا

دو عالم کی دکھ پانک سن کر چندر ‏ کہ دیکھن کوں نکھا سو آ در بدر

ستارے سو روشن ہوئے ٹھار ٹھار ‏ تب عاشق و معشوق ہوئے بیقرار

بموجب حکم سلطان محمود بُردن کتوال بہ بندی خانہ پیکر راعم کردن او

الٰہی دیکھا صبح رحمت ایتال — ضلالت کوں کر دور دکھلا جمال
حکم شہہ کا کتوال جوں پائیا — کہ خدمت سو شہہ کی بجا لائیا
چلیا لیکہ پیکر کوں خدمت سنگات — کہ جو امر سلطان کا جوں ہے دھات
بندی خانہ نزدیک تھا ایک گھر — سنوارے اسے خوب اُپرپ تر
کہ پلنگان جو ابر جڑت کے تمام — لے کر آر رکھے تھے سو پیکر کے کام
تیوا سیاں وجم خانے کیٔ دھات سوں — بچھانا بچھائی سو اس رات کوں
شمع ہور دیوے رکھے ٹھار ٹھار — رکھے موم بتیاں موم دانیاں سنوار
کیتی ساریاں ارش ستاریاں مثال — ہوا گھر میں چوپھر سو سارا اوجال
لے کر جا کے کتوال پیکر کوں جاں — کیا بہوت دلاسا و خاطر نشان
کھڑے تھے سو خدمت میں پیادے تمام — کہ حاضر اچھے سارے پیکر کے کام
اگہ پیکر کوں واں کچھ نہ آرام تھا — پلنگ ہور صدر سوں نہ کچھ کام تھا
کہ جس ٹھار دلبر کا نئیں ہے جمال — کہ اس ٹھار مانند دوزخ مثال
کہ جس ٹھار درسن نہیں یار کا — کہ او ٹھار بیگانہ در کار کا
کہ جس گھر میں نہیں یار کا ہے مقام — نہ ہے گھر او جنگل ہے دایم مدام
کہ جس دل میں نئیں یاد دالدار کا — نہ ہے گھر او جاگا ہے کفار کا
محبت نہیں یار جس گھٹ بھیتر — نہ انسان حیوان تے بد بتر
نہ تھا کچھ واں پیکر کوں بن دیوں کار — نہ تھا گھر میں کوئی یار اس غمگسار
لگی تھی برہ آ کہ تن میں تمام — ہوا تھا سو گھر اس کوں مانند حرام
بغیر یاد مہ بن نہ کوئی یار تھا — خیال قد و قامت کا دلدار تھا
نہ تھا اس کوں مونس سو اس ٹھار پر — اتھا ہم نفس درد کوں کار گر
بغیر مہ درد کچھ نہ دھرتا اتھا — کہ مہ یاد بن کچھ نہ کرتا اتھا

اتھی تسبیح اس ناؤں کی نت مدام — زباں کوں سو بن مہ نہ تھا کچھ او کام
کہ شب روز مہ بن نہ اس کچھ دیسے — بغیر مہ نہ اس دل میں دو جا بسے
محبت اگن کوں سونا لیا کر تاب — پکارن لگیا ماہ کا ماہتاب
نین ہو کہ تپسی ترسنے لگے — کہ جوں ابر نیساں برسنے لگے
بغیر خوں فشانی نہ کچھ کار تھا — بغیر آہ و نالاں نہ ہم یار تھا
پکارن لگیا ماہِ انورِ جہاں — بغیر ماہ سیاہ ہے سو ہر دو جہاں
میرا جیو واروں گا تجہ نام پر — بلیاری کروں گا تیرے ٹھاؤں پر
کہاں پاؤں تجہ مہ کنول کا سو راز — نہ دھرتا ہوں کس سوں راز و نیاز
نہ منجکوں جھوٹک ہے سو اس ٹھار تے — نہ سکتا ہے ہو دور نینہ کار تے
نہ کوئی دیں منجے یاں تے یکتل سو چھوڑ — کہ سکتا ہوں نیہ ڈور ہی منجہ ہات توڑ
کہ مہ کا فراق آ کھڑیا منجہ کو بل — کہ جانے کوں یاں تے نہ منجہ ہات ہل
گرد گرد گہ چو پھیر سو پیاری تمام — کہ قایذ کری ہیں منجے اس مقام
کہ تپتا ہے دیکھن کوں تجہ کوں جیا — نکلتا ہے سب رین میرا جیا
نہ دلیس اود یکھن کوں تجہ مکھ چندر — کہاں پاؤں دیکھن تجے مہ سندر
الٰہی کی درگاہ میں او خار زار — بغیر غم او زاری نہ تھا اسکوں کار

رفتن مہ و غم خانہ کردن و دعا را بہ زندان فرستادن برائے خبر پیکبر

الٰہی رکھیا نئیں کس یک حال جم — کدھیں دیوے شادی کدھیں دیوے غم
چلی مہ سو پیکر سوں وعدا نبھا — نین کی رکت میں تن اپنا ڈوبا
کہ شب تیز اپنے کوں انپڑی سو دی — اپن گھر طرف راست مارگ سو لی
کہ جا گھر کوں اپنی سو گھوڑا اتر — پچھاڑی کھڑی کھائی بھوئیں کے اوپر
لگی رونے ہور بولنے دک تمام — عجب بخت بھونڈے ہیں میرے مدام
جداں تے عقل منجکوں گیان آئیا — تداں نے برہ منجہ اوپر دھائیا
کہ گئی ساری راحت سودا میں بسر* — جفا ہور غم یاد ہے سر بسر

نہ ہے منجکوں یک سات آرام جاں
کہ شب روز کرتی ہوں میں خوں فشاں

نہ جاتا ہے منجہ جیو سو تن چھوڑ کر
نہ رہتا ہے نیہ تے سو مک موڑ کر

عجب سخت تر ہے سو میرا جیا
جفا ہور غم سوں بیتے سر دیا

ملیاں آ سہیلیاں سو چوندھر سوں دھا
کہ دیکھیاں پڑی مہ پچھاڑی چو کھا

کنول مک سو کملا برہ جھال سوں
پڑی تھی سو دیکھیاں او بے حال کیوں

بلکنے لگیاں ہائے کیا وقت ہے
کہ مہ کی یو کیسی بوری بخت ہے

نہ دستا سو مک پھول یک دن کھلا
کہ غنچہ کی مانند سدا ہے ہنیلا

نہ ہنستی سو لکھن کدھیں غم سنگات
نہ کرتی ہمن سوں یو ہنسنے کی بات

جتیاں ناریاں سب مل او چاہ ماہ کوں
لگیاں چاؤ کرنے سو دل چاہ سوں

سیاہی کی تن تے سو کسوت اوتار
کیاں مہ کوں ناریاں سو نیکی سنوار

گیاں باہ تن تے سیاہ ساز کار
چھپا راز تیرا ہوا آشکار

ہنسانیاں بھتیاں ناریاں سو مہ کوں تمام
دلے او نہ ہنسنی منے نیک تام

ہر یک سات پیکر سو یاد آو تا
نہ ہنسنا نہ کھیلنا نہ کچھ بھاوتا

نین سو نجہ صورت رکھی تھی چھپائی
کہ کھولنے تے پلکھاں مگر بھاس جائے

نہ ناریاں کوں دیکتی اپس نین کھول
نہ اٹھتی تھی اونارا پن مک تے بول

الیس فن متے اور دکھیا دن گنوا
رین کا ہوا دک سو سنے تر لٹوا

چندر دیک رونے لگی او کنول
کنول مک رکھیا تھا سو درمیانی جل

کری یاد پیکر کے مک کا سو نور
دکھیا لیا کہ او نور دل کے حضور

منیر یار کا مکھ سو آفتاب ہے
چندر کوں ہوا اس مکھ تے جک تاب ہے

عرش ہور کرسی سو پیدا ہوئی
کہ پیکر کے نور تے ہو پیدا ہوئی

کہ آفتاب ہور ماہ سا تو فلک
کہ پیکر تے پیدا ہوئے سب ملک

جتے نور اس نور سوں ہے وصل
کہ پرتو ہے سارے سوا و ہے اصل

کہ کرتی تھی زاری سو او شہہ پری
یکا یک دوا سا منے آ کھڑی

دوا دیک اڑا اوٹھی ہانک مار　　کہ غم ہور زاری کیتے آشکار
دوا کاں ہے پیکر سو مجکوں نما　　موا ہے یا جیتا ہے یا درا ماں
دوا اسکوں ماری یا کیتے ہیں بند　　دندیاں نے یو کیتی ہیں کیا سوزند
دوا راس کہہ دے سو کیا ہے خبر　　کہ یا ہے جہاں سوں یا ہے دار اوپر
دوا راس کہہ تو بند یا ہے الات　　کہ یا حق تے پایا ہے کچھ بھی حیات
دوا راس کہہ توں سو پیکر کی بات　　نہ کھہ سے تو کرتی ہوں منجہ جیو پہ گھات
اوٹھی بول دوا نے کہ سن او دھالی　　رکھے ہیں بندی خانہ پیکر اتیاں
کہ بھائے ہیں بندی خانا اس پاپکوں　　کری ہیں او قاعدہ سو کئی دھات سوں
کہ سن تانوں بندی خانے کا ہانک مار　　لگی رونے زار زار مہ بے شمار
ٹھنڈی ٹھنڈی خوی آئی مکھ پر تمام　　جوں شبنم اچھولاں پہ کیتا مقام
آیا تور پر تور برسات سات　　پھریا رنگ پر رنگ ہر دھات دھات
نکل جا کہ سرخی زرد رنگ بھیا　　سیہ ہو کر دستا تھا سارا کیا
کدھیں ہوئے رنگ نیل ماتم کا حال　　کدھیں آوے سرخی شہیداں مثال
دوا نے سو دیکھی او سے بے نوا　　کہ سمجھی یو نیہہ درد نئیں اس دوا
برہ کی جراحت ہے سینے بھیتر　　بغیر وصل دارو نہ ہے کچھ دیگر
اندیشں کر لگی او دلاسا کرن　　کہ پڑنے لگی او سومہ کے چرن
سینے کوں لگا کر بلایاں لیتی　　کہ لاکھاں وزا سوں دلاسا دیتی
کہ سن مائی میری تو ہمت پکڑ　　کہ کرتی ہوں تدبیریں یک دیگر
نکو رو ملاوں گی تجھے ہور اوسے　　کروں گی سو حکمت کہ او تجہ دیسے
کہ جب یو نرامہ کے کن آئیا　　گیا روح تن تے سو پھر دھائیا
کہ پی مہ امید کا سو آب حیات　　بسر شد پکڑ رہی سو ملنے کی بات
دوا اٹھی منجے چل سو پیکر کنے　　دوا جائیں چل ملکہ ہم دو جنے
دوا جا کہ دیکھیں لانچہ کتواں کولا　　بھولے گا سو کتواں دیکھ ماں کوں

کرے گا سو کوشش ہماری کمال — دیکھاوے گا ہن کوں او نوری نہال
کہ دیدار تج منج کوں امرت پلا — کہ پیکر کوں منجکو سو توں پھر ملا
کہ آدوں گی تج سات چھائیں مثال — نہ چھوڑوں گی یک تل سو تیرا دنبال
دوا جائیں چل بیگ اس ٹھار کوں — کہ دیک آویں دور تے سو دلدار کوں
کہ پایا ہے او راحت سوں یا ذر عذاب — کہ پایا ہے او ہشیار یا درا و خواب
دوا نے او ٹھی یوں اٹھے نیک نار — صبوری پکڑ لے توں نہ ہووے قرار
صبوری ہے کیلی گرہ کار پر — کہ کر توں صبوری سو اس ٹھار پر
نہ جس میں صبوری نہیں او بشر — صبوری تما ہے ہر کار کوں خوب تر
کہ دارو طلخ ہوئے آخر شفا — کہ اول مشقت او آخر نفا
دیوانی سو ہو کر نکو کھا شکر — کہ ظاہر میٹھا ہور چھپیا طلخ تر
رضا دے توں اب منجہ کہ میں جاؤں لگی — کہ پیکر کوں جا دیک کر آوں گی
کہ احوال اُسکا کہوں گی تو جے — کہ جب او نظر تل پڑے گا منجے
رضا دے کہ خوبی ہے اس بات میں — کہ لیاوں گی خبر جا کہ یک سات میں
ہزاران مکر ہور نیرنگ سنگات — رضا لے چلی مہ کنے تے سو جات
کہ خطرے کوں کی تھی دوا کی دنبال — ولے نیہ نہ جاتا تھا اس تے سنبال
برہ آکر بھیدیا سو اس مہ کے تن — کہ شد بد دیکھاٹی سو سٹ اپ وطن
کہ جالی آگن آ برہ کی تمام — ہوا حرص ننگ نام گھر ہور مقام
برہ دُک آ بھیدیا سو سر تا قدم — بغیر آہ نالاں نہ تھا اس کوں دم
کہ دھیں سوز سینے تے نکلی جو بھار — سماں ہور عرش کرسی ہوئی بے قرار
براہ آہ کی بجلی کڑک کر اوٹھی — کہ ہفت و طبق آسماں ساری پھوٹی
نکل دود سینے تے چو پھیر سر — فلک سات سو ندی یکس یک اوپر
او ساساں ہوایاں سو پھپٹ تمام — ستارے ہو دستے گگن ہر ملام
آگ سنچریا جو سینے میں داٹے — تدھاں تے نیکل ٹھنڈ گی واں تے ٹھاٹے

اگن ہور تھنڈ گی ہوا جیا ند سور ۔ کہ دین ہور رین کوں سو ہے اس تے نور

یکایک چھجا باد آیا او سے ۔ چھجے پر تے پیکر میرا منجہ دسے

چھجا چڑ کر دیکھن لگی یار کوں ۔ پکارن لگی یار کس ٹھار توں

سوتا ہے یا بیٹھا ہے یا ہے ہشیار ۔ کہ یا ہے و راحت سوں یا خوار زار

کہ یا اسن رکھے ہیں گلے طوق بھا ۔ بندی خانے میں یا رکھے ہیں چھپا

نہ جانوں کہ کس کس عذاباں سنگات ۔ گذرتی ہے اس پر کٹھن آج رات

نہ جانوں اندھیارے میں کیوں پڑ رہیا ۔ مچھر دھانس کھلتے ہیں اس کا کیا

کہ یا ہے غریباں نمن سیے آدھار ۔ کہ یا ہے ڈلاؤں ڈول یا ہے قرار

کہ یا ہور رہیا ہے سو شہری غریب ۔ کہ یا ہے یکیلا کہ یا ہے رقیب

کہ یا ہے جو عاجز یتیماں مثال ۔ کہ یا ہے سو اس کا پیسراں کا حال

اسی حال سوں منہ سو زاری کری ۔ کدھیں ہوئیں دانا کدھیں سد بری

کدھیں ہو گی ثابت کہ گا ہے اوداس ۔ کدھیں بیکڑی امید گا ہے نیراس

کہ گا ہے چھجا چڑ کریں جاں فدا ۔ کہ گا ہے تلیں آکو کاریں دوا

ولی منہ رکھی تھی نین باٹ پر ۔ بندی تھی دل اپنا دوا گھاٹ پر

الہی بنا یا زباں پُرہنر ۔ کتیاں یار سا ہور کتیاں پر مکر

الہی توں ستار ہور ہو غفور ۔ نہ کتیا کسی عیب کس پر مشہور

دوا جب رضا لیکہ منہ تے چلی ۔ ولی او فکر میں سو ساری گلی

کہ گھر چھوڑ جانا ادھیرات کوں ۔ نکلنا وطن سٹ سو کس دھات سوں

فکر آ کہ مشکل یو کاری کھڑی ۔ میرے سر اوپر یا زی بھاری پڑی

مگر کوئی پوچھیں کے تو نار ہے ۔ کہ جاتی ہے کس کام کیا کار ہے

کہ دنیا جواب اسکوں تب کیا پھرا ۔ کھڑے گا وقت منجہ اوپر آ بورا

یتی فکر بہوت دھات اس بھانت سوں ۔ کہ جانا ضرور ہے منجہ اس رات کوں

زنانی سو کسوت ستی کاڑ کر ۔ شرم پیرہن کی ستی پھاڑ کر

کیتی بھیس مرداں کا مرداں مثال
ستی سب زناں کا جتا قیل و قال

منڈاسا سیدی خوب آپ سیس پر
کہ بینی جھکا ہور قبا جفت کر

کہ شلوار موزے سو پینے او زر
کہ ہوئی چست چالاک مرداں کے سار

کمر بند بندی ہور اوپر بر ڈولا
بندی بند شمشیر اس سوں ملا

کہ چادر سو سب تن لیتی ڈھانپ کر
نہ سمجھے اگر دیکھیں کوئی گیاں دھر

لیتی یک فرنگ ہات میں آب دار
ہمت ہور تقوا سوں کیتی قرار

کری ساری کسوت سو سب زرزری
کہ مانند تحقیق جوں لشکری

نکل آئی دروازے سے کے بھار او
رکھی تھی اپنی من کوں یک غمار او

چلی بینت پکڑ کر سو پیکر کی کار
کہ انپڑی کیتک سات پیکر کی ٹھار

نظر تل پڑیا او کہ کتوال جب
سلام علیکم او ٹھی بول تب

کہ کتوال پوچھیا کہ توں کون تر
کہ آیا ہے کرنے کوں مکر و ہنر

دیتی جواب اس کوں دلاور سنگات
کہ ہے شہ کی منجہ کن سو نازک بات

کہ میں سر خواص ہوں سو شاہی جہاں
سمجھتا نہیں ہے توں میرا نشاں

کہ خطاب میرا سو مصلدار خاں
کہ نزدیک ہوں میں سو غزنو کے واں

کہ بھیجا ہے سلطاں منجکوں ایتاں
کہ جادیک پیکر کا کیا ہے حوال

رکھے ہیں سو حرمت سوں یا خوار زار
کہ پایا ہے او راحت سوا یا یے دھار

کہ کتوال سن یوں گیا ہڑبڑ
صدر چھوڑ ہٹ جبڑ آ نگے آکھڑا

ملیچ امر سلطان کا سر بسر
بجا لیا ئیا ہوں سو میں خوب تر

لے کر جا کہ اسکوں سو پیکر مقام
دیکھا یا سو احوال اٹ کر تمام

رکھیا ہوں سو پیکر کوں حرمت سگات
حکم جوں کہ شہ کا اتھیا ہن او دھات

سپارش کرو میری شہ کے حضور
بعدہ تم لرن دائم اچھے گا غفور

چلی چھوڑ بندی خانہ کتواں کوں
کہ جس حال آئی او ویسی حال سوں

گہ جا گھر میں ساری سو کسوت اوتار
رکھی بستاں جس ٹھار کیاں ٹھار ٹھار

پھر ابھیس ہوئی تار جوں مہ پیتی

اول کی روشن جوں کی اپنی اتھی
کہ پیکر کے زاری کے افعال میں

کہ جا دیک مہ سہیے اوسی حال میں
نہ پڑتی پرہ سرک میرا گلا

کہ لے جیو جاتا تو ہوتا بھلا
اوڑاتی تھی تن پر سو چو پھرتے راک

سینا کوٹ لیتی تھی ستی تھی خاک
ہوا ٹکڑے ٹکڑے نین نیر جھر

کری پیرہن خاک سب تن اوپر
بغیر ہو نو منگیوں سیہ دوجہاں

کتی تھی ددا کاں ہے پیکر کہاں

کہاں ڈھونڈوں کس دیس جاؤں نکل
کہاں پاؤں پیکر کی صورت پچھل

کہاں ہے گلے کا میرا لال او
کہ ہے منترے جیو کا سو کنٹھ مال او

نہ جانو سو ریجن ور ریجن کے بات
سنپٹر کر سو بند میں او ہے کس دھات

نہیں او بندی خانہ باغی جناں
کہ جاں ہے او پیکر رنگیلا نہاں

کہ جس ٹھار پیکر کا جھلکار ہے
نہ ہے بند او جاگا سو گلزار ہے

کہ جس ٹھار او مہر نوری نہال
کہ شب روز دائم ہے نت واں اجال

منورا اچھے گا سو گھر ہور انگن
اچھیگا بندی خانہ جوں گل چمن

بندی خانے کے لوگ سارے تمام
مشاقت اور محنت سو بسرے مدام

کہ پیکر کوں دیک کر سو راحت پکڑ
کہ عاشق اچھیں کے اپن سد لیبر

اچھے کا او نو کوں سو آرام جیاں
اپیں کرتی ہوں سب زین خوں فشاں

کہ تم دیک نینا اچھیں گے ٹھنڈی
پڑی ہیں منجہ اوپر سو دکھ کی نیڑی

یو کہتی تھی سر کوٹ لیتی تھی مار
بغیر رونا تپینا نہ تھا اس ادھار

کدھیں کھا پچھاڑی سو ہوے ترار
کدھیں ہوئیں ہوشیار پیکر پکار

دولے جو دیکھی سو مہ کا حال
نزدیک آ مہر اس یہ کیتی کمال

کہوں گی حکایت سو پیکر تمام
ہشیار ہو پیاری توں رکھ من میں خام

کہ سن ناؤں پیکر سوار ڑا پکار
لگی کرنے منتاں سو کیتی لک ہزار

دوار اس کہہ دے سو کیا حال ہے
ہوا ہے کہ جیتا یا خوشحال ہے

اوٹھی بول دوانے کہ دیک مرکی دھات　　نکو دے اپن عقل کوں غم کے ہات
میں تو دیکھی ہوں نینا سو پیکر کوں جا　　کہوں گی تجے کن نہ رکھ سوں چھپا
کہ جیتا ہے پیکر سو اس وقت پر　　او سے تجہ مشاق نہ ہے سخت تر
کہ دیکھے ہوں بیٹھا پلنگ کے اوپر　　بچھانا سو ستر اتھا خوب تر
کہ خدمت او کرتے ہیں بہت جو تمام　　کہ کتوال پیادے سو سب خاص عام
رکھے تھے سو تعظیم تکریم سنگات　　کہ دیتے ہیں حرمت اُنو سے عزت دھات
اوٹھی بول مہ نے یوں ہے سب مکر　　نکو کر دداتوں سو منج سوں بجھتر
کہ تحقیق کہہ توں کہ ہے او حیات　　کہ یا منجہ دلاسے کی کرتی ہے بات
کہ کہہ دے کی ہے راس یا کیا سبب　　تیری بات لگتی ہے منجکوں عجب
نکو منجکوں ٹھگلا توں میری دوا　　نہ ہو سوں یرہ تے میں یکتل جدا
نکو دے تو فریب توں منجہ اس بات تے　　کہ دیئوں گی میرا جیو میرے ہات تے
نہیں پیارا پیکر تے منجہ جیو اوپر　　کہ پیکر ہے منجہ جان تھے خوب تر
منجے کون پیکر تے پیارا ہے آج　　منجے کر سکا ہے سو پیکر کے باج
کہ پیکر ہے جیو جان ہر دو جہاں　　نکو کر توں لے بات منجہ تے نہاں
کہ سن ماہ سوگند ہے منجہ بلا　　نہ کرتی ہوں میں کچھ مکر ہور حیلا
کہ سوگند نبی ہور نبی آل کی　　نہ تھی بات میری یو قیل قال کی
کہ سوگند ابا بکر ہور منجہ عمر　　کہ ہے بات منجہ راس نئیں کچھ دیگر
کہ سوگند عثمان و شیر خدا　　کہ اس چار یاراں پہ منجہ جان فدا
کہ پیکر ہے راحت سوں ہور ہے آرام　　امید ہے منج کوں ہوئے نیک نام
کہ سن مہ عقل میں سو ہیں آ گیا　　خلاصی کا رخ اس کوں دکھلا گیا
الٰہی میلائے گا کہ یک وقت پر　　کریگا تمن کوں سو نیک بخت در
الٰہی کا اس پر ہوا ہے کرم　　رکھیا ہے الٰہی سو اسکی شرم
کہ سن مہ دوا تے شکر حق کری　　توکل و تقویٰ سو حق پر دھری

الٰہی میں سو پن ہوں تجہ کوں اول   نہ کرسں امانت کوں توں کچہ خلل
سنی ہوں ہزاراں مسائل خبر   خدا کے حوالے کیتی نامور
امانت توں میرا سو منجکوں میل   میرا جیو سو پیکر ہے منجہ بھر دیلا
امید حق پکڑ کر کیتی دل قرار   بغیر از توکل نہ تھا کچہ ادھار

پھول بن
۱۰۶۶ م ۱۶۵۵ء
از
ابن نشاطی

قصہ گل و بلبل

صفت اس گل و بلبل کی اتھا عاشق سو مس گل کا
محبت سوں ملگا کر دل کیا تھا آپ کو فانی

منجم عقل کا دیکھ تازہ تقویم — کیا ہے بات کوں اس دھات ترقیم
نکل کر مہر ماہی کے شکم تے — ہوا یونس نمن مفروق غم تے
دیا سو فیض پھر جگ کوں دو جیبلاں — ہوئے پھولاں شگفتے ہور خنداں
جو تھے غنچے کے طفلاں نین کھولے — ہندے پھل ڈال کے مرغاں ہنڈولے
اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار — کھلے تھے پھول جھاڑوں یو ہر یک ٹھار
کلیاں لالے کی سرمے کیاں نشانیاں — دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں
کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دھات — کر جوں چھپ کو کوئی کرتے رہے بات
دسے ہاون کلی کا ہو کو لالا — دسیا اس میں لگے تیوں مشک کالا
دسے یوں پھول میں لالے کے کالے — چرا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
پڑے دیکھ بلبلاں آنے شکے ہولاں — ہندے شبنم کے موتی گل کے پہولاں
کرے سو بلبلاں سن نغمہ سنجی — لگیاں سب کویلاں گانے کر بجی
چمن کی دیکھ ہزاروں خوش تماشی — لگے کرنے نوی مضموں تراشی
مدل کے نیر سوں گل تر کیے لب — پچھل پانی سوں سبزے دھلوے مکھ سب
وو ایسے وقت شہ مجلس کیا تھا — بزم کا زیب مجلس کوں دیا تھا
دسیا اس ٹھار پریوں وو جہانبان — کہ جوں فردوس میں بیٹھا ہے رضوان
یکایک باغباں یک پھول لایا — ہو کر باد صبا خوش بوئی ڈھایا
تھیا وو بوئی میں سب مشک کے سار — تھے اس کی باس میں عنبر کے آثار
نہ تھا مشک و عنبر تھا قدرتی پھول — جو تس کی باس پر مجلس رہی پھول
دو وو پھول شہ کے ہات میں جوں — شگفتہ ہو رہیا شہ پھول کے نشہ

عجب رہے شاہ ہور شہ کے وزیراں ۔۔۔ ہوئے تس پھول کے سارے اسیراں

گیا شہ پھول دیکھ اس باغباں دھیر ۔۔۔ کرائے بن کون دیون ہارے سدا نیر

دکھانیں جھاڑ ایسا کئی چمن میں ۔۔۔ دیسیانیں پھول ایسا پھول بن میں

اگر توں پھول کا جو جھاڑ لا گا ۔۔۔ تو لا کر میرے گلشن میں لگا گا

تو بخشش سوں کروں گا میں مکرر ۔۔۔ دہن تیرا کلی کے ناد پُرزر

شہنشہ کی زباں سوں جیوں وو مالی ۔۔۔ وہ جھاڑاں کے ہلالاں کا ہلالی

سینا یو بات سو رکھ بھیں اُپر سیر ۔۔۔ چلیا پانی مخن نادیک کر پھیر

جو مالی پھول کوں ڈھنڈنا چلیا سو ۔۔۔ ہر یک چمنے چمن باد صبا ہو

کتنک دن کے پچھے وو جھاڑ لایا ۔۔۔ لگایا جھاڑ ہور مقصود پایا

وو مالی روز اُٹ یک پھول کوں لائے ۔۔۔ نظر تل شاہ کے گذرانتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھیا سو جہاں دار ۔۔۔ دسے تس پھول میں خشکی کے آثار

کیا شہ باغباں سوں ہو کو دلگیر ۔۔۔ رہے کی۔ پھول کا یوں رنگ تغیر؟

ہوا ہے کیا سبب یوں پھول سو بول ۔۔۔ رہیا ہے پھول یوں مخمول سو بول

جواب اس دھات دیا شہ کوں مالی ۔۔۔ "اچھو نازی تری شاہی کی ڈالی

کہ بلبل ہے چمن میں ایک کالا ۔۔۔ سٹیا ہے عشق کا اس گل پو جالا

کبھیں آ پھول پر وو پر پسارے ۔۔۔ کبھیں کانٹے سوں جا چھاتی کوں مارے

کبھیں چنگل سوں اپنے پات کھولے ۔۔۔ کبھیں منقار سوں کلیاں ڈھنڈولے

کبھیں چہ چہ کرے شادی سوں ہل ہل ۔۔۔ کبھیں زاری سوں بیٹھے جھاڑ کے تل

اسی بدلے دِسے ژولیدہ ہو پھول ۔۔۔ اسی کے واسطے ہے پھول مخمول

یو سن کر شہ گیا کر دل کوں ماندا ۔۔۔ منڈو بلبل کی خاطر ایک پھاندا

کرو حلقیاں کوں پھاندے کے یتے تنگ ۔۔۔ جو چمٹیاں لیویں انکھیاں تس کنے منگ

بناکچ سست کر سازو وہاں دام ۔۔۔ جو ساتیاں لیوے کچلیاں تس کنے وام

اگو پانی جو اس جالے کوں انپڑے — تو مچھلی کے نمن اس ٹھار سنپڑے
اگر بارا کدھیں اس دام کن جائے — تو پنکھی کے نمن واں آدغا کھائے
لے ایسی دھات کا پھاندا شکاری — ہنڈیا اس جھاڑ تل جا کر وو کاری
دنا بلبل کو دے پھاندے میں بھلانے — کنک چھلے کے ڈالیا اس میں دانے

گرفتن و بلبل را پیش شاہ آوردن

رضائے شہ کی جلدی سوں چلے سارے شکاری مل
پکڑ بلبل کو پھاندے میں کیے محبوس زندانی

فلک یک دام ہے دانے سو تارے — کر کاماں دام کے ہیں اس میں سارے
فلک کے دام تے غافل نہ اچھنا — کئی اس کے کام تے غافل نہ اچھنا
ہے خاصا فعل اس کا بے وفائی — سدا حاصل ہے اس تے بے وفائی
صبا اٹھ کر سورج کے تیں جلاوے — نیم کے چاند کوں لس دن گلاوے
ستارے کو کدھیں رکھنا کدھیں نیں — بدل کوں امن دینا نیں گھڑی کیں
ثریا ہور جو گئی بیٹھے ہیں ڈیرے — بنات النعش کراں کو بکھیرے
رہے ہے یار دوجن ٹیک تن ہو — سٹے جوزا کے نمنے دن کوں کر دو
خوشی سوں بیٹ جو گئی یگ پیارے — ہو کر عقرب الوں کوں ڈنک مارے
وو بلبل جیوں دیکھیا یکبار دانے — پڑے ہیں جا بجا اس ٹھار دانے
کیا طالع دئے ہیں آج یاری — کئے ہیں بخت مجھ سوں سازگاری
مگر کیا برج میں میرے چندر ہے — ستارے کا مرے مجھ پر نظر ہے
خوشی کا مجھ کوں دستا ہے بڑا لاب — فراغت کا ہوا ہے حاصل اسباب
وو چارا ہور محبوب ل کو یک ٹھار — ملے مجھ آج دونوں خوب یک بار
بہوت راحت سوں کھا کر آج چارا — کروں گا پھول کا بارے نظارا
نہیں معلوم اجو جارے میں دنوی — گلا کریس گے بیں پیش بندی

نہیں معلوم جو اس ٹھار لا کر
خوشی سوں اپنے دل میں ہو کو گل گل
گیا کھانے کو جوں وو بیگ یک یک
بچارا وہ گیا جا ڈے کوں کھانے
طمع داری بڑی ہے۔ اے عزیزاں
طمع داری سوں کھانے جا کو چارا
طمع داری تے آتی یار خواری
طمع داری کے سرتے جو اٹھے ہیں
گرفتار اس جو پھاندے میں ہوا جب
کہ، اے جیو کے مرے ساتی، سنگاتی
ترے رُخ سوں مجھے روشن نین میرے
اتھا تج دھرتے تازہ برگ میرا
پڑیا ہے نین تل افکار میرے
رھیا تھا آج تک نا بھاگ کر میں
جدھر جا کر بھی آتا تھا اُسی ٹھار
جدھر تھی توں ادھر سنگات تھا میں
بہوت دیساں تھے تجہ سوں مجسلک تھا
میں سینٹر یا ہوں سو غم نیں مجھ کوئی ہور
پڑیا ہوں دام میں سو نیں ہے مشکل
سینٹر کو دام میں کرنے کوں زاری
پکڑ غصے ستی دانتاں منے لب
دیں آیا دوڑ کر اس غم زدے پر
سٹیا بلبل پو بے رحمی ستی ہات

رکھے ہیں زہر شکر میں ملا کر
پڑیا دیوانہ ہو دانے پو بلبل
پڑیا پھاندا گلے میں آ یکایک
لگیا پھاندے میں پڑ کر پھڑ پھڑانے
نہیں کچھ خوب اے صاحب زیاں!
پڑیا وو بند میں آخر بچارا
طمع داری میں نیں ہے رستگاری
وہی ایسی بلایاں تے چھٹے ہیں
لگیا یوں گل سوں کہنے کر مخاطب
اے راحت روح کی اے دل کے ساتی
ترے لب سوں تھے شیریں بین میرے
جدائی میں تری ہے مرگ میرا
رہوں تج باج کیوں کر یار میرے
پڑیا تھا پھانوں ہو تجہ پانوں تل میں
تجھا تھا پلک کوں نا پلک عار
ہر ایک دن رات تیرے سات تھا میں
ترے سایہ منے میں آج لک تھا
یہی غم ہے جو میں تجہ تے پڑیا دور
ولے بچھڑے سوں تیرے لہو ہوا دل
دیکھت وو دولہ تے پاپی شکاری
غضب سوں آ پنا گردان کر ڈوب
ستم کی آستنیاں کوں چڑا کر
اسے لیا ہات پنجرے میں کیا گھات

بیتا کچھ تنگ تھا پنجرے کیرا ٹھار / سکت نیں تھا جو دم نکلے اسوں بھار
بخیلاں کی اتھا وو گور تے تنگ / کہ تھا وو بلکہ چشم مور تے تنگ
شکاری شہ کوں آ تسلیم کیتا / وو پنجرا شہ کوں لیا تسلیم کیتا

جڑت کے بھا کو پنجرے میں شہنشہ
رکھیا بلبل کوں مجلس میں ہمیشہ

دیدن بیقراری بلبل و پرسیدن احوال او و اظہار آں

پوچھا پنجرے میں شہ اس کوں توں کئے جو کچھ کہ جھتا ہے
ہوا ہے کس بدل تعریف سا نپٹ بے ہوش نادانی

دکھا بلبل جو وو دیساں تہیں رہئے / نپٹ درس کے دروازے بند ہے گئے
منڈ مکنکھاں میں اپنے گھال لے کر / لگیا رونے کوں پنکھاں ڈھال لے کر
تپے اس پھول کوں کر یاد اپنے / لگیا رونے بلکنے ہور تپنے
کہ بولیں گے کوئی اس گل سوں یو بات / گذرتے سو جمے حیفی میں دن رات
کہیں گے کون اس گل سوں مرا حال / ہوا سو حال میرا غم سوں پامال
بچھڑتے سوں ہوا ہے تلخ جینا / کمر بیٹھی ہے ہور پھوٹتا ہے سینا
دنیا دوزخ ہے مجہ اس حور کے باج / دسے دن رات ہوا اس سور کے باج
پڑیا سو دور میں اس گل بدن سوں / ہو کر سلتے ہیں کانٹے تن پوراں روں
یون بن نیں ہے میرا کوئی محرم / جو لے پھول سوں جا کر مرا غم
یون کوں کہہ کہ اے خوش باش بالے / مرا دکھ پھول سوں ٹک بول بارے
اگر اچھتا تو بارسے کا مرا تن / میں اڑ کر بلاں تے جاتا کہ ہر یک فن
کہاں وو پاؤں جو میں اس تلک جاؤں / وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں
صبا اٹ یوں لگیا کرنے کوں زاری / دیکھ یک دن شاہ اس کی بے قراری
لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہات / لگیا شہ بولنے بلبل سوں اس دھات

ہوا ہے کی۔ ترا سر یوں پریشان ؟ | پریشاں جیو ہور خاطر پریشاں
ہے تجہ میں کیا بدل بارے کی عادت | توں کی، پکڑا ہے بارے کی خصالت؟
توں کس کی نین کی خاطر ہے بے خواب | توں کس کی زلف کے بدلے ہے بیتاب؟
مرے دِھر بول توں کس کا ہے مجنوں؟ | ہے کس لیلی کی خاطر دل ترا خوں ؟
لیا ہے کوہ کن کا توں جو پیشہ | لگیا ہے کس نگہ کا تجہ کوں تیشہ ؟
بھنور توں بول مجہ کس پھول کا ہے | توں بلبل بول کس مقبول کا ہے ؟
دریا تے نین کے موتیاں کے تئیں رول | دیا بلبل جواب اس دھات موں کھول

بیان کردن بلبل پیش پادشاہ

بھلا ہے دکھ مرا کوئی نا سنے تو | اگن کے پھول میرے نا چُنے تو
کسے کوں درد دیو دل ہیں جو ہے پور | زمیں ہے سخت ہور اسمان ہے دور
وہی جانے یو دکھ جس پر گھڑیا ہوئے | جو کوئی پر ہے کے پھاندے میں پڑیا ہوئے
پچھاڑیاں غم سوں کیوں کھاتا اپے دل | وہی بوجھے گھڑیا ہے جس پو مشکل
نہ کہتے جاتا نہ آتا ہے کنے ہیں | نہ کہئے میں فائدا نا چپ رہنے میں
ہر یک تلتل ہو کر جاتا ہوں پیلا | پرت میں نیں مرا جلتا ہے جیلا
کہوں یو بات کیا میں جیب پر لیا | کہے تو بات کس سوں فائدا کیا
نین بلبل کے غم سوں شاہ کر نم | آپس کے دو کنول تے کاڑ شبنم
کیا اپے غم کے بن کے درد کے جھاڑ | درنگ پو کام اپنا توں نکو پاڑ
شکر بن کھائے نیں ہوتا میٹھا کام | نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام
مرے دِھر بول اپنے جیو کی بات | کہ شاید کام تیرا ہوئے منج ہات

سنایا شہ انگے بلبل جو کچھ مطلب تھا اپنا
دیکھیا سو عشق کی شدت ہوا سو بے طرانی

دلاسا شاہ تے بلبل جو پایا | زباں مطلب کے باتاں سوں اُچایا

لگیا کہنے اول گذرے سو باتاں — برہ اس نین سوں کیتا سو گھاتاں

مرا تھا باپ سوداگر ختن کا — نہ تھا پروا اسے کچھ مال و دھن کا

بڑا تھا بہوت سب سوداگراں میں — اتھا مشہور سالم بندراں میں

مناں سوں تھا روپا کھنڈیاں سوں سنا — تھیلاں کھاں اشرفیاں کڑاں سوں ہنا

قماشاں کے جدھر دیکھے بی پستے — رہے تھے لے دوکاناں پر دور ستے

ہریک کا لک کے ہریک کے اوپر مول — رکھے تھے سب نمونے کے بدل کھول

حریر و بافتہ سالو سری صاف — مشجر، تاختہ، دارائے زرباف

سمور و سندس و سرمک خطائی — سیلئی، صاحبی ہور کربلائی

خزو اکسون و اطلس دق و دیبا — ختنک ہور طاش، خطئی سوف زیبا

مطبق، نیک و سقلات و مخمل — قلمکاریاں و چھینٹا ہور ململ

پتیمبر وار چھینٹاں ہور سوسیاں — تھے شالاں خوب کشمیری و طوسیاں

بہوت نازوک ہندی بنچھولے — بہوت باریک تاواں ہور پتھلے

یونا ہو کر بی سودے تھے دریائی — ہے جس میں فائدا دیوڑی سوائی

پیتے چلتے تھے کشتیاں ہور کھڑے تھے — دریا گرجی سوں سک کے گڑگڑے تھے

پیتے اس قافلاں کے تھے سکیناں — نہ ڈھوسک تنگ آئے تھے زمیناں

ستم دو دن جو گاڑیا تھا گرڑا وا — پڑے تھے بندراں سالم بڑا وا

کدھیں سودا لے کر جاوے عرب کا — کدھیں شیشہ لے کر جاوے حلب کا

کدھیں سودا لجاوے روم سوں شام — کدھیں جاتا بنگالے پر تے آسام

کدھیں واسط سوں جاوے سفرائن — کدھیں جاوے صفاہاں تے مداین

کدھیں تبریز تے شروان جاوے — کدھیں ہمداں سوں کاشان جاوے

کدھیں ارمن سوں جا منزل کرے طوس — کدھیں اترے جو یک منزل اچھے اوس

کدھیں اچھا مقام اس کا سراندیل — کدھیں شیراز اچھتا ہور اردبیل

وطن کر جنیلے وو اچھا ختن میں — کدھیں دکان کھولے جا یمن میں
گدھیں شیراز سوں جاتا دماوند — کدھیں جاتا بخارے سوں سمرقند
کدھیں کابل تے یہ لاہور جاتا — کدھیں مانڈو کدھیں ماہور جاتا
تجارت کے بہت سودات سوں وو — گیا یک مرتبہ گجرات کوں وو
اتھا میں اس سفر میں اس کے سنگات — گھڑیا سو کیا کہوں اوس ٹھار پر گھات
مری اس وقت تھی اوّل جوانی — نوی انپڑی تھی مج کوں شادمانی
جوانی کے برس سو بیس لگ ہے — بندھے ہیں حد بڑے تا بیس لگ ہے
کہتے ہیں باضرورت تا چہل سال — بڑیاں کوں ہے سچ بیلاڑ کا حال
اتھی اس ٹھار پر زاہد کو بیٹی — بڑی یک خوب کئی عابد کوں بیٹی
چتر، چنچل، سرگ، کنتل، سہانی — نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی
کہوں کیوں میں الک کوں اس کے سرکاں — سرک میں دل کشائی کے اتر کاں
بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کر — وو کاں ہے تور محراباں کے اوپر
چندر آدھا کہوں گر ہیں پشانی — چندر آدھا نہیں ویسا نورانی
کہوں کیوں اس کے میں پلکھاں کوں تیراں — ہوئے نیں کوئی تیراں کے اسیراں
نین کوں نرگساں کہنا سہے ناساز — چمن کے نرگساں میں کاں ہے وو ناز
نین نرگس کتے کا سو ہے زوری — کہاں ہے نرگساں میں لال ڈوری
کلی چنبیلے کی کر ناسک کوں لولیا — دیے تشبیہ میں ناسک کوں بولیا
کہوں رخسار کوں کیوں اس کے لالا — ہر یک لالے کے درمیانی ہے کالا
ادھر کوں لعل تھے کر کیوں کہوں میں — وو نرمی ناز کی کس لال میں ہیں
دسن کوں کیوں کہوں انار دانے — اتھے اس پر دیوانے ہو کو دانے
ٹھنڈی کے سار جگ میں سیب کاں ہے — یو اس میں عشق کا آسیب کاں ہے
کہوں جوبن کوں کیوں میں ترنج نو — ہے تیبے لوز کے، اس پر بلا دور
کتے پھل گیند مج آتا ہے گمان — کروں گا پھول کے گیند اس پو قربان

کہاں ہے کروراں میں اس کے آثار
شوں میں کروراں کوں اس پر تے وار

کمر کوں کیوں کہوں میں اس کی شرزا
کمر کے سامنے شرزا ہے، ہوزا

سرو تھا کیوں کہوں میں اس کے قد کوں
انیبڑتے کاں سکت اس قد کی حد کوں

میں سر تے پاؤں لگ اس موہنی کا
کہ تھاتیوں، کیا صفت کرنے سکوں گا

جو کوئی اس چال کو ہنس کر گیا ہے
ہنسو گر تس پہ ہنس ہنس گر گیا ہے

ہوس اس دیکھنے کا مج کوں آیا
تماشے کوں مرا دل پھر آجا یا

جو یاد آتی اتھی وو چنچل منج
تو ہوتی تھی سینے میں گدگلی منج

پیاری کا پرت پیارا لگیا سو
پرت کا ٹھنڈ ہور بارا لگیا سو

اول تھا حال کچ آخر ہوا ہور
پرت کی چٹ پٹی مجہ کوں لگی زور

لگے چشمے ہو کر نیناں ابلنے
لگیا جیوں شمع ہو کر جیو جلنے

لگیا سو بھار دل کوں باٹ کر یک
اسی یاتاں سوں بھیا دل میں داگ

کلی نمنے ہوا دل تنگ ناشاد
ہوا ٹکڑے گریباں پھول کے ناد

دھوئیں آہاں کے ہو سر پر بدل چھائے
گرم بھاپاں سوں ہوٹاں پر چھلا آئے

ہو ووا دتار پدمن ذات بدلی
طبیعت کی مری سب دھات بدلی

ضعیف ایسا ہوا اس درد سوں میں
اجل منج پیرہن میں ڈھنڈ سکے نیں

سچ کر رہے جو کوئی تھے ہم تربیاں
لگے دینے گواہی آستیناں

لگے کہنے ہر یک کئی یا کو بچھانا
وو ہے جاتا فلانے کا فلانا

جو اس کوں دیکھنے کا منجہ ہوا ذوق
جو آیا دل منے میرے ابل شوق

ہر یک نس جاؤں اس دھن کی گلی کوں
بلو چھپ کر دیکھوں اس اچپل کوں

سینے میں دم کوں اپنے سان لے کر
کمر کوں اپنی دامن باند لے کر

نہ دیکھے کوئی تیوں آہستہ ڈگ ڈگ
چلوں اس کا ند تھے اس کا ند کوں لگ

تمرنگ پر شوق کے ہو سارہ ہر نس
پیادہ جاؤں گھر لگ دیکھنے رتس

یکیلا اوس گلی میں کئی نہ دو جا
چلوں میں چندنی کی دھوپ میں جا

کماویں چندر بدن کے گھر طرف موں   ہر یک نس نین کے تارے بکھیروں
ہر یک شب غم سوں وہ مہ جو اچھے جاں   دھویں سوں آہ کے باندوں کھلاواں
کروں ہر شب نیں سوں آب پاشی   اُساساں سوں کروں ہر دم فراشی
کیتک دن کے پیچھے امید کا سُور   مرے نجتاں کے نیناں کوں دیا نور
نصیباں منجہ سوں جو آخر ہوے یار   مرے طالع کر آیا ، سو رک' بار
یکایک جھانک کر دیکھی مجھے نار   مرے ہور اس کے دو دیدے ہوئے چار
نظر کا باز اُڑیا سو اب نہ رک سک   ہوا میں حسن کی اس کے رہا تھک
گیا سو دشت کا آہو نکل کر   پڑیا اس مکھ کے گلشن میں پھسل کر
اسے دیکھ عشق سوں میرا جھلیا دل   ہمن دونو کے دل رہے یک ہو دل
ہوئی سو مہرباں آخر پری زاد   کروں جیوں یاد میں وو بی کرے یاد
کدھیں میں سر سوں چلتا جاوں اس لگ   کدھیں وو بی رکھے مجھ نین پہ پگ
کدھیں میں اس کے جاتا تھا قدم کن   کدھیں میرا کرے گھر وو بی روشن
کدھیں انبڑاؤں میں اس گھر لیجا کر   کدھیں انبڑاوے وو بھی منجہ گھر آ کر
کدھیں اس دھات سوں نس سب گذرتے   کدھیں جا پر رہتے لوگاں کے ڈرتے
کدھیں کئی نا سنے تیوں بات کرتے   ہلو باتاں اشارت سات کرتے
کدھیں دیکھ مسکٹیاں میں دونو آتے   یکس کوں ایک نظراں میں چراتے
کدھیں دیکھیں یکس کا ایک دیدار   پیار آنکھاں پلک کوں نا پلک مار
بہر حال اس سند سوں مل ہمیں دو   محبت سوں رہے تھے ایک دل ہو
یکایک یو خبر زاہد کوں انبڑا ئے   یوں اس کے دھیر جا جاڑی کوئی کھائے
نہیں کچ خوب چاڑی کا ہے چاکرا   ہے چاڑی خور کا موں جگ میں کالا
نہیں آتی ہے چاڑی خوش خدا کوں   نہیں بھاتی ہے چاڑی مصطفیٰ کوں
نہیں چاڑی علی کس تے قبولے   بزرگاں کوئی نیں چاڑی پوچھو لے
لگیا زاہد خبر سن تلملانے   آپس میں اپ پچھاڑیاں غم سوں کھلانے

حیا پر کا اُڑیا، کرسن کو سر پوشش — ہوے اس ہوش کے طبقان فراموش

نکھیا ہے سو انٹرتا ہے و لیکن — رہتا نین جیو روئے ہور تپے بن

ٹر یا سو شرم کا گوھر نکل کر — دریا غیرت کر آیا اُبل کر

لئے دیکھ آبرو جگ میں نصیباں — اجایے آبرو کی آگ جیباں

کہے ہیں جیو تے پیارا اہے شرم — خدا سب کا رکھن ہارا اہے شرم

ہو کر سب خلق کی کثرت سوں تنہا — دو جا حجرے نین خلوت سوں تنہا

کھڑا یک پاؤں پر ہو سرو کے دھات — پسارا نپے دو ہت جیوں ڈاک کے پات

منگیا صورت ہماری ہونے تبدیل — منگیا صورت، ہماری ہونے تبدیل

تھے رحمت کے کھُلے اس دن کواڑاں — کھُلے تھے فیض کے اس حجن کواڑاں

دعا جیوں تیر ہو، اس کی سحر کی — سپر میں ساتوں انبر کے گذر گی

اجابت کے نشانے پر لگی سو — قبولیت کے شانے پر لگی سو

ہوا میں ماتمی کسوت سوں بلبل — ہوئی زاہد کی بیسٹی صورت گل

رہیا ہے تو تے منج میں دردناکی — گئی نیں تو تے اس کی سینہ چاکی

ہے منج میں تو تے سنبل کے نمن تاب — وو نرگس کے نمن ہے تو تے بے خواب

دعا سوں ختم بلبل بات کوں کر — کہیا یوں مختصر اس دھات کوں کر

کہوں کیا میں تجے معلوم ہے سب

مرے سو بخت ہور تیری نظر اب

دربیانِ صورِ اصلی یافتن بمعجزۂ خاتم

انگوٹھی اسم اعظم کی پکڑ، شہزادہ میں اپنے

پھرایا گل و بلبل پر ہو پھر کر شکلِ انسانی

سنیا سو بات وو شہ یاد لیا کر — خزینے دار کوں اپنے بلا کر

گیا، جا، اس انگوٹھی کوں لے کر آ — دعا جس میں لکھیں ہیں جیوں اثر کا

اگر ممسوخ یہ اس کوں پھرا دیں — تو صورت میں اوّل کی پھر کر آویں

دو شہ فرمایا تیوں جا ہیک خازن — کیا حاضر انگوٹھی کوں اسی چھن

انگوٹھی لے، وضو اوّل پکڑ کر — دہاں تے آیتہ الکرسی کوں پڑھ کر

گل و بلبل کوں شہ انگے منگایا — دونوں پر اس انگوٹھی کوں پھرایا

خدا کے فیض سوں تھے جیوں اوّل وو — ہوئے پھر آدمی کی شکل سوں وو

یکس تے ٹیک تھے صاحب جمالاں — یکس تے ٹیک تھے روشن ہلالاں

کہے ہر کوئی دونوں کا نچھا موں — کہ یو لیلیٰ اہے ہور وو سو مجنوں

دونوں کوں دیک آیا ہر کسے یاد — مگر اسیچ تھے شیریں و فرہاد

مگر دنیا میں پھر کر آئے ہیں کیا — کتے تھے جن کو یوسف ہور زلیخا

دیکھت یو حال شہ ہو بہوت دل شاد — لگیا لب کھول ہنسنے پھول کے ناد

تجے کرتا ہوں میں کرتار سجدا — کریا شہ شکر کا دو بار سجدا

اوّل باری ہوئے ہیں پھر کو آدم — اثر کرتا رہے دوجا سو خاتم

دونوں کوں شاہ پھر دکھلانے کوں چاؤ — کیا جا واں سوں دونوں کو ملا بھاؤ

مراتب یک بڑا دے کر اسے شاہ — حضوریاں میں اسے جا گا دیا شاہ

صبا اٹھ شہ کی دو خدمت منے آتے — قصہ سوں روز شہ کا وقت بہلاتے

بیان بادشاہ و وزیر شاہ

کیا شہ اس حضوری تے پچھیں یک خبر کچھ سچ تے

کہ جس سوں دفع غم ہووے اچھے بھی راحت جانی

جو کوئی دھرتا ہے باتاں کا فراست — کتا ہے یوں حکایت میں حکایت

کہ یک نس اس حضوری کوں کیا راج — تو قصہ بول کچھ سامنے آج

جو اچھتا عشق کا کچ اس منے کام — کہ کاماں عشق کے ہیں سب تجے فام

پرت ہور بھوگ کے اچھتا یو دو فن — کہ یو دو لذتاں ہیں تج کوں روشن

ادب سوں شمع کے نمنے کھڑا ہو | حکایت سوز کا یک یوں کہیا وو
سنا ہوں پادشہ تھا کوئی اوّل | ستاریاں سوں زیادہ تھا اسے دل
سرب دل کا بل اس پر تھا مسلم | بونداں مینہ کی دسیں تس دل انگے کم
بزرگی میں سورج تے محتشم تھا | اسے ذرّیاں ستی اگلا حشم تھا
وو شہ یک دیس مجلس کوئی بھرا کر | جو بیٹھا تخت کے اُمرال آکر
خبر انیڑا اسے لیا ایسے میں شہ کوں | کئے آگاہ آ ایسے میں شہ کوں
کہ یک کئی چین کا آیا ہے نقاش | بچھیر نقش لکھ لایا ہے نقاش
سنیا جوں شہ یکا یک چین کا ناؤں | پڑیا غم میں بھسل کر عیش کا پاؤں
وزیر یک اس طرف لشکر لے سنگیں | گیا تھا ملک لینے چین کا جیں
خبر جس آئی تھی کئی دن تے واں کی | سنی نئیں گئی تھی بات اس کی زباں کی
اپس کوں جگ میں دکھلانے کوں بلکا | کہاں بیٹھا ہے لے کر ملک بلکا
سپہ سالار اوپر بدگماں ہو | اندیشے سوں دسیا شہ جیوں کماں ہو
ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں ہیں | کہ جاتا ہے لوا جیوں میاں میں ہیں
جو کئی پھیر پھیر کو بدلا وے ہے ایماں | تیراں سارا اس کوں کرنا ہور قرباں
جو کئی ایکار کیس کا نا کرے یاد | فلک چھیلو اُسے جیوں زنگ کے نار
اندیشا خوب نیں کر دل میں آکر | ندیم یک تھا سو بولیا اس بلا کر
حکایت بول کر یک دفع کر غم | توں دل سوں ہر سنہ گیو رفع کر غم

اوّل تے وو سمجھتا تھا حکایت
مناسب سات بولیا یک روایت

حکایت نقل روح

حکایت خوب یک شہ کن ہنرمندی سوں بولیا وو
سکایا تھا اسے جوگی منتر سوں نقل روحانی

قلم کرتا اہے نقل ایسے فن سوں ۔ کرے جیوں روح کوں وو نقل تن سوں

کہ یک راجا بڑا کئی گور میں تھا ۔ ہنر ہور فہم کے بی دور میں تھا

اتھا وو معتقد جوگیاں سوں دایم ۔ ملے وو خاک کے جت جوگیاں سوں دایم

تھے جوگیاں بھوت اس کے اعتباری ۔ کرے ہر ملک کے جوگیاں سوں یاری

سٹیا تھا دوستی کا یوں وو پایا ۔ سو یک دن ٹھیک جوگی کئیں تے آیا

لگا کاناں کوں مدرے ہور چیکری ۔ سنگی یک ہت میں یک ہت میں کھپری

ہر یک مدرا سو جیوں سورج چندر تھا ۔ گھلے کے ناد اس ہت میں چیکر تھا

سنگی قوس و قزح کے سار رنگ دار ۔ کھپر تھا اس کنے خوش دلو کے سار

لگا کر ایرا ایسا تن اوپر خاک ۔ دسیاں یوں جھمکیں جیوں تریا ہے افلاک

اپے جا کر کوں لیا یا شہ بلا اس ۔ لگیا احوال پوچھن بیسلا اُس

کہ کاں اچھتے تمیں کر بھار تے آئے ۔ کرم تھا جو درس ہمنا کوں دکھلائے

کیا جوگی، کہ اے شاہی کے ماتے ۔ ہمیں ہیں کون آنے ہور جاتے

جو کچھ کرتا سو حق، کرتا نہیں ہور ۔ ہے بات اس کے ہماری ذات کی دور

بہر حال اس رکھیا شہ دے مراتب ۔ کیا کھی دود اس کوں روز راتب

دیکھیا سو شاہ کا، جوگی بہت پیار ۔ گیا میں بی کروں یک اس پر ایکار

منتر سکھلا گیا یک کاڑ کر بید ۔ اتھا جس میں جو نقل روح کا بھید

منگے تو جسم میں ہر کس کے جانا ۔ منگے تو پھر کر اپنے تن میں آنا

وزیر اس شاہ کنے تھا ایک کامل ۔ ہر یک تدبیر میں تھا بھوت فاضل

قضارا اس دیاں میں یک کیا کام ۔ کھڑا سو بیگ آیا دے سرانجام

کیا شہ اس یہ ہو کر بھوت خوشحال ۔ جو کچھ منگتا سو منگ لے نیک اعمال

وو پھر یوں شہ سوں بولیا یس جھکیں دھر ۔ تری ہمت سوں کم نیں سیم ہور زر

کرم بخشی تو اتنی نی کریا ہے ۔ منگوں کیا تیری دولت سب بھریا ہے

ہنر جو شاہ اس میانی سکے ہے ۔ جو نقل روح ازمانی سکے ہے

اگرچہ شاہ ہے حکمت منے یم — نہیں قطرے سوں ہوتا ہے دریا کم
منور کے ہے گگن کا شاہ جیوں بھان — نہیں سورج کوں یک ذرہ سوں نقصان
نظر رکھ مجہ یکنے کے اپر شاہ — عجب نیں ہے کریں تو اوس سوں آگاہ
سُنیا سو شہ سراسر اس سوں یو بات — لگیا اندیشنے لاگال کوں ہات
گیا میں یو ہنر جو اس کوں سکھلاؤں — دسے تیوں ہے موں میں جانسا پیکیاؤں
یو مایا یوں ہے دنیا اس کو آنیٹر — کہے تیوں ہے سچتر آیا توں پر پڑ
بکٹ یوں ہے یو بات اس کوں دکھاتا — ہے جاتی سو بلا کوں جیوں بُلانا
ولے بولیا ہوں میں ہر کچھ منگو کر — دہی بخشش سوں دل اپنا رنگو کر
نہ بولوں گا تو آتی ہے دردمی — درد غمی میں ہے حاصل بے فرو غمی
اگر شاہاں جو جھوٹی بات لیا نکے — جگت میں کون شاعروں کوں پتیا گے

یو باتاں سمجھ لے کر سب اول
کہا اس سوں خدا پر کر توکل

بیان شکار کردن وسیر کردن

ہرن کے جسم میں جیوں شہ سٹیا پرچھیاں میں جیوں
وہ سگ نے کینہ ور ہو کر دکھایا فعل شیطانی

ہوسناک اس بچین کا اُٹھ ہوس دھر — لگایا بات کے بینکی کوں یوں پر
گوئی تے شرق کی جیوں سور کا اگ — جو نکلیا موں سوں اپنے کاڑتا آگ
ہرن مہتاب کا کھایا دیکھ اس رم — جو پھرتا تھا گگن صحرا میں بےغم
نکل کر باز آیا صُعود کا جب — ستاریاں کے اُڑے مرغابیاں سب
گیا شہ صید کا اس دیس آہنگ — پرندے ہور پرندیاں کا دیکھ رنگ
شہی کا تاج اپنے سیس پر دھر — خیال ایسے ترنگ

چلیا لشکر کوں لے سب اپنے سنگات
اتھا و وہی وزیر اس شاہ کے سات

بہرحال اس طرف تھا ایک جنگل
اتھے بار اس دناں میں پھول ہور پھل

نپٹ او واٹ تھا جنگل جو کھول آنک
نہ تھا قدرت سُرج کو دیکھنے جھانک

دسے وو اس روش چو پھیر چھا کر
کھڑیا ہے کیا مگر آسمان آ کر

اگر بار اکدھیں واں بیس کر جائے
تو آوے سیس کوں واں بیس کر جائے

کہ چھایا تھا سو بن چار و کدھیں وو
سہادے میں دسیا سب کوں گگن وو

دسے یوں ہو کہ پھول اس ٹھار سالے
گگن پر جگمگاتے جیوں ستارے

دسے پنکھاں کے یوں اڑتے سو واں دل
چلے جیوں تول سوں بایے کے بادل

زمیں پر واں کی بستے تھے چرندے
گگن کوں ڈھانپ لیتے تھے پرندے

لے لشکر شاہ اس جنگل میں بیٹھیا
ستاریاں سوں جندر بادل میں بیٹھیا

ہوس کا درس ازبر کرن بارے
سیہ گوشیاں کوں تختیاں تے اتارے

ہتیاں کی پیٹھ تے جھولاں کو کاٹے
چتیاں کے گل نے دیتے کھول ناڑے

سیہ گوشاں کے تختیاں بی اُتارے
چرندیاں میں اُجانے کو دھولارے

ہر چتیل چکاریاں کوں کرن جوڑ
لگادے تھوک پٹیاں وین ہوتی دوڑ

چیتے دکھلا کے اپسیں کر غلولے
پڑے ہرناں پہ ہو کر توپاں کے گولے

سیہ گوشاں کوں دیکھ وحشی سیہ گوش
ہوئے بے ہوش، کر ہوشاں فراموش

گتے ہرناں پہ یوں کتیے اڑاناں
اگن کے جس روش اُڑتے ہیں باناں

سیہ گوشاں چکاریاں پر پڑے یوں
کماناں تے جو تیراں چھٹتے ہیں جیوں

چیتے سب تن کے پٹکیاں سات کالے
دسے یوں جیوں چرندیاں کے ہیں جالے

یک یک کوں دور تے یک یک کوں دکھلائے
بلوں نزدیک چھپتے دشت جیوں ناے

کتیاں کے دانت تھے بلکہ درانتیاں
چرندیاں کے تھے جنگل کی درانتیاں

ہر یک اونچی نوانیاں میں ہر یک ٹھار
جنگل کے وحشیاں کوں یوں شکار

لگیاں بہنے ندیاں لھو کی وہاں سب
زمیں لھو سوں چکرہی جاں تہاں سب

بڑے دیک جانور بھتیس کے ایر ڈاٹ
محل تھا ٹیا پکڑ آسمان کی باٹ

بجانے کر ایس کوں اس خطر تے
چھپی پاتال میں جا گاتے ڈرتے

ہوا پر دیکھتے پنکھیاں کے زوریاں
چکائے پاؤں نے بازاں کے ڈوریاں

ہوس ناکاں دکھا کر اپنے انداز
کتے چمکار کر بازاں کو پرواز

کلہ انکھیاں پوتے بہریاں کی کاڑے
کنک ہوسیاں جو تھی اس حق میں گاڑے

لیونا ہو کر بھی یک دھر لوگ تھوڑے
چھوٹے کھول کر لگڑاں کوں چھوڑے

ترستیاں ہور شکریاں ملکے جھٹ پٹ
ہوئے جا کر پنکھیاں کے سات لٹ پٹ

ہوں پنکھیاں کے دکھلا دورتے موں
اڑائے یک طرف تے شاہنیاں کوں

دو شاہیں یوں چلے پنکھیاں کے دنبال
دعا جیوں کا ملاں کی جاوے آیرال

زمیں پر آئے یوں پنکھیاں سو وو مل
قضا جیوں آسماں تے ہوے نازل

سینے پر نوک دھر پنکھیاں منے ٹھانپ
لگے سٹنے گلے چنگل ستی چانپ

پنکھیاں کے پاؤ ہور پنکھیا کے ٹھوس
دسیا میہوں ہور بارا ہو کے سب کوں

ہوا دیکھ حال پنکھیاں کا نظر سوں
رھیا کس کی نظر نا پڑ کو ڈھوں

دیکھت مرغاں کوں سارے کئے سو جانے
چھپا سی مرغ جا کہہ قاف میانے

ہوا ساں کا پرندیاں سات کر صاف
زمیں واں کی چرندیاں سات کر صاف

ہوا رغبت جو گھر کا شہ کوں غالب
پھریا واں نے لے شاہی کے مراتب

کریا سو آخر اپنا کام تقدیر
ٹریا شہ یک دھر ہور لشکر یک دھر

ٹریا شہ ایک دھر ہور لشکر یک دھیر
قضا کیس گھڑی دیکھو ثیب اس سیر

وزیر اس باج نیں تھا شاہ کن کئی
زحل بن اس نہ تھا اس ماہ کن کئی

یکا یک دیکھتا ہے باٹ میں تو
پڑیا ہے یک ہرن جیو اپنا کھو

رھیا ہے جیو سوں تن ہو کو خالی
نہ تھی کچھ تن منے دم کی اُلیالی

ہلے کیوں کر کہ جیو کا کھیل نیں تھا
لیتی ساری تھی اتا تیل نیں تھا

کیا شہ تن ست اپنا اس منے جاؤں
ہنر کیا ہے سو بارے تج آزماؤں

جنگل پکڑاوں ٹک ہرناں کوں بارے — پھرون لے پیٹ سوں ہرنیاں کو سارے
ہر یک جا آہواں کوں دیکھ اکھلاوں — غزالاں کوں الیس کا زور دکھلاؤں
ہوس اس بات کا جیوں من میں آیا — الیس کا جیو ہرن کے تن میں بھایا
ہرن ہو کر چلیا جوں سیر کوں شاہ — چلیا پھرنے کوں جوں اسمان دو ماہ
وزیر اس شاہ کے دیکھا جو تن کوں — سو نکھن جیو کے اس پیرہن کوں
مکتی اس سلطنت کا دل میں آیا — حکومت کا ہوس اس دل میں آیا
دلی نعمت یو اپنے ہو بداندیش — بدل دیکھو کیا کیوں نوش سوں نیش
نہ باقی رکھ کے ذرہ کچھ جسد میں — سٹیا جیو آپنا شہ کے جسد میں
مبارک تن میں شہ کے یو وو آیا — سنے کے جام میں جیوں زہر پایا
جسد اپنا کھڑگ سوں توڑ کر سٹ — ہرن کر شاہ کوں، شتابی کیا چٹ
جو سورات آکے اس کے دل میں داٹی — مروت کی سٹیا آنکھیاں میں ماٹی
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ — نمک کھا کر نمکداں کوں سٹیا پھوڑ
وفاداری کی سٹ دل تے صفائی — کریا صاحب سوں اپنے بےوفائی
چڑیا سو بات شہ کا پاک تن وو — سلیماں ہو چلا وہیں اہرمن وو
وو مکار اس سند سوں سلطنت لے — ہلوں وہیں تخت بیٹھا مملکت لے

چلا وو بدگہر واں تے محل میں تھی کی رانی کن
سمجھ اس کی خصالت کوں رکھی تھی الپس رانی

تھی رانی شاہ کو یک ستونتی نانوں — جنید سورج کدھیں دیکھے نہ تھے چھانوں
تھیں بکیڑی تھی وو گھر کی کدھیں باٹ — نہ دیکھی کیں پلک کے کھول کر پاٹ
کدھیں درپن میں جو مکھ دیکھنے جاتے — دیکھ اپنے نین کی پتلیاں کوں شرماتے
کدھیں ہووے کنگوی جو کھولنے بال — نمونا ہے نیچے کا کر دیوے ڈال
کدھیں نرگس جو پڑتی تھی نین تل — الپس کے کھینچتی تھی مکھ یو آنچل
سدا شاکر تھے اس کی گت پوچھیاں — سنواں کھاتے تھے اس کی لوبیاں

ووست کی ستونتی اوتار ناری / ستیاں کا مال ست سوں رکھنے ہاری

جو دیکھی وو چلن ہور اس کی وو چال / کہی خالی خلل سوں نیں ہے یو حال

کہ لگتا ہے منجے وو شاہ یو نیں / سنبھالوں یار ے ممکن ہے ملک میں

نہیں وو خوب جو ہونا پشیمان / سنبھالے کوئی دن تو کیا ہے نقصان

وو کرنے کوں جو آوے سیج پر چال / ہنر سوں دیوے ستونتی اُسے ٹال

غرض مندی کے لے آوے تو وو فن / کرنے بہانے سوں دفع الوقت وو دن

چڑیا سودن لیو دن وہیں بیرہ کا بھار / اسے دکھلائی اپ سیں کر کو بیمار

نہ دی ووست بھری کس بات کوں راہ / پڑی برہے میں جس دن کھینچتی آہ

تھی آپس میں اپے روتی وو تپتی / رہی نرجیو ہو اس جیو کوں جپتی

لگی گھٹنے وو چندر ہو کو دن رات / سنو یاں تے کتا ہوں جیو کی بات

ہرن کا جا بہو کر شہ لڑیا اپنے محل پر جیوں

پھر اک تدبیر سیتے وو دکھایا شکل انسان

کتیک دن ہو ہرن وو شاہ بھولا / رہیا تھا سب کسی سوں ہو ابولا

ہرن کے تن میں شہ کا جیو سمایا / جو مشک اپتا ہے نافے منے جیوں

دل اپنا تنگ کر نافے کے نمنے / گھٹے خون جگر نافے کے نمنے

جھکے تب دیکھ اپس کے پاؤں آپ تی / بجکتا دیکھ اپنی چھاؤں آپ ہی

جو غم جس وقت دل میں یاد آوے / ہرن کی شاخ نمنے پیچ کھاوے

نہ کر سک درد دل کس سات ظاہر / عجفتے ہوں ہر گھڑی وو شاہ صابر

بجز سایہ نہ دیک سنگات بھی کئی / دریغی سوں کہے یوں دل میں ہور رئی

خدا اس کوں دیوے گا کیا بھلی بات / گیا ہے جن جنگل میں یوں گلا کاٹ

دیکھو اوّل وو کیوں خوبی سوں بلٹی آ / برائی دل میں سیتی کیوں اندیشا

کر اول گرم مجہ سوں دوستی کوں / کیا مجہ سرد آخر دشمنی ہو

سمج نیں تھا بلا یوں لا کو بھاگا / بلا میں بھاد غایاں دے کوں جاگا

بہر حال اس سند حیدر روز تھا شاہ — سو دیکھا رہ میں یک طوطے کوں ناگاہ
نہ ملتا ہے نہ چلتا ہے پڑا تھا — تمام اڑنے سوں کام اس کا ہوا تھا
دیکھا اس شہ دل میں لایا اچ یو خوب — کہ طوطے سوں کروں میں ایسے منسوب
جو ہر کس کوں سکوں کہنے کوں مقصود — مرا اس کام میں بیگی اچھے سود
گندا اپنے دل منے اس بات کا ہار — ملن کے نادراواں کا ہوا سار
جدا یک زندگانی کا کیا مست — خضر کے ناد کیتا سبز کسوت
کر اپنی روح کا طوطی یہ سایا — زمرد کے نوے پنجرے میں آیا
پھرا کر بھیس آہو کا ہوا طیر — یکایک وہیں اڑا سو وو سبک سیر
شکاری کا وہاں نزدیک تھا گھر — پکڑ کر بیچتا تھا وو جناور
اسی کے گھر پو جا ایراں اتر یا — وہیں باتاں منے در حال آریا
شکاری دیکھ پکڑنے کوں بجد ہو — لگیا کرنے کوں بھاندا مستعد وو
ترت راواں خیال اس کا سمج کر — اچا گردن، مونڈی کوں اپنی کج کر
کیا یوں وو اپس کے راز کوں کھول — اٹھیا یوں وو بلند آواز سوں بول
کہ اے پنجرے ہمارے نت ڈھونڈن ہار — ہمن ایسیاں کے اے نس دن طلب گار
پکڑنے کے بدل حیلیاں سوں جگ کوں — مشقت کھینچتا ہے کیا سبب توں
ستم آیا ہوں تیرے دام میں میں — آپی ہوا اس پڑیا ہوں کام میں میں
ولیکن بیچ توں مج، شاہ کے پاس — دو لک تن میں نہ دے کر کم ہو یک کا بس
کر ایسا شرط راواں اس سوں ہر حال — کیا اپ سوں حوالے اس کو در حال
بچارا وو جو یک بار اس کوں پایا — لگا یوں اس کے تن میں جان آیا
شتابی سوں لجیا اس، شاہ کوں دے — پھر اپنے گھر کوں آیا مال و دھن لے
شکر ایسی وو شُن راویں کی گفتار — رکھیا حیراں ہو وو شاہ مکار
مٹھی باتاں سوں اس کا رکھ مٹھاؤں — رکھیا اس ستو تی رہتی تھی جب پھاولا
شکر کی اس، چھری ہے کر نہ جانیا — خرابی ہے کر اپنی نیں پچھانیا

اتھا چند روز یارے واں وو راواں
دیکھی پنجرے میں سوں نت جھانکتا واں

کتک دن کے پچھیں فرصت جو پاکر
زباں آہستہ نرمی سوں اُچا کر

کھیا اُس دھن سوں یوں اے سروآزاد
جوانی کا ہوا کی رنگ برباد؟

ہوا کی خم بنفشہ کے نمن قد؟
جو کرتا تھا سدا اے سرو کوں رو

کلی کے ناد دل کی ہے ترا تنگ؟
گل سوری نمن کی زرد ہے رنگ؟

رھیانیں زلف کے سنبل کر اتاب
گیا رخسار کے کی پھول کا آب؟

لگیا ہے تجہ کوں کسی کے درد کا تیر؟
ہوا کی غم سوں گل کر دل ترا نیر؟

ترے دو نیں کی دستے ہیں یا یاں؟
پڑے کی مہ کے نمنے کچھ یو چھایاں؟

چلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ
دیتی پھر کر جواب اس دھات وو ماہ

کہ سب عالم اوپر روشن ہے یو بات
دلیانیں سو سہاوے کس مثلات

جو نیں جس کے اچھے کاموں میں تنبول
وہ کیوں کر خوب دستا موں سو توں بول؟

جونا پھرتا اچھے جس تن منے دم
کیوں اچھتا، تو نخ اس کا بول عالم!

برہ میں جیو دینا بہوت آساں
ہے جینا پیو بن مشکل کٹھن جاں

پریشانی میں گرچہ میں علم ہوں
محبت میں ولے ثابت قدم ہوں

اگرچہ شمع کے نمنے جلی ہوں
ولے جاگے تے اپنے نیں ٹلی ہوں

جو طوطی تایم، اس یاری میں دیکھیا
محبت کی وفاداری میں دیکھیا

انجو موتیاں کے اپنے ڈھال کر ڈھال
کھیا سب اس کے دھر گذریا سو احوال

سنی یو بات جیوں وو پاک دامن
لگیا اس، آئے تیوں پھر تن میں جیون

سنی جو ماجرا بلقیس دوراں
لگیا اس، آئے تیوں پھر کر سلیمان

عجب کچھ دیس راحت کا اہے وو
بچھڑ کر گئے سو یاراں آملے وو

ہنر لیتی اپس کے نفع کا پوچ
لیتی تدبیر اس کے دفع کا پوچ

کہا طوطا وو یوں اس ست پھر سوں
حیا کے آسماں کی مشتری سوں

جو آوے گا ترے کن دو ملا جا
اسوں یوں بول نیں ہو توں وو را جا

گماں آتا ہے تجہ پر مج کوں ہر چھن
کہ دھرتا تھا وو نقل روح کا فن

منجے گا ہے دیکھیا تھا وو عاقل
دیکھا اس فن میں گر یوں ہے تو کامل

دیکھانے گر ہنر آئے تو کافر
موی قمری کوں اس کے سامنے دھر

کرے جب روح کوں نا ہوسے تیوں خام
دہاں تے میں سمجھتا ہوں مرا کام

حرم میں ایک دن آیا سو وو کول
سیکی تھی جس روش سوں تیوں اٹھی بول

اچھل پڑ کر کہیا جھت آ پر آ
توں کیوں منج آزماتی ہے سو آزما

موی قمری کوں لیا کر درمیانے
سنے سٹتے ہیں جیوں گئی آزمانے

ہنر کا اپنے دکھلانے کے تئیں زور
سٹیا قمری میں اپنا روح وو کور

وو طوطی اپنے اصلی تن کوں دیکھیا
جو خالی غیر سوں مسکن کوں دیکھیا

ترت جیو کوں آپس کے اس میں پاڑیا
پکڑ کر تانگ قمری کی پچھاڑیا

سلیماں کے نمن پھر تخت بیٹھیا
خوشی ہور عیش کا لے رخت بیٹھیا

کھڑیا سو دکھ سراسر کھول کر موں
کریا اظہار اپنا حال سب سوں

دنیا پھر کر کرے سازِ عروسی
لگے کرنے کوں سارے تخت بوسی

یکایک کئی وزیر ایسے جنے آ
اوّل مدح و ثناء شہ کا بجا لا

گیا شہ سوں کہ اے فرخندہ طالع
گیا بدبخت وو یوں ہو کے ضایع

جوں یک شہ بھل کو کئی عورت کے ایراں
ہوا جیوں سلطنت کوں کھو کے پامال

یو سن کر بات شہ اس دھیر کر رخ
ایسے یوں پھر پچھیا شاہ فرخ

بھولیا عورت پو وو کوتاہ بیں کیوں
گنوایا بات سوں اپنے نگیں کیوں؟

قضا سننے پوچھے کر شاہ کا من
لگا کہنے وو قصا شہ کے سامن

ہوا ہے عشق کا جس کوں اشارت
وو ایسے حسن کا لیا تا عبارت

گلشنِ عشق
۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء
از
نصرتی

ہوا اب ابتدا قصہ کنور منوہر کے والد کا زما جیس خوش ہو رنگی جیسے بن نسل حیرانی

اول دور میں یک بلند بخت تھا — جیسے ملک شاہی کر اتخت تھا
سہے نالو بکرم جگب آدہار تس — کنک گیر سو تخت کا ٹھار تس
نہ بکرم کہ تھا وہ سحاب کرم — ڈوبیا تھا کنک میں کنک گیر جم
جواں بخت یکہ جواں مرد اچھے — پرا اوپکار پر کاج پر درد اچھے
پتھر ہو سُنا جس پرس چھا نو نے — زمیں کا بل اُبلے دھن اس نا نو تے
دشیا جس کے گھر داس کی داس جم — ہوا اقبال اچھے بندہ درپاس جم
دکھا اپنے طالع کی قدرت بلند — کیا تھا لگا جھل زحل کوں سپند
سعادت کے گوہر کرا مشتری — ادک بدھ کے باز ار کا جوہری
شجاعت پر اس کے سو بہرام لام — سدا سرخ روئی منگے اس تے وام
سورج تس جلالت کی جھل سوں جلے — چندر مہر انگے تس کے شرموں گلے
جب اس بزم کی چھب عروسی دکھائے — تو زہرہ ہو جیوں ڈومنی جلوہ گائے
سو غوّاص اچھے بحر گن گیاں کا — شہنشہ دسے شہر عرفان کا
دھرے صف میں اپنے چپ و راستہ — جتے فن میں ہر مرد آراستہ
عنایت جیسے رب نے بے ریب اچھے — کہ اس دھات گنجینۂ غیب اچھے
جو خالی کریں بحر ہور بر کی کھس — پڑے تس کے کونے میں جیوں یک رخن
دھرے یو گنت لشکر و پائے گاہ — چلیا سو جتا پائدل ہور سپاہ
متی ہست حلقے کے تھے بے شمار — پسینے میں جھلتے رہیں گے ہزار
ہو پر تم نے یک چتر راج اپیں — کہا وے سو راجیاں کا سرتاج اپیں
جتے راج بھاری بدل بھارے — لگیں فوج میں اوس کے سردارے
سبھا ہر سبھا جب کرے داب سوں — جتے چتر دھارے تب آداب سوں

کمر باندھ خدمت میں تس صف لصف — لگا لگ کھڑے ہور ہیں ہر طرف
دھر نہار تھا سور سا یک نظر — جنھم یک روشن خاص ہور عام پر
دو بخش تھا ہر دل ریش کا — نگہبان بے کانہ ہور خویش کا
نگر میں نوا کاج نت آئے دس — گھرے گھر بجے طبل شادی تے تس
دیا تھا خدا اس کوں سب کچھ مگر — ولے سخت محتاج تھا بن پسر
دل اس کا اچھے گرچہ سب کھر سوں باغ — دھرے بن نت اس غم تے جیوں لالہ داغ
اپس عمر کا جب ڈوبے آفتاب — خلف چاند سانیں سونا تب مناب
گگن بادشاہی کیرا خوار ہے — یو تاریاں سے عالم پہ اندکار ہے
جفا اس اندیشے کا نہ سوس کر — کہے من میں یو آہ افسوس کر
اسی سوز میں کیا جنم کا چنار — بھسم ہوئے یک دن بھڑک دکھ کی نار
نہ دیکھے بن اس دکھ کے دریاز کو — خدا بن نہ تھا اس کوں ہمراز کو
خدا کی کرے بات میں خیر نت — لے نیکی دھرے بیر سوں بیر نت
سچیں اوس کے بخشش اتھو ان گنت — کرم کا مگر بحر تھا باج انت
کہ جب خازن شب چھپا دے درم — کرن مہر طبلک پہ دن کا حکم
تب اس شہ کے خارج امولک یار — رچیں آن کر نور تن کے ڈھکار
سدا ہر نگر کے جتے خاص و عام — ملیں شہ کے جب دان کارن تمام
دو نوں ہت سوں جیو تخت بہر صبح یوں — کرے درفشاں صبح شبنم کوں جیوں
اُتر تخت جیون شاہ گھر بیچ ئے — تو مکھ دھونے کاج پانی منگائے
جو رانی اتھی شاہ کے تخت کی — شریک اس کے اقبال ہور بخت کی
ادب کی ادک شرط سوں دھن سجات — اپن طشت ہور آفتابہ لے ہات
سہیلیاں تے ہو جیوں انگے مکھ دھلائے — وہیں آن الوان نعمت کھلائے
بچھیں کسوت خاص ادک مان دے — بنا کر وانہ کرے پان دے
تو اس وقت وہ شاہ عالی مقام — شہر بیچ آ سب کے لیوے سلام

زنیا ڑے ایس مکھ سوں ہر تن کے نیاو — بندھے خلق مرہم سوں ہر دل کے گھاو
شرب بادشاہی کی لیوے خبر — دھرے پیار ادِک نت رعیت اوپر
رہتے بھی پڑیاں کوں کرے سرفراز — نوازے جسے پائے صاحب نیاز
صبا پر صبا ہوا ہیں بے گمان — کرے خلق کا باؤ ایسا رواں
نکل باغ شاہی جو کھل پھول ہو — سو تب عیش میں اپنے مشغول ہو
دیکھو جاں اچھے جگ میں تس یوں کرم — تو کیوں تس پہ قایم ہے کوئی غم
نہ دیکھے تھو کوئی اس زمانے میں کاج — کیا تھا جو اُن حق کے کچ امر باج
جنے جگ میں یوں راست بازی لکھے — خدا تس کوں تیوں سرفرازی لکھے
نہ کس خیر ناچیز ہو جگ میں بس — کہ دیتا ہے داتا دھنی یک کوں کس
توکل پہ تس جس ہے ثابت یقیں — نہ رکھے تس کے مقصود دنیا و دیں
عجب ہے ہمارا دل ناصبور — جو پڑتا ہے امید سوں حق کے دور
جی حاجت جو موقوف اچھے وقت پر — وہ بر آئے جب اس کی ہو یک نظر

سبب فرزند ہونے کا جو یک درویش آگے پر
اُسی کوں شہ چلیا ڈھونڈنے مسافر ہو بیابانی

عجب حق کے تقدیر کا کام ہے — نہ کس پر عیاں تس کے انجام ہے
بھلا ہے اُسے تیغ سہنا بلا — خوشی دے پچھیں کر اول مبتلا
کہن ہار یو قصہ دل پذیر — کہی کھول کر بات یو بے نظیر
کہ یک روز وہ خسرو نیک فن — سخاوت تے پھر آسے دایم ثمن
سو مکھ ہات دھونے تے فارغ ہو سب — کیا اپنی رانی تے بھوجن طلب
وہ تب نار کندن کی چوکی پہ لال — دھری حرمت کا آں بھوجن کا تھال
سٹیا شاہ جیوں ہات نعمت کے دھر — پکار ریا جھجے تل تلک یک فقیر
لگیا شہ کوں آواز سن یو عجیب — کہ باقی ہے سائل اجھوں کیا سبب
اتر دوں پچھیا رد نہ کرنے سوال — چلیا سامنے اس دہیں لے کے تھال

کیا جیوں جو منمو کہہ ہو چک چا را میر
نہ لے کچ بی چپ پھر چلیا وہ فقیر

کھیا شہ الیس دل میں ہے شدید کیا
کہ نہ لے چلیا بھیک نے بھید کیا

وہیں دوڑا نیس سیس دھر اس چرن
کھیا یوں کہ کہہ تج سوں ای شاہ من

کرم سوں ہتک آکے پچھاں لگ اول
مجے دیکھتے پھر چلیا کیا بدل

یو شہ کے بچن سن غضب سوں شتاب
دیا یوں مٹھے لب سوں کڑوا جواب

کہ چل بیگ او جا مج چرن پر تے سیر
روانیں جو یوں بانج کے گھر تے نیر

بچن سن یو شہ کھر مٹے پھیر کر
خجل ہو چلیا جیو کوں دل گیر کر

گیا تھا خوشی سوں جو لالہ عذار
پھریا رخ ہو سب زعفرانی نزار

چنتا غم کی پرسن سوں بازی کیا
کھن زخم سوں پھوڑ تازی کیا

ال انجواں کے طوفاں میں شر شور سوں
اساساں کا بارا چھوٹیا زور سوں

پھوٹیا تس طوائے سوں بدھ کا جہاز
ڈوبیا صبر و طاقت کا سامان و ساز

پڑیا فکر کے بحر کی موج میں
ہوا دنگ ہر موج کی فوج میں

ھو جنگ تس میں بے طاقتی کا پڑیا
گگلے داٹ چلینڈ واڈک بس چڑیا

گیا ہوش تس بس کرے تاب میں
ڈوبیا جیو جا غم کے گرداب میں

دیکھت شہ کا یو حال لانی ہو دنگ
سو ہمدرد ہو دھر کے تس کھولی انگ

کرامت بچن سوں دلاسا اول
سمج گئی یو قصہ ہوا سو سگل

دکھانے اسے دکھ تے سکھ کا کنار
نصیحت کا تختہ ستی بدھ بچار

کہی سن کے اے جگ پتی نیک فن
کھیا کیوں تو ں چپ بس بلا کی میں من

نکو کچ اندیشے کے پڑ آپ خیال
کمر نید ہمت سوں اپس سنبھال

وہ درویش کوں بیگ ڈھنڈنے کوں جا
جکچ من کے مقصود سو اس تے پا

پچ فیض بخش اس ہما کا نشان
سعادت کا جس اوج ہے آشیان

بچھا دیکھ اندھارا اجالا تمام
ترد دکا ست جگ پہ جال تمام

جو ہو وہ ہما صید تج دام میں
کرے شاہ مات اس دلارام میں

توں آوے تلگ عقل سوں کر علاج
چلا توں گی میں نت ترا ملک و راج

تجھے تل ٹنگاتی ہوں میں یک جرس
پھر آوے سفر کر توں جب ہو سرس

نشانی سوں آکر ادھی رات کوں
بجا مار تب تیرا ایس ہات سوں

سنوں میں وہ گھانٹی تے آواز اگر
بولالیوں کرہت سوں درباز کر

بچن نار جب عقل سوں کی سنوار
وہی نقش کر شاہ دل کے منجھار

دُھندا ناامید کر دل تے تج
لمن جاؤں درویش سوں دھر کے تج

پھرا کر سو شاہی کرا بھیس کوں
چلیا یوں وہ جوگی ہو پردیس کوں

کنتھا سخت محنت کا اپ گل کیا
سو کچکول ثابت توکل کیا

چڑھایا سوتن پر قناعت کی راک
سنگی کر لیا آہ کے دم کی ہاک

صبوری کی مُدری دیا گوش کوں
کیا حلم زنبیل ادک ہوش سوں

یوں راحت کی دنیا کوں برگان کر
لیا راکھنی یگ تلیس آن کر

لیا حرص کے بھاوڑے کوں بغل
جلانے ہوس کی دُھونی نت سگل

الیس نفس تئیں ران کر سنگ کیا
بھوکا کر جگانے سنگاتی کیا

دھریا خوب ہتیار کر ہات کے
گھنیری چکر تیز دعوات کے

کمر لیتہ ہمت کا بھاری کیا
اٹل قصد کی ہت مُتاری کیا

دھرن جلد ہر کام میں تیز بات
لیا ہوش خیالاں کے چیلے سنگات

مگر یاک نعمت کی اس کھان کوں
ہو خادم منگن یوت کی دان کوں

کر اس دھات ایس من کے تئیں مستعد
رضا لے چلیا کام پر ہو بجد

رکھیا سرو آزاد ہوبن میں پگ
لٹکنے لگیا چرخ کی باؤ لگ

رھنے تازہ سب کُکھ وہ یکدھیر تے
بجھگانے لگیا نین کے نیر تے

دھرے ترم پک یوں چھلے دکھ نسوں
پڑے پھول نازک پہ جیوں شب تے اوس

کیا قوت مُشکل کوں بھوک پیاس کا
نت انپا ج ہیں رگت ماس کا

سدا بھوک ہور پیاس کا سو دُک
دسے شیر تے جلد تر ہو سُبک

کرن تل اوپر خار تیں ہور چمن
سبک سیر ایسیں کرے جیوں پون

گھٹا وے سو گھٹ ہو گھٹن دن کو باٹ
ہریالی یہ سووے سٹے لنس کوں کانٹ

اتھی بجیں سو نھالی ہریالی غلاف
فلک اوڑ نانو یدر کا لحاف

بپت لنس کوں دن تے پڑے جب دھنی
جلا گرم دل رہی ہوس کی دھونی

دہ محنت کا کنتھار کیے گل پکڑ
جو لنس دن کے بیوند سوں ہو گرچہ چیتر

ریاضت کی نت راکھ سوں مانج تن
رھیا سکھ ہو کاڑی سا روشن کنچن

مناجات میں حق کے ہت کھول جم
رکھے پر توکل کا کچکول جسم

رکھ آسن کی راحت کوں مرگان کر
بجا وے سنگی آہ کی دھیان دھر

کہ اس نفس کا سگ جو پھر جوش لیائے
جو من بہائے تو تندا اسے قوت بھائے

جو کئی ناسزا کوئی زبان چھوڑ ڈھیل
کرے صبر تئیں حلم کی دھر زنبیل

سنجل یا بلیات و آفات کے
پھر آوے جگر مار دعوت کے

خیالاں کے چلیاں سوں تحقیق کر
چلے باٹ مشکل پڑے جان اگر

گیا کئی ملک چھوڑ ڈھنڈ ڈھنڈ النگ
سٹیا باٹ کے ڈاٹ میدان تنگ

سو پیاسے تمن دھوپ کی یا سراب
چلیا دھیان دھر بولتا آب آب

ڈھونڈیا ڈونگراں کئی سو غاراں میں جا
دیکھا بیچ بن بیچ ماراں میں جا

نہ پایا سو وہ لعل کس کھن میں پن
نہ دیکھا وہ کس مار کی پھن میں من

نہ لگیا پر اس تیس اجالے میں ہات
نہ ظلمت میں پایا وہ آب حیات

رھیا جیو باقیچ گھٹ کے تن
نہ دسنے لگیا آپ ایس جیو لون

ولیکن رجتی کچ کھڑی سو بپت
کرے سب وہ ثابت توکل سوں پت

قضا اللہ یک دن تھی یک بن میں جا
لگی دھوپ سو دور دیکھیا نجھا

دسے جو من یک باغ سوں بے نظیر
دیکھت خوش ہوا چل کے جا اس کے دھیر

سو جنت ہے ہر ٹھار سے چھاؤں سیج
ہوا ٹھاٹ نہ ہوئے لنس دن سیج

لگے ہیں سو میوے بھرے رکھ بلند
سو بکھن پنکھی مل کریں جھم انند

گلاں سے چمن ہر منور اچھیں — سو باسماں سوں بن سب معطر اچھیں
جنم جگ جو تھے رکھ سو گلشن کے پاس — ہو رتے تھے اگر بھید نس دن سو باس
چمن بیچ جو کچھ وہ سنگ جم اچھے — سو رنگ مشک عنبر تے کچھ کم نہ تھے
سو وہ دل جلیا دیکھ آرام پا — رھیا پال پر بیس دھر تھیا نو جا
گھڑی خوب یک واں گمیا نیں جلگ — پریاں سات او تریاں واں اُتگ
سگل بن وہ یک بار روشن ہوا — رتن کھن اجالے سوں گلشن ہد
سورج نور سوں تس رھیا ہو سیاہ — ادک تاب سوں جل گئیا قرص ماہ
ڈریا شہ کہ آئی قیامت مگر — کہ ساتوں ستارے پڑے دھرت پر
نظر حل پڑی نور سوں جھانپٹی — چھپٹی تن میں تس ہوں سوں کانپتی
تلگ وہ پریاں تن سوں کسوت اوتار — گیاں تیرنے حوض کے جل منجھار
کتک وقت پر شہ جو پھر ہوش پا — اسی ٹھار بھی دیکھتا ہے بجھا
کہ موتی نکل سب صدف میں تے بھار — ڈھلکتے ہیں نقرے کی تھالی منجھار
یقین تب ہوا اس کوں یو ہیں پریاں — ہور آیاں ہیں یاں تیرنے گن بھریاں
پچھیں دل میں اپنے نیوں تحقیق کر — کہ ہے ان کوں نو کھنڈ کی سب خبر
پریاں نے اوتاریاں سو کسوت سگل — ہلوں دست کر مار بیٹھا بغل
کتک وقت کو جب پریاں تیر کر — دیکھیاں اپنے کپڑیاں طرف پھیر کر
دیکھے ٹھار پر نیں ہے کسوت کہیں — دگر ہے تو خالی خلل تے نہیں
یکایک تھکیاں ہور رھیاں بے قرار — کہ یو کاں تے بیٹھا ہے آدھن بسار
تب ان سات تاریاں کوں یکبار آن — سیہ کر سٹیا دھر کے غم کا گران
رلیس ہیں اپیں ہور رھیاں فنگ یوں — کہ اب تیر تے جا سکے بھار کیوں
پریاں سخت عاجز ہو یوشاک بلاج — پھرا رخ کوں سر بھویں دھریاں لا علاج
کھیاں کوں نہ ہے توں سو کہہ بیگ بات — ہمن شرم پر جیپ جو کیتا ہے گھات
اگر عیش دنیا کا ہے تج یہ بار — یکس کوں ہمن میں سوں کر اختیار

پڑے جس پری پر ترا بول آ
ہو خوشنود لیویں ہمیں بات اوچا

پریاں کی لو سن بات شہ دھر کرن
لگیا بولنے یوں اُونن سوں بچن

کہ نیں آج سو دھن پہ کچھ مج طلب
پڑیا ہے مرے سر ولے یک سبب

فقیری منے گرچہ یوں آج ہوں
ولے یک بڑے ملک کا راج ہوں

سرب سکھ سوں مج گرچہ دل باغ تھا
نہ تھی نسل سوں بن پڑیا داغ تھا

قضا اللہ درویش صحرا نشیں
مری بارگہ پاس چل آ یقیں

کرم کا سو اول جگا چراغ
جب آخر گیا داغ پردے کے داغ

وہ رہنے کی گفتار درویش کی
کری تازگی پھر کہن ریش کی

میں آخر ہوا اس درد سوں لاعلاج
نہو خوب جان اس کے مرہم باج

وہ گلشن کوں پانی الیس خار کر
یوں ہو کے کرتا ہوں جگ تل اوپر

ولے مج پہ دن دن ادک ہوتے رنج
جو کس ٹھنڈ کے کنج میں ہے وہ گنج

تمن رہ نمائی تے انجن جو پاؤں
تو ہو مج عیاں بے شک اس گنج کا ٹھانو

جو ہو تل عنایت مج اس گنج تے
غنی ہو چھٹوں فقر کے رنج تے

پریاں سن بچن یو گھڑی چپ رہیاں
ہور اپنے میں آپیں تصور کیاں

جگت میں خیالاں کے قاصد تمام
رواں کر کیاں سچ اسی کا مقام

لگیاں بولنے یوں یکس یک کے دھیر
فلانے بن بیچ ہے سو فقیر

دھنی نعمتاں کا وہی آج ہے
جسے جن ہور انس کا راج ہے

چرندے درندے ہو یک دل تمام
اسے سیوتے ہیں جنم مل تمام

اپس میں اپیں خوب کر یوں بچار
کیا شہ کے سب سامنے یوں قرار

کہ اے شہ کچھ اس بات کا غم نہ لیا
ہمن کسوتاں بیگ دے وین پھرا

گھڑی یک توں پھر بیس دھر موند چک
لیجاویں توں ماریں تلک یک پلک

ہمیں ہور یک وعدہ کرتیاں اب
پھرے گا توں مقصود پا اس تے جب

یکے یک زلف کا تار ہر تن اتال
جو دیں گیاں سو جیون جتن رکھ سنبھال

وہ تاراں ملا سب ہمن تانوں سوں — ھلا نیچ میں سب ہمن ٹھانوں سوں
توں کے حب کی ات سوز دھر آئیں گیاں — سلامت ترے ٹھار نیڑ آئیں گیاں
سنیا سو لگی شہ کوں یوں خوب بات — پھرا دی وہ کسوت وہ تاراں کے ہات
وہیں پھر کے بیٹھیا انکھیاں موند کر — تلگ وہ پریاں کسوتاں سوں سنور
اپیں گرد ہوش کو میانے دھریاں — وہاں تے ہوا میں چلیاں وہ پریاں
نہ کئیں فکر سے پل کی بستی کیاں — یقین وہم پر پیش دستی کیاں
اوتار اس کوں درویش بستی کے ٹھار — اپیں ہو رھیاں غیب اس بن منجھار
عجب جگ کا خالق سکت دار ہے — جہاں پروری جس سزاوار ہے
کہ جس کام کا نیں سمجتا سو نانو — دکھایا وہ ویسے کی صورت کا ٹھانو

صفت درویش روشن دل کی ہور اس کی عنایت کی
ہور آوے شاہ لگ فن سوں چلائے راج سورانی

ہنرمند اس باغ کا باغباں — کرنے فن کی یوں بر سوں شیریں زباں
گیاں چھوڑ وہ شہ پریاں تد کوں جیوں — وہ پایا اس سرتے تن من میں جیوں
دسیا جب نظارہ کیا جو کدھن — وہ درویش سرمست کا مست بن
مگر جگ تے گوشہ پکڑ عزم سوں — سنواریا تھا باغ کی بزم کوں
سہیں حوض پر سر چمن میں ہرے — طبق سبز میں جام جیوں مے بھرے
بھتا تھا نہ چمناں میں جو گرد آب — وہ لبریز تھا جام تے نت شراب
وہی ہو ہر یک رکھ کے تن میں اثر — منی ہو کے جھلتے اتھے ات بے خبر
سہاویں کلیاں یوں کنول کیا سہرنگ — کو پیالے چین کیاں سے بھریاں رنگ رنگ
پیالیاں سوں خوش چنپئی جا بجا — رکھے بزم مے بھر ہو ساقی صبا
دیکھت مے وہ نرگس نمن نکھ بسار — کلاں ہو کے مستی سوں رنگیں عذار
کریں خار اپس عشق کا جوش ہو — عرق بیچ رھیں غرق مدہوش ہو
لٹاں چھوڑ سنبل کے خوش بال کیاں — نگاراں ڈولیں مست چھل ڈال کیاں

کلیاں پر ٹھنڈا نیر ست چھب سوں دیں ہنسا تس کمدر او نیلند یاں کے تیں
کرے بزم کوں تازہ پھر بے درنگ دھرے جشن میں سر تے خوش راگ رنگ
ہو مطرب پون برگ کا دف بجائے پپیہا و کوئل نول تان اوچائے
سو سُر خاں دیویں کھینچ سُر خوش گلا کریں کوک کوکے دلاں مبتلا
خوش آواز گنجشک مل چھب سوں سب کلیاں کے نیچے رنگ ہر رُکھ کوں تب
لگیں ناچنے مور ہو بے خبر کریں حال لوٹن نکل رقص پر
ہوا دھر کبوتر کو لاٹیاں میں آئے پراں جوڑ تالیاں سوں دستک کھلے
ادک فاختیاں کے دلاں ہو کے چاک اُچاویں ہر یک دم وحدت کی ہاک
بسنہار ہر جنس کے جانور ہر یک بھانت کر نقل شیریں ثمر
پرندے درندے چرندے تمام چھپے بن کا ہے خانہ جن کا مقام
ہوے خود اچھیں حال خود میں عجب سو ہر تن وہ درویش کا رکھ ادب
رہے طبع کا صاف درویش اتھا رہ راست میں جس قدم بیٹھ اتھا
کرن زندگانی کی راحت اتیج اتھا سیج سنگار بے شک کی سیج
محبت کا جم تن کوں جبڑوا شراب دیا تھا جنم من کوں مستی سوں تاب
موحد ہو بن یک نہ جانے دوجا کہیں ملحد اس جن جو دوجا پوجا
یکٹ دھیان کی دھن پہ خوش آن دست اتھا کنج خلوت کی عشرت میں مست
جگا کر اپس شمع سے نور کوں رکھیا تھا سو پروانہ کر سور کوں
تو ہر صبح و پیر بلا تا نکل پڑنہار تھا تس نظارے میں جل
دھرا پ من کے منکے پھرا بات میں رکھیا تھا لباں راز کی بات میں
تل یک فصل و درس تے پڑتے بیدور اچھے من تمن دل کے چک دھن حضور
خوش یک حال میں رہ کے نس دن نپٹ ہوے غم اتھا جگ کے دھندے کوں اٹ
سمجیں کاں اسے جگ کی پروا اچھے چھپے خط میں معشوق کوں پا اچھے
سب اس بزم کا بھاو خاطر میں آج ادب سوں چلیا بیٹھ مجلس پچھان

سو کر تیغ تس بزم پر تے گون
وہ درویش کوں دیکھ کیتا سرن

اُلنگتا اُلنگتا ج چل صف بصف
ل اس خادماں میں رہیا یک طرف

یقیں سرو آزاد کا دھر کے ہات
کیا قائمی جوڑ چھاتی پہ بات

یوں نیر کی مے کا تن میں اثر
ہو سرمست ڈولتا رہیا بے خبر

گیا بھول آپس کوں اپیں دھیان سوں
او مٹھیا جیو تے ہت دھو کے ان مان سوں

دل اس کا صفا اپنا درپن کیا
اپس ٹھار نت تس میں رہنے دیا

ہو قطرہ پڑا اس صاف دریا منجھار
صدف میں ہیئے کی کیا بستی ٹھار

سمج پن وہ درویش روشن ضمیر
ستم کی کیا کد نہ دیکھ اس کے دھیر

ہر یک روز محشر کے دن تے کٹھن
ہو گزرے جو چھ ماس یوں رات دن

ہوئی دیکھ لی شہ تے خدمت عیاں
تب یک دن وہ درویش ہو مہرباں

لگیاں بولنے یوں کہ اے شہ فقیر
تمنے سر پہ ہو دُکھ سو دیکھا اس کے دھیر

یک او تار پھل ہے سو اس کے اوپر
توں کر تیج تس پر طلب کی نظر

پڑیگا اوپر تے یوں رہت پیار
وہی لے کے لینے نگر کوں سدھار

تجھیں جمع دھر کر توکل پہ دل
کر اس خرچ یک ٹھار رانی سوں مل

نہیں شک جو ہو فیض پروردگار
تج امید کے دُکھ کوں آوے تو یار

یو سن بات کر شاہ سر تے سرن
پھر پاؤں تے ہور کھو پر اکھیاں نین

لیا ریا سو ہت آ پڑیا تس منجھار
بجا لیا بہت شکر پروردگار

نکل بزم تے بن کیسری بھار آ
تب یک ٹھار تے ڈھونڈ کر آگ لیا

معنبر سو وہ زلف کے تار کوں
جلاتے وہ ساتوں پریاں ٹھار سوں

نکل آ کے حاضر ہویاں شاہ کن
پھریاں شاہ کوں لے واں تے دھوین

کنک تے گیر کاتن سو بے جان تھا
ہلا کی میں پڑ جگ پریشان تھا

مسیحا نمن اس کے تن میں پریاں
پھر یک دم میں نیا روح سر تے بھریاں

سعفوران ملک شہ کی مانی کی بات
چلیں وہ کیوں ملک کیا کر کے گھات

کہ جس رات وہ شاہ کیتا سفر　　جرس ٹانگ آہی رات یک بام پر

محل بیچ پردے بندھا ٹھائے ٹھار　　کری یوں نگر میں خبر آشکار

ہوا ہے یکایک جوش درمیند　　بچن بول سکتا نہیں ہوکے مند

سدا دھیان یکٹ پن کا دھرتا ہے بس　　نننگ آئے دیکھے تو کس کا درس

جب ارکان دولت سنے یو بچن　　پریشاں ہوئے سب کے من جیوں پون

اسی وقت ہر ٹھار قاصد پٹھائے　　جو تھے جگ میں نامی حکیماں بلائے

جتے جاں جو سی بی سن آئے کر　　دکھانے لگے سب مل اپنے ہنر

منتر ہور جنتر سوں سمجھ اس کی راس　　اتارے سٹانے لگے بے قیاس

دلویں بھیج لکھ کاں سے دعوات کے　　جلانے فتیلے طلسمات کے

حکیماں بی کر دارواں خوب راس　　دلویں بھیج سب بی وہ رانی کے پاس

ولے دھن وہ تعویذ و طومار نت　　وہ سب دارواں رکھ کے یک ٹھار نت

دکھا درد کا طبع کوں پیچ و تاب　　ہر یک بھانت ہر روز دیوے جواب

کچھے جگ تو لو عجب نہ سہ کیا عجب　　اپیں سب تے رنجور اچھنے سبب

وہ کئی دن تو یوں جگ سوں دکھی اچھے　　پڑے نس تو ہر شب اننگی لچھے

ہوا ہے کہ جو تھا سور لال　　تبھرے دکھ کے چھایاں میں چندر سے گال

اتھا مکھ سو سورج کے درپن نمن　　ہوا رنگ دھر عین چندر کا تن

برہ کی جلن بات ہر رین نت　　ستارے گرے رہتا نین نت

بہت تھی اسی دھات رانی یہ پن　　برس بعد یک آئی فرخ رین

خدا کے کرم سوں وہ پھر شاہ آ　　چھپے پریشانی کی گھاٹی بجا

جو یک ٹھار جاتی پران کر نشاں　　رکھیا تھا چھپا کر جو تیر و کماں

اسی ٹھار شہ آ کماں چاق کر　　چلایا لگا تیر لٹس گھانٹ پر

جو رانی اتھی سال کی روزہ دار　　جرس کی زباں تے صدا سن ایار

چل آپی کھولا در ہوتی سیر بس　　سو پایا شہ کے درپن کی نعمت سرس

بیرہ کی قیامت کی گھڑات عذاب — گنہ گار بختاں تے ہوے حساب
بکٹ باٹ کا لگ انگے پُل صراط — نچل سک تیں یک عقل کا احتیاط
بلایاں کی جا سخت دوزخ میں پڑ — ادک دھوپ کی آگ میں جا بنیٹر
نورانا تن اس کا جو تھا عینِ ماہ — ہوا تھا وہ دیجور شب تے سیاہ
سو ہونے میں تس پر خدا کا کرم — وہ رانی ملک طبع فرخ قدم
دی بھو مان مل حیب کی گت تے اسے — پکڑ ہت نکال اس بہشت تے اسے
دھرن جنتِ عیش کے کام میں — لجا حوضِ کوثر سے حمام میں
لباسِ گدائی کو کر تن سے دور — دُھلا آنگ تس تن کرے رشک سور
پنا کسوتِ تازہ تن کے منجھار — لجائی آرم بسار مندھر سنوار
سنوارا اپیس کھولی نہ لگ موج نین — پھر آپیس ملی ہو کے جیوں حورِ عین
لے بھو صدق سوں ناؤں کرتار کا — نکالیا وہ شہ میوہ او نار کا
دو لوتیں وہ امید سوں بانٹ کر — کیے خرچ سکھہ سیج پر نار و نر
جو تھا گن نول شہ میں نیسان کا — ہور اس نار میں بحر عمان کا
جو بادل خوشی کا مدن رت سوں بھر — برستے وہ گنبھیر دریا اُوپر
خدا کا کرم ہو کے تب بے شمار — جمیا دُر مبارک صدف کے منجھار
نول سیج پر یا کے رنگ رس گھنے — لگے تب یکس حال یک پوچھنے
جو کچھ کام اوّل تے آخر گھڑیا — وہ سب کھول شہ سر تے قصہ پڑھیا
دیکھت لو نجھ ادک شہ کے برہن میں — لے آنے لگی نیر لیس نین میں
کیا شاہ نے جب وہ قصہ تمام — لگیا پوچھنے پھر کہ اے نیک نام
ترے پر جو کیا تھا سو احوال اول — چھپیا تجھ تکو راز کا گنج کھول
کہ تجھ بن اتھا کیوں نیا احوال جگ — چلیا پھر لو کیوں راج کہہ آج لگ
بچن سن کے وہ نار گنبھیر من — لگی بولنے کھول اپنا بی فن
کرن قصہ اظہار تس رنج کا — کھلے در تد اوی کرے گنج کا

نکالے سو تس درکوں کر تیغ باز | بھوجنگ سا تس دھن کا قصہ دراز
دیکھت زہر آلودہ شہ قصہ سب | ہوا دنگ سب بے ہوش ادک اگ عجب
تردد پہ اس کے بیٹھا مرحبا | دیا ... سوں چھاتی لگا
پیتے مل دو نوں حظ سوں بھر جام جب | سوے سکھ سوں کر دکھ فراموش تب

بیان مجلس آرائی و آنا تخت پر شہ کا

وہ شہ کوں دیکھتے ہوئی سو جگت کی جگات میں ہلاہلی

صبا شرق کے پال کے پل تے تھوک | نکالیا جو کنجن کی جیب تم تے کوک
ابلتا نکل نور کا نیر تب | ہوا ریز عالم میں جوں دھیر سب
تہی تھا سو یو جگ کا حوض غدیر | بھریا شش جہت سر تے کنچن کا نیر
سیاہی کو چھاتی تے دھویا فلک | زر افشاں کسوت تے پکڑیا جھلک
کواڑاں کھلے خلق کی نین کے | دھرے سُدھ جو مخمور تھے رین کے
ہوا سو صبا سن یو مژدہ نول | نیچے شہ کے دربار طبل و دُہل
ہوئی بات مشہور یوں خلق دھیر | کہ شہ خوب ہو آج لیتا ہے نیر
سنی سو خبر یو خوشی کی سعید | ہوا سر تے عالم پہ یک روز عید
تنے تن پہ ہو رہے نوئے کسوتاں | گھرے گھر ہویاں مستعد نعمتاں
خوشی کے ہوئے بانگ چاروں طرف | ملے سب نبھنے ہور بڑے صف بصف
مگر یو خوشی عیسوی فن کرے | کہ جیو ہر خوے تن میں سر تے بھرے
لے عالم کوں ارکان دولت سب آئے | محلّے محل خوش آرایش کرائے
بچھانے بچھا جا بجا ہر محل | دکھائے زنگار رنگ گلشن پچھل
بھنور چک کے جیوں پر پلک کی پسار | پڑیں تس ادپر تو رہیں سُدھ بسار
ہر یک جنس باجے لگے باجنے | دمامے لگے گاجنے ساجنے
شکر شکر کی خلق کوں ہر گلی | لگے بانٹنے لاڈو راج ات بلی

ہوا انجمن جگ تے جب زیب دار
بیٹھا شاہ تب آکے مجلس منجھار

تھنے ہور بڑے دیکھتے ست کا مکھ
کیے جیو بلبل ادک پا کے سکھ

جو تھے روزہ سب درسنیاں کے نین
ہوئے سیر سمجھے کہ ہے عید این

کرن شاہ نظارہ ہر یک سب
تماشیج ہونے لگے ات عجب

خوشیاں سوں بٹے ڈھال ہو کچ متی
یکس یک سوں جھوجن لگے اپ ہستی

بھڑے سینگ سنگ کا وہ ہمدست ہو
ہرن چھٹ چیتیاں اپر پڑے دست ہو

کبوتر کیے بازی آ باز سوں
پیے جوت سورج کے پرواز سوں

جلیج جس متے تھا سو کال ہنر
رجھائے دکھا شاہ کوں سر بسر

بچھیں شاہ عالی نظر بے گمان
کیا جگ یہ سورج نمن درفشان

جڑت ہور جواہر ترنگ ہور ہتی
ادک جگ پہ بخشش کیا جگ بتی

وہ کان دولت جو ہمدرد تھے
جو اس دکھ کی گرمی سوں دل سرد تھے

وتیاں کوں پی شہ تے کر سرفراز
گھنے ملک و دھن دے کیا بے نیاز

چلے دل جو نہ سہہ کے غم کا زوال
زمانے تے تھے سو پریشان حال

وہ پا چھاؤں شہ کے کرم کی ایار
متگے حق کتے یوں دعا ہت پیار

کہ یا رب بلند چرخ تے بے نظیر
توں اس رکھ یہ بھیج اپنی رحمت کا نیر

کہ سر سبز ہو جم یو رکھ نام دار
دھرے زندگانی کا خوش میوہ یار

کہو کوئی پی دیکھیا جو داتار پاس
منگیا ہونے ان نیں پرویا ہے آس

جنے صدق تے حق سوں حاجت دھرے
وہ بے شک رواں سب وہ مطلب کرے

بیاں شہزادہ پنجیا سو ہور اس کا ناؤں منوہر رکھ
جنم کا لکھ پتر دیتے جو طالع کھول کر گیانی

درافشان غواص بحر سخن
نکالیا ہے اس دھات در عدن

جو خوبی سوں پورے بھرے ماس نو
بدھیا وہ گہر بحر میں چھب کی تو کی

سعادت کا ہو وقت غوّاص جب
نکالن منگیا جگ میں گوہر عجب

قبیلے پہ سب شادمانی ہوئی
زمانے پہ پھر نوجوانی ہوئی

لمیا خیل خانہ وہ رانی کے پاس
سکل چاو کرنے لگے بے قیاس

اوچ کی گھڑی پوچھنے تیں تول
منجم ہوتے تھے حاضر سکل

ہوئی دائی حاضر لنول دھات کی
ہنر ور سعادت بھرے بات کی

جو تربیع و تثلیث کے گھرا تھے
ستارے وہاں سعد سب بھرا تھے

گگن سعد تاریاں کی تاثیر سوں
ہوا تھا ادک لوح تکبیر سوں

جو تھے نحس اکبر سو وہ بے گماں
ہوے سعد با سعدیت کا قراں

ایس تخت چڑھ دھر شرف آفتاب
جگت پر کیا تھا کرم بے حساب

اسی پیچ پاکسوتاں بے بدل
ہوے تھے سکل جلوہ گر کوہ و تل

نویلا رنگ آمیز ہنگام بھیج
بچھایا اتھا بھیں پہ پھولاں کا سیج

خیاور بی ہر جنس ہر تھار میں
گمیں رقص و نغمے سوں گلزار میں

سو ویسے سعادت بھرے وقت پر
تولد ہوا شاہ کے گھر کنور

سمجھنے منجم گھڑی وہ سرس
سہیلیاں جو جتیاں اتھیاں دھر حرس

بجایاں جرس جلد اسی وقت سب
لیے لکھ منجم اسی پل کوں تب

سکیاں دیکھتے اس نول سور کیں
انکھیاں سب کی موچیاں گیاں سور سوں

کیا نور تد جگ میں ایسا جھلک
رہیا ہو کے ظلمات جو تھا فلک

کتے وقت کوں جب دکھیاں ہوش پا
سٹیں کر کے جیو کے رتن رونما

خوشی کی خبر جیوں کرشمہ پاس آئی
چھو گیا خوش ہو یوں تن میں کسوٹ مائی

ایں اٹھ کے آ دیکھ اس سور کوں
دیا روشنی نین کے نور کوں

ہوی ریزیوں دائی پر نور تن
جو اس کن منگیا کھول دامن گگن

کیا سکھ وطن واں عزیزاں کی سار
گیا دکھ سو دندیاں تمن جگ تے بھار

دمامے یو شادی کے گاجن لگے
ہر یک بھانت باجے بی باجن لگے

سکر بانٹ کر شکر دی بارگاہ — گنایا بڑی میزبانی یو شاہ
ہر یک خلق پانے تے عیش و ہوا — ہوا عید نوروز پھر یک نوا
پچھیں شاہ پھر آ کے مجلس طرف — بلایا انگے سب نجومیاں کی صف
جو سر تس میں جس نانو تھا گن ندھان — جسے حل اتھا زیچ و پُتک پران
کیا خوب تر دھر الیس من کوں ٹھانو — رکھو شاہزادے کا یک سعد نانو
پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر — رکھیا نانو اس کا سو منہر کنور
پچھیں اس کے طالع دکھا کر خیال — ہوا خوش سچ بخت میں بے مثال
قوی بخت کا تس ستارہ دسیا — شہ یک چتر کا ہونہار ادسیا
جسے مان نو کھنڈ کے راج سب — دیوین کے رعیت نمن باج سب
کریگا جہاں زیر شمشیر سوں — پھر آوے فلک تیں جو کچ پھیر سوں
خوش اس کی عدالت کمیری دور میں — اُبر سے نہ حال یک رتی جور میں
نہ اس امرتے بھا اس سکیسے یون — نہ چیر طھو خاک بی دھر سکے کوئی گگن
نہ دیکھینگے تس ظلم سیتے کدھیں — بھتے نیر پر کوئی چین جبیں
کریگی زباں قید اپنی اگن — نکر سسی بھم کچھ بی تس امر بن
ہنر کا تو دریا وہ سچ آئے ہت — نکالے سو چودہ رتن پھر سکے مت
اتھا گرچہ بے مثل یوں بخت ور — ین اس سر وَس آیا اٹل ایک خطر
کہ چودہ برس دس یہ یک ماس ہو — خطر ہونے بار اتب اس پاس ہو
اُو جاوے بلا کے جو خطرات دھوں — چلے اڑ کے یو باغ شاہی تے بھول
پھریگا سو بیجاں سوں کئی ملک پر — بھو لینگے خوش اس روپ پر کئی بھنور
پڑینگی گھنیری بپت کے زوال — پھر آوینگے اس گل کوں کملا کے حال
سلامت ولے سب کے ہاتاں تے پھیر — پھر آوے ہو پرورد اس بن کے دھیر
ولیکن سو ہے لا دوا یو بلا — کریگی سو ہر جان اسے مبتلا
منجم یہ جو عین تھا نو بہار — یو باد خزاں پایا ہوا خار زار

سو ہو تیج احوال اس کا تغیر
پوچھیا شاہ درحال دیکھ اس کدھر
کہ اے گن ندھاں اب کتا مج سوں ٹک
یکا یک یتے کیا دسیا سکھ میں دکھ
دہیں شہ کوں تسلیم کر گن ندھاں
جو طالع میں نکلا سو کیتا بیاں
جلنگ بخت کی اس کے سنتا تھا جس
اُمس سنگ چڑھتا دسیا رنگ رس
وہ جب آکے اپڑے خطر کے بچن
مکدّر ہوا او و بج شہ کا بی مَن
مجالس میں تھا تب حکیماں کا صف
نہ سک پوچھیا دیکھ ان کی طرف
کھیا کیا ہے دنیا ستے وہ بلا
دوائیں جو کوئی اس سوں ہو مبتلا
حکیماں ایس من میں خوبیں بچار
سو وہ عشق ہے کر کیتے سب قرار
کہیا شاہ پھر یوں کہ اے خوش مقال
رکھیا جائے کس فن سوں بی یو سنبھال
جو ہے یک سہاس پر خطر کا برس
وہ ہر کیوں توں بی سہتے ٹلتا ہے بس
کھے تب حکیماں کہ کئی دھات ہیں
نپاتے سو وہ عشق کی ذات ہیں
اول سب میں ہے خوبرویاں کا سنگ
خوش آواز خوش رقص خوش لاگ رنگ
کتب عاشقاں نہ بی لے آئے عشق
رنگ آمیز ہر جنس سر جائے عشق
بھی ایسیچ کی دھات کر تب آج
رکھیگا تو یو عقل کا ہے علاج
حکیماں کہے سوا دانیہ کے چھند
کیا شاہ ہر یک بچن وہ پسند
کھیا یوں رکھوں کر کہ جگ ستے نہاں
نہ دیکھے کدھیں خواب میں آسماں
جیسے ایسی کنک بھیتے ہو تی نہ ہوش
تو کاں کر سکے عشق تس من میں جوش
مجالس کوں یک دہرتے کے سرفراز
کیا اس تردد کھیری درکوں باز

بیان اوجلا سنوارے محل جال اکھ منہر کوں
لگے تھے پرورش کرنے بلاتے کرنگہیاتی

سن ہار خوش طرح یو بے بدل
کھیا ہے سخن صاف یوں پر محل
منگیا شاہ جیڈل کلکوت سوں
چھپیا پالنے آپنے پوت کوں

بندھانے محل صاف خوش طرح کا
گمت گاہ عشاق ادک فرح کا

بلایا وہ گل کار کل کاروان
بڑای بڑای کی صنعت گران

ہنرمند فرہاد سے سنگ تراش
دھرن ہار ایس فن میں شیریں تلاش

لیے خشت ہور گچ کوں چونے کی ٹھار
زواد و صدف ہور بلور آب دار

اگر ہور چندن کا چوبینہ پاک
پیتھر تس میں بلور کے تاب ناک

بنا کاخ فرخ گھڑی یوج کر
ہٹے بانٹ بھر رنگ خوش صحن پر

بندلے پلیسہ و زر خوش خوشیاں سوں تمام
طلبیاں کی مٹھی دھر بہار بام

بچھے کھن کے منڈوے بلند سر گگن
سفید آبگینہ ڈھلا نے اگن

چمن چوترے صحن میں سیج لیے
گلاباں کے گل کے سیجے چو تیجے

پسا صاف الماس موتی ملا
گلا وا کیے ہور دیے یوں جلا

جلا خوب پایا جیوں وہ روشن ہوا
چندر سور کا عین درپن ہوا

دسے دن کے پرتو سے تو کوں تمام
گگن ہور سورج تس میں جیوں جم کا جام

لگے نبی کوں یوں عکس ماہ و فلک
جابیلکھ کر میں جیوں جہا یک ڈھلک

بنائے وہ جیوں آرسی سا محل
صفا صدر تس میں کیئے بے بدل

پلنگاں رکھے جڑ الماس کے
بیات اس گل ہیچ کاشی کے

مسہریاں و کرسیاں دھرے ٹھار ٹھار
ڈولارے ہنڈولے لگے زیب دار

صفا سیج ہر یک جو تھی دلفریب
پرتو کی تھالیاں سوں تھالاں کوں زیب

پلنگ پوش اندھیار پاں پردے تمام
وتیاں کوں بی اجلے قماشاں یو کام

طواسیاں صفا صاف تکیے نمد
اچھے لوڑ پالشت اچھے بے عدد

جیسے شمع فانوس اس میں انوپ
بلند عود سوزاں و بھری سترپ

دھرے طرف ہر یک جلانے کوں شام
شفاف و بلوریں و چینی تمام

دھرے نور پر نور ہر ٹھار صاف
ین او جلیچ کوئی رنگ نہ تھا بے خلاف

گگن کی نشانی بی جانے کوں چھپ
دیئے جوڑ اگن بھر کے اجلے منڈپ

سنوارا گیا جب محل یوں تمام ۔ دیے شاہزادے کوں تہاں مقام

اچھے سو جکوئی سرخ زرباف پوش ۔ سو اُس پاس جانے کوں ہوویں منا پوش

جو ہر بست شہزادہ کارن کیے ۔ امولک رتن صاف تس میں دیے

چھپار کھ کے پھل پھاٹک کے باؤ سوں ۔ لگے پالنے نت بہت چاؤ سوں

ہریک دن صفا نور تس ترملا ۔ دھرے پہلے چندر تے چڑتے کلا

ہو ماں باپ تس سور کے درسنی ۔ سدا سیو نے تیں مجوسی بی

نہ دیکھے لگا اس حسن کی بھان کوں ۔ ملیں ناں تلک چک وہ ان پان کوں

ہریک دن کا کر شکر پروردگار ۔ کریں خلق پر روز گوہر نثار

برس چار پر چار دن چار ماس ۔ سو ہونے میں لیاے معلم کے پاس

کنور تھا نیٹ بحر عرفان کا ۔ ہریک موج تس فوج گن گیان کا

کہ جس علم کے ابر تے بوند آئے ۔ دھر اس من کی سیپی میں دُر کر دکھائے

کیا علم تحصیل ہر بھانت کا ۔ ہوا خط بی مشہور تس ہات کا

سکھیا سب بی ترکش بندی کے ہنر ۔ ہوا اُور سا دن میں رستم تے ور

سو ہر یک ہنر میں سپورن ہوا ۔ اپن یکہ لکھو بھار جھنجن ہوا

پن یک تل نہ تھا فہم دنیا کا بھاؤ ۔ بو عالم میں ہوتا سو کیا بکر و باؤ

سدا شاہ یوں گرچہ فرزند کوں ۔ کیا پرورش ات چھپے چھند سوں

جو نکلے تھے پن اس کے طالع میں گھات ۔ سو بھا بھول انپڑی یکایک وہ رات

جو کچھ حکم نازل ہے تقدیر سوں ۔ پھرا کون کرتا ہے تدبیر سوں

شہ کی گنگش ہے وزیراں سوں جھنجھاراں لے دیک
کیئے فوجاں جو غنیماں پو تعین ہم سوں اٹل

جو یک روز فرخندہ فیروز تھا ۔ ادک حسن میں رشک نوروز تھا
یک یک روپ لے دھرت ہور آسماں ۔ ہوا تھا زمین و زماں نوجواں
ہوا دیکر گلشن میں پتر مردگی ۔ دیئے تھے مسیحا ہو پھر زندگی
قبا ابر کی بر میں پینا گگن ۔ کرے تھے ہرے تن یہ کسوت دھن
صبا کر کہ مشاطگی خوب ادیک ۔ سنوار یا ہر یک بن کی محبوب ادیک
صفا کالوے بن کی چوندھیر جیوں ۔ دس آوے نظر میں او دیکھے تو یوں
کہ پینی ہے محبوب رنگ رس بھریا ۔ تلک کے کنارے کا والا دھریا
زمیں لے کر گلشن کے مکھ کوں کھول ۔ ہر ایک پھول لبست بینی امول
چمن مانگ سنبل پٹیاں میں چھوڑا ۔ بندی جعد ریحاں کا سبزہ جوڑا
کرے تیل شبنم کوں کر ملہ منجن ۔ ڈبی تے بنفشے کی پینی انجن
دیا سب کو رنگ پان کا لالہ لال ۔ دسیا نقط تس دانت چھلنی کا خال
ہوے سیونتی سیس پھول رت کے ۔ گل اورنگ کاری ہے یا قوت کے
دسیا زیب و خوبی سوں ماتھے اپر ۔ ٹیلا یا ج دیا قوت کا خوش نظر
دسیں پھول سرنے کے جھمکے الگ ۔ رہے بادلیاں ہو کہ نیچے ڈھلک
کرن پھول خوش گل قلنفر ہوئے ۔ چنپے ان کھلے کان کے دُر ہوئے
گل افتاں جر طت کے ہیں جھال ۔ کموں ہوئے پل کری میں کے لال
جو بن پر کی جالی دسے جیو کی بیل ۔ گھٹ مال ارکند کے غنچیاں کے جیل
رہیا ہو درس دیکھنے بار بار ۔ گل چاند صاف آئینہ تاب دار
طرح بان کا پھول فالج ہوا ۔ چوا پھولسری کا چہ راج ہوا
بانے مسند نگ بن میں خوباں کے قد ۔ کریں ناز نی سرو خوش لاف بد

گلاں سوں تو یوں جلوہ کریں اینک
سیہ ابر ہو نور برسیا سو تند
جو دا کان کے خوش رنگیلے دسیں
ہوا حقہ لعل ہر یک انار
بھریا کوزہ ہر آنب کا نیر سات
لبالب دسے جام میں خوش گلاب
ہوتے شالواں شربتی کم کمی
پچھل جل میں شالو کے کھرائی ٹھنڈی
بھنسی طرفہ صندوق ہے خانہ دار
کلیاں پر دکھیں انہی اتقاں سوں سید
جو بن پر ہوس کر نھنیاں جنیلاں
ہر یک موز کی چھاک چبے پر ہوڑ
ترشی ہور شیریں جو خوک دسے
بنے دیک بن کے بنے خوب دہات
زہے شہ کا خلوت سرا دل نشیں
چند رچہ بچھا ہر چمن صد گلگن
شہنشاہ نس ٹھار فرما کو صدر
دیکھت تخت پر شہ کوں خوش سار سوں
دل وجاں سوں بقل پھول کے شادلیں
کھڑا اندہ اقبال ہو شہ کے پاس
فلک دوڑ نے شاہ کے حکم میں
گئے آکے مجرا حضوری تمام
دو رستہ کھڑے صف بصف آدیر

رکھے تھے وہ جی خوب میویاں تے انگ
ہوئے سیب اس صاف پانی کی ٹھند
منور قندیلاں کے جھیلے دسیں
دسیں جامنیاں عقد نیلم کے سار
جھوئے رین ین بھا کر آب حیات
ٹپکتا ہے انجیر سوں شہد ناب
لباں نرم کھرائی سے فنرنی جمی
جھبتے جوں کہ امرت دہی کی ہنڈی
بھریا میوہ ہر خانہ بہتر دل بہار
ہر یک نارنگی کے جھیلیاں تے گنید
دیکھیں ترک کو چوٹی میں امرت بھلاں
دیکھیں دلبراں اپنی انگلیاں جوڑ
ہرا بر وے محبوب بے شک دسے
منگے شاہ گنتے کوں خلوت سنگات
گلستاں سوں ہے صدر مخمل زمیں
رنگارنگ تارے دسیں پھولیں
گگن کا رہے تھے لس نشیمن کوں قدر
بڑھا وا ینکھی گاتے آواز سوں
نظر ہو زنجیج سوں لیا رنگ رس
کرے خدمت آ یچھی ہو کر داس
کھڑا کہکشاں سوں کمر بند ابیں
کھڑے خرمی ہو دھر اپنے مقام
نتے مت کچھ ہوز کتے نرہ شیر

جکوئی تھے سو مخصوص درگاہ کے
ہوئے مجلس شاہ جمجاہ کے

کہن پرور و برنائے نوخواستہ
ہر یک فن میں ہر مرد آراستہ

یک یک آصفِ دہر والا لقب
زمانے کا لقمان و عالی نسب

ہر یک بو علی خوب تدبیر میں
نہ بوزرجمہر ان کی تقریر میں

سرب پائے سو تربیت شاہ سوں
سب انپڑے سو شہ ہت تے جم جاگوں

کتک وقت کوں شاہ و ملک دکھن
کتے خاص خلوت کے خوش انجمن

ہوئے دور نامحرماں تب تمام
رہے ملک کوں دین ہار انتظام

ہر یک مرد مخصوص اخلاص کا
وہیں پیش خدمت میں شہ کے ہوا

ارسطوے دوراں چہ کہنا جسے
تو او عین عبدالمحمد سے

سہے بات جس حل عقدِ شہی
سکت ملک کوں جس کی کار آگہی

زہے رائے زن رائے سوں لے مدد
یوں پر بند نہار حکمت سوں سد

بڑا دوربیں چشم خورشید کا
ادک نکتہ داں جام جمشید کا

دیوتہار کر عقل سوں بے نفاق
کیو تر میں ہور باز میں اتفاق

یکسیا آئے جس عہد پر ساؤ چور
دیوے عقل و لشکر سوں شاہی کوں زور

حق آگاہ و حق بیں ادک حق پسند
عقیدت منش شہ سوں اخلاص مند

اچھے نیک نفسی جم اس جیو سوں مل
نظر میں امانت دیانت ہیں دل

سکت جس دکھے دل کو آرام بخش
سخن نامراداں کوں نت کام بخش

سپہر سخا مہر فیض و کرم
دسے بحر دل موج تس کف ہے جم

جم اس ابر بخشش کو بارندگی
دیوے علم کے باغ کوں زندگی

فضیلت کے تن کا ہے جیو جس کی ذات
ہر یک علم کوں ذہن تس کا حیات

طبیعت تے جس بات میں رس بھرے
من امرت شیریں سخن سوں کرے

کھڑگ جس کے ہت جس کا فرمان ہے
ترنگ پاس تس ملک میدان ہے

کتیا رہ پہ جس صدق سوں دل کے دھانوں
کریا اپنا ناموس رکھ شہ کا ناوں

اسی صف میں تھا آصف نامدار
دکھن کا سپہدار عالی وقار

حکومت وزیر شہ کامراں
مسمی محمد اخلاص خاں

کہ خوشبو ہے ریحان اخلاص کا
خلاصہ ہے اس گلشن خاص کا

جتے رازداراں ہیں ات مختصر
مقرب شہنشہ کا ہور معتبر

جواں مرد خوش خلق و نیکو نہاد
بلند بخت اقبال عالی سزاد

دکھن میں زرگی کوں تس گھر ہے ٹھانوں
چلنت میں ہے تس جگ میں تعرف کا ناؤں

دھرے دل میں جس مکتے دولت مندی
کرے فخر تس ہت تے ترکش بندی

دیوے بحر دل جس کا بادل کوں آب
لیوے تس جلالت تے بجلی نے تاب

دھرنہار جم قرب شمشیر کا
نہ سر پنجہ ہوئے تس کے سم شیر کا

دھرے فوج شیراں کی یو شیر مرد
کیا جس پہ دہم تس کیا مار کرد

کھڑگ رن میں کھینچے تو جب یو شجاع
سورج پنبہ نمتے جلے لگ شعاع

بڑے نام و ناموس و او شان سوں
فدا کام پر شہ کے نت جان سوں

انتھا خان شہزادہ خدا جس مدد
علی کا خلف مصطفیٰ جس کا جد

بھرت آب ہو جائے جس ہاک تے
چھپے سنگ میں آگ جس دھاک تے

لکھیا ہے فلک جس کے پنجے میں جس
کھڑک دیکھ جس فتح پاوے اُمس

نکو طبع و خوش خلق و ہمت بلند
قوی بل سوں بازو کے قبال مند

جکوئی ملک در بستہ تھا سپے کلید
اسی فتح کوں رہتا یو شید

سٹنہار او کھیل ایس جیو پہ ہور
مخالف کے دل کا طلسمات توڑ

جب آتا ہے شہزادہ سوں او دھاں میں
ایرا یت لنوے اتد کی ٹھاں میں

کواتے جو تھے گج بتی اہل نغز
سٹیا پنجہ سٹ کا ناتی سرتے مغز

نظر شہ کی جاں وہاں ملک تس گذر
رکھے واں قدم جاں چلے نا نظر

اگن کا جو جھگڑا ہے تس فوج جاں
زباں آگ تس تیغ آتش فشاں

پڑے یو اگن جس کے دل پر بھڑک
گھر اس کا جلے دل تے بھڑکا بھڑک

بجولا ہے خاصے سوں یکدست فوج ۔ مگر ہے یو شیر کی گہج مست فوج
فدا حکم پر شہ کی یو مہبلی ۔ علی کا نواز یا مدد جم علی
اتھا یوت بہلول خاں کا عظیم ۔ او عبدالکریم بن عبدالرحیم
بڑا نامور ہور بڑا فوج دار ۔ خرچنے کوں جیو تعداد کہ پات ادھار
سدا سر پہ ہو شہ کا سایہ بلند ۔ دھر تہار منصب کا پایہ بلند
بجھنار دولت کے رنگرس کا لغز ۔ ادکہ کار دانی میں ہشیار مغز
عمل ہات کا جس کے نیت راستی ۔ نہ رہی لتس قلم تے کم و کاستی
دستہار دریا نمن فوج تس ۔ کیا مار کرونٹ لگیا موج جس
بزرگی جم اس کی دندی پر دسے ۔ کھڑا رہے پہ سوندل کوں ڈونگر دسے
برسنے تے جس دل دندی گھوتے صبر ۔ فرنگیاں بجلیاں میں تیراں کا ابر
بڑے کامگاراں خواتین حاں ۔ سعادت نشش ہور شجاعت نشان
رکھن شاہ کی دستگیری کا نانوں ۔ لڑنہار گاڑا ادک گاڑ پانوں
جھوجاراں جو نامی اچھے بے نظیر ۔ اٹھے ایک تب دکھن کے وزیر
یک یک فاضل و ہر افضل اپنک ۔ کمر نہار ہیت دکھا فتح جنگ
یکٹ بھاں ہارتے ترنگ صف میں چل ۔ جماعت جماعت اٹل خاص خیل
یکوجی جو شہ جی کا فرزند تھا ۔ وزیراں میں نامی خردمند تھا
سمج دار ادک راج کاراں منے ۔ مہابل ہے دولت کے بھاراں منے
دیکھت فوج میں جس کے بھالیاں کا بھا ۔ مغل ہوے ایس دل ہیں نت خار خار
ڈورے کھانٹ کے گھوڑ چھوڑے کتے ۔ اٹل جادواں دھاک توڑے کتے
کھڑا اڑے کتے باندرے ہو سلے ۔ اندل کاڑ و حنک تھاپے دکھندا کلے
شہنشہ دکھن کے جھنجھاراں کوں دیکھ ۔ بھروسے کے اس کامگاراں کوں دیکھ
کہے خوش ہو یوں غازہ گردوں جناب ۔ کہ لے رخت شاہی کے حکم لہنا ہے
رہنا گھر دکھن کا تمارے تے تھانپ ۔ کہ میں سلطنت کے تمیں آج گھانپ

ہوا ہے مغل آج بد عہد کل / اجا نے یہ ہیں یھاں تلک آکر غل
اگر پیش رو اہل تلبیس ہے / اسے رہنما اہل ابلیس ہے
دیکھایا یو بد عہد کوں اوکنشت / ہتیلی میں اپنی طمع کی بہشت
دیکھایا دریا کوں کر ایک سراب / رکھیا نام زہر ہلاہل گلاب
اگینٹی کوں سمجھا دیا لالہ زار / اناراں کے داتے دسے تس انگار
کیا سو مہم یا ہمن تے مدد / ہوا پھر ہمن سوں بد اندیش بد
اگر متفق بد سوں بد جنس ہے / ہمارا مدد خالق انس ہے
اسے گرچہ ہل بت پرستی اچھے / ہمن قرب ربی کی مستی اچھے
پناہ اس کے گرد یر کفار کا / ہمن سہے مدد حضرت اَثار کا
جو تھوڑے ہمیں لے تو اوکیا گماں / ولے تیر شمشیر ہے درمیاں
سکندر ہوں میرا ہوا سد ہے آج / نہ سمجھیں او یا جوج ماجوج آئے باج
اچھے خاروخس کے اگر یک ڈھگار / او سب جانے بس نہنا یک انگار
تمیں خیر خواہاں جو شاہی کے ہیں / جو منظور ظل الہی کے ہیں
لے نیں ہے لگ او اگے انکے جاد / سدا انکہ تعظیم کرتے بلاو
کھلاؤ یکیس سر کا یکے سر کوں مغز / پلاؤ یکیس یک کوں خوناب نغز
یکیس یک کے گل ہار انتڑیاں کے ہار / سلو گیند یکیس سر کی یک یک تہار
کھلاؤ کچل خوب مہرباں کوں پان / چھڑک لہو سرنگ کر سلوبے گماں
پچھا بچھلاں زنگ کے نت یک تلہار / کرو نت دسن پھل گوہر نثار
جو آویں یہاں لگ تو ملیں خوب لاٹ / جہنم کوں بھیجوں فنا کیچے یاٹ
لبسر گے ہیں بڑکا بلے دیکھ دود / اجل لے سنگات اپنے آتے ہیں کود
لیا خون اپنا الیس سر لبا / ایں ہو جو مطبخ میں آوے سما
لکھو آج مردی سوں مرد نام / تمن تانوں سوے ہور ہمارا سو کام
سنے جب وزیراں نے یو شہ سوں بات / ہے ہم تھکے سب شجاعت سنگات

مشرف ہوشہ کی زمیں بوس سوں بڈھانے الیس نام و ناموس کوں
اٹل تیر شہزادے اسی آن میں یکس یک تے آجلد او دھان میں
کہے سب کہ تجہ شہ کے ہم ہیں فراز تیرے دولتوں ستے ہم بے نیاز
زمانے میں شاہ یگانہ تہیں حقیقت میں شاہ زمانہ تہیں
کوئی بندگی تے تجہ آزاد ہے ہر احسان کا مندہ دلشاد ہے
غریباں نوازی میں تجہ بندگی تیری بندگی مایۂ زندگی
تیرا گھر ہمن جم ہے دار القرار تیرا سایہ طوبی تے خوش باردار
تیریاں نعمتاں کھا سکے ہم تمیز نمک اوہی وقت کرتا ہے چیز
مغل اصل نامرد ہیں حیلہ گر شجاعت ہماری ہمیں سب پہ ور
مغل کا ہے ہتیار تیر و تفنگ ہمن قبضہ جمدھر و گرز افرنگ
لڑیں جب مغل لے عرابے کا اوٹ ہمیں بیس دل میں کریں لوٹ پوٹ
کہاں رہی یہ اوسان او چھوڑتے ہمیں کو نہ ہتیار سوں چھوڑتے
مغل آکہ اول جولت کہاتے ہیں دکھن کی لڑائی تے کچواتے ہیں
پک یک موت کے وقت فرزند کوں کہیں یاد رکھ یوت اس پند کوں
دکھن پر مہم ہوئی نوشت لوزگار کہ زنہار نیں پھر او آنے کے ٹھار
لو آنے سو اکثر ہیں او یوت عاق کر پنج ہیں ماواں لیاں پہ طلاق
شہا آج امرت ہے تیرا کرم جس امرت تے جینا ہے دو جگ میں جم
جتے یہاں ترے کام پر ہوتے چیز جنم جگ ادھر پائے جیونا عزیز
بجن سخت ہمت کی جب فرد فرد کیا اختیاری سوں ہر شیر مرد
وہیں ناہور خاں شہزادہ اینگ کیا عرض تسلیم کر بے درنگ
کہ ہے شکر تجہ ساد لادر جواں ہوا کیں نہ شاہاں میں صاحب قران
لیا پاتہیں سابقاں پہ سبق لڑانا و لڑنا ہے تیرا جہ حق
دلیراں کوں تجہ چال کے پند ہے تیری تیغ پر آج سوگند ہے

شجاعت تیری دیکتیں بے خلاف
سٹے سب سپاہی تہور کی لاف

سر آج شاہاں پہ شاہی تجے
دلیراں کہے شہ سپاہی تجے

سبھوں نے توں صف جنگ میں پشت دست
ہوا تیغ انگے تیرے گج مست بیت

جو جوہر صلابت بد اندیش کام
پھرا شہ تے گرہ کوٹ لشکر تمام

کیا تھا شر انگیز ہو کر کہ لاگ
سلگتا گھرے گھر تے فتنے کی آگ

بجانے کھڑگ آب سوں اوانگ
لڑیا صف بہ صف جب توں مع دل بنگ

مہابت سوں تیری صلابت تے اٹ
گیا تھاٹ یوں جو ہوا سینہ پھٹ

جو تھی ملک ملنار کی جگ میں ہاک
نہ تھا ہیں جس میں سکندر کوں لاک

چکلنے میں جس ملک کا جا کہ حد
لگیں کئی ہزاراں طلسمات و سد

توں توڑیا سو ویسے طلسمات توڑ
لیا تخت راجے کے ہت تے مروڑ

نہ ٹھاری جہاں عقل واں تجہ مقام
چلے نا نظر جاں کرے واں توں کام

سکندر بھی نا رگ سکے تجہ رکاب
تو بعضے سلاطین کا کیا حساب

تجہ ایسے کے ہت کاہوں میں سرفراز
اسے کام کارن لکھیا ہے نواز

کہ لڑنا ہوں میں یوں مغل سوں ملک
لڑے نا د کوئی نیں لڑیا آج لگ

چل آتی ہیں بے فکر ہو چیل بیل
انگے ہو رکھیں بند کلنگاں کے جیل

جو بھری کی سر کوب منزل دھوں
نگولیاں نمن سب کوں گولا کروں

کھدیڑوں تو دنبال کر ملک بدا
بھگیں خشک لب تا لب نربدا

کیوں آتی ہیں یاں لگ کے سکل کر بند
رکھوں کوند ٹے دھر کھیا تجہ نیں کر کہ بند

چلیں تو طیا بچیاں سوں لبرانوں چال
کروں نت نجی والی کو کرڑی کا حال

کھیلتا ہوں سانپ سا سیس دم
کہ تا پیچھ کھاتے رہیں ہو کہ گم

کہیں ہور بنگا کروں یوں تلف
نظر نا پڑے دانہ پانی علف

ڈ دیکھ تجہ تک بیجا پور جھانک
پیا دے پھریں لیکہ ٹٹواں کوں ہانک

ہماری سپہ پن کی تو کیا بڑائی
جو آ جھتیں ہمیں شہ لگ آ دے لڑائی

سپاہی پہ اچھنا علی کی مدد
اگر لک مغل آئیں تو کیا ہے حد

عجب بول میں ہے یو شرزے کے گن
کرے کام کہتا سو اس تے دوگن

شہنشاہ کر بات سب کی پسند
سبھوں کوں کر یک ٹھار ہور دیکھ بند

کیے حکم یو سب پہ عالم پناہ
کہ لشکر پہ بارے کروں ٹک نگاہ

چلانے کوں ویسے مخالف کوں ٹھوک
وزیراں ہیں ہور خاص کب ہے لوک

کیا حکم جوں شاہ عالم نواز
چلیا لوک مجرے کوں گردن فراز

سپاہی دکھن کے بڑی داب کے
تیراؤ ہیں شمشیر کی آب کے

بنی ہاشمی مصطفےٰ کے خلف
شریفاں و سادات صاحب شرف

حسینی و حسنی و علوی کتے
مدینی و مکی و رضوی کتے

انجو آتشی قادری سرمدی
بخاری و بحری کتے مشہدی

عرب شیخ و انصار فرخندہ کیش
صدیقی و فاروقی و نوری قریش

جنیدی و جیلم و انبی امور
و بر کھاری خلجی اوٹ ہمت توڑ

جھندی و ال و افغان دو بڑیا متی
کھنڈال و کچلی ستی سوختی

ہر یک جنگ میں فتح پانے نوی
زبردست مشر زیاں کی صف ہمدوی

بہادر سرا ڈور گجرات کے
وسیں شیر سوندل میں خوش دھاک کے

جیون پور کی ہور کتے پالی وال
جو نظراں نیں جنگ بن کچھ خیال

دکھن کے جو عباراں ہیں اتے کینہ اتش
مغل کے جو ہیں کال اہل حبش

اماری و نوری ادک نام جو
کراکی و داموہ کوں کا اکو

اتاری و نکری جگ آفات کی
جو نا سارقی کالہ کا قات کی

دلاور جتنے مولواں نانوں کے
زبردست و ثابت ادک پاؤں کے

دھریں جیو تے ناموس پر بہوت پیار
دیویں رنج سودے میں جیو نقد دھار

کہیں سب پڑیا ہے ہمن شہ پہ کام
کر جیو خرچ کر آج رکھتا ہے نام

پٹھاناں جو دہلی کے ہیں نام دار
مغل کیے او کہو کے ہیں پیاسے اپار

روہیلے ہیں ترکش بنداں روہ کے
لڑے سخت رُہواسیاں کوہ کے

مٹنی و لوڈی سرانی ینی
لہانی و سورانی وسٹربنی

میانی و ملکی و جسوانیاں
بلوچ استرانی وسرجانیاں

غزنی و غلزائی واغواں کتے
غزہ خیل وغرغشتی افغاں کتے

ترین و دلیزاک وسرخ وکینو
تراہی جمند خویشگی ناجو

لداخیل ویوسف زئی وناغڑاں
اوڑنی و کنڑانی و کھوکیاں

خلج سورو بنی وکا کرڑ گتے
نیازی و بابی و بابر کتے

ستی ناصر وتانک وسروانیاں
مندی غوری شروانی جلوانیاں

مہراٹے کتے ذات وکبی دصات کے
لڑے پاؤں لے کے لینے ہات کے

سنیتا کی دجگ تھاپے جادو نیوار
اندل کار و نلوار و نیپال کار

مہیطے کھرارے وکھنڈا کلی
رسند ہی پاندری نم کلی بھونسلی

بکٹ کھانٹکے گھوڑ پھوڑے اموڑ
یوراننٹے وکانٹے دوردوی پھوڑ

نیتولے ورن بھورے ہوڑن سنگار
بھنوسے وچوہان وبھاندول کار

کتے لومتے بان پاستے کتے
لوکاٹے وچاٹے وساٹے کتے

کھنارے کتے ہور کتے ہنبراں
بندی برگی دگولی وہ ہنگراں

دسے تا او جلدی کے وقت اپنے آپ
برادر ہے ساواں کے جیراں کے باپ

ہریک مادواں انکی گویا پری
دکھا دے جندر کوں ایس دلبری

کریں پھر جو کاویاں کی خوبی عیاں
پڑے بیچ نیں دیکھ آپے لواں

کریں دوڑ میں آکہ بارے سوں پات
منڈا سانلے اس کا اڑیں پات پات

بچیلیں بن سوں جاں انکے تل گر گڑیں
پچھیں شعلہ باری کی بجلیاں پڑیں

ہریک نیزہ بازی میں راقت بڑا
کھلے گا جندر جت تے کاڑے کڑا

جو دھن ہوج کے ناز بیٹ نیٹ
تو نیزیاں کی انگلی سوں کھولیں گھونگٹ

بھلے برق انداز رومی تمام
تفنگ سوں کرنہار بادل کے کام

جھو جاراں کتے بھانت ہتیار کے
حضور آئے سب مرد اوجار کے

سلح میں ہر یک تن مکمل دسے
یکس یک تے جلوے میں بادل دسے

بڑے دھاؤں دکھنیاں کے کوتہ ہتیار
ہتیاں کوں پھراتے یہ بانکاں سوار

پٹھاناں کے سوندل پہ کرڑی کماں
مھراٹیاں کے جھگڑے پہ اول اٹھان

دیکھت سب کوں شہ کی نظر خوش بھریا
سپاہاں کے طالع کی ہوئی برتری

کہے شہ دکھن کے ہمیں پادشاہ
تمیں بھان کی میراث داراں سپاہ

سپہ پن تمن جگ میں مشہور ہے
ولے ٹیک کی بی خبر دور ہے

دیکھیا نا سپہ یہاں کا نت پھانچہ روپ
کہ نا خوب دیسے سورج باج دھوپ

مغل نا سپاہی سپاہی سوں کام
نہ لیویں سپاہی کا خوبیں سلام

دکھیں نت سکے باب سوں او دماغ
دماغ ان کا ہوے اہل عزت کوں داغ

سمجھتا ہے جو مرد سپاہی کی قدر
سپاہی جو سمجے سپاہی کی قدر

جکوئی جیو جو بیچیا ہے عزت کے کاج
منگے کیا ہمن پاس کرنے مان باج

سپاہی کے ہم تیک کوں مان دیا
سپاہی کوں صف میں اول پان دیں

سپاہی تے ہے بادشاہی کو زور
دسے صف کی خوبی سپاہی تھے ہور

نہ یک دل سپہ تس بزرگی ہے جھوٹ
بڑا او ہی نیں جس کے لشکر میں پھوٹ

خزینہ سپاہی ہوئے میرے پاس
گہر داں ہوں ایں یعنے مردم شناس

کیا ہوں ہر یک تن کوں چن چن کے پیار
رکھیا سوں تمن کام پر اعتبار

چلی آج لگ ہو یکس یکتے سات
تماری زباں ہور ہمارا سو بات

ایس بول رکھنے جسے لاج ہے
او سب کام کرنے کا وقت آج ہے

ہمن گھر پہ کر ب آ مغل سا غنیم
چلیا ہے بد اندیش ہو کر عظیم

اچھی جس ہو میراث حب الوطن
اتے جیو دے گھر کوں رکھنا جتن

مجے نس کام پر جن دسیا بے نظیر
کیا پل میں میں اس سپہ کوں وزیر

جنے کام پر خرچ ایس جیو کیا
کرب ہے بی میں اس کوں دولت دیا

دلیراں یو سب سن لیچ اپنی مروڑ — لگے بولنے جیو کی پروا کوں چھوڑ
ہمیں سات پیڑی کی ہیں یاں قدیم — سنے ہیں کہ ہو گئے ہیں شاہاں عظیم
ولے کیں پڑیا نیں فلک کی نظر — کہ کوئی شہ ترے سان صاحب نظر
تجہ ایسا تو شاہاں میں صاحب جمال — نہ دوسرے بی عالم میں ہوئے تجہ مثال
تیرے خُلق کوں خلق تسخیر ہے — بچن کی کرامت سوں توں پیر ہے
ہمن جیو تجہ خلق کے بات میں — کئے ہیں فدا ہنکوں تجہ بات میں
اتھا اسم شاہاں کوں گر شہریار — تُھہایا او تجہ ناؤں لے نامدار
کیا پیار سوں شہریاری تہیں — دسیا حلم کی جگ میں بھاری تُہیں
سپاہی ہنے کا تہیں قدر جان — بڑھایا ہے جگ میں سپاہی کا مان
تجہ انگے سپاہی کوں نیں جیو عزیز — جیا تو بڑا ہوئے مرا تو بے چیز
سلامت توں اچہ کیا تیماں کو تم — کہ جم جم کرے پرورش تجہ کرم
ہمن سات پیڑی تے کھا تجہ نمک — بدی سود ہر ہیں قرب الیس دل میں لک
صلابت ہماری ہے رستم کی دھات — ہمن یک انگے کیا ہیں دس دلیو ذات
ہمن تیغ سوں کیوں کریں دوستی — کہ رجپوت افیونی مغل پوستی
شہا آج اگر ہند دکھنیاں کی پچھاں — گنوراں لے آتے ہیں ہو گلہ بال
تیری فوج کی تو ہیں غازی ہمیں — کریں عید گر تیغ بازی ہمیں
دیکھیں لک گنواراں او دکھنیاں کو پار — کریں ذبح لاکھاں کوں ہر دم پچھاڑ
کہ اس گلہ بانی تے دہنگر اُٹھے — سنے تو دہنی تس دوڑتا پچھٹے
دلیراں کے دل شاہ یوں آزما — بچن کا خلاصہ ہر ایک تن میں پا
نظر میں یک یک تن کوں کیا دکھوان — الیس بات سوں سب کوں دے دے کر پان
بڑی سرفرازی کا دکھلا امید — سکھا کر دیئے جیو خرچنے کے بھید
وہیں شہ وزیراں کو کر سرفراز — فرنگاں سوں مل خلعتاں دے نواز
کیہے لے آپس فوج ہر صوبہ دار — ارسطوئے دوراں پہ دے اختیار

یکس یک کے جب سوں بہادر تمام
کرو متفق ہو کہ صاحب کا کام

جتے بات سوں دے کہ ہر تن کو چونپ
روانہ کیئے توکل یہ سونپ

دیئے جب رضا سب کوں شہ مہبلی
اٹھے سو چہ بولے مدد یا علیؑ

ارسطوئے دوراں تو ہے حق پسند
کہ خلق خدا سوں ہے اخلاص مند

اول خوش خلاصی سوں دل سب کے ہات
کھیا ہو ہمیں آج یکس یک کے سات

آنسیں ہی سنبھال آج خوب اتفاق
غنیماں کو جیو نے تے دینا فراق

لئے نوگزی سات فیروزہ انگ
دمامہ لئے فتح کا طاس سنگ

لکالک لئے بان کاری و بان
لئے کوہ دارو کی گولیاں کی کھان

لئے جن سلاحاں دھرن ہار آڑ
ہتھیاراں لئے خوب پکڑی سو باڑ

بہوت پادشاہی خزانہ لئے
نکل دیں مخالف طرف رخ کئے

تلک خان شرزے سنے قابو بچھان
مغل یک کیا باد ہو یک اٹھان

جھڑپ نیں دیا لک پو باڑا ابڑا
بدل دل علی کا چلیا کڑ کڑا

چلے رج سوں دکھنی دلا ور جواں
وزیراں چلے نامور بیکراں

یک یک عمدہ یک ملک کا صوبہ دار
وزیراں ہر یک پاس کے کامگار

دھریں من میں دکھلا کہ یوں جوپ تول
بڈھانا ہے آج اس غنیماں یہ بول

بڑا دل مغل کا نہ اسنیڑ یا چہ لگ
دہیں خان شرزہ پچھاڑیا تلک

کہ دکھنی وزیراں چہ ہیں تول میں
لوہا مارتا ہوں اتن جول میں

دیکھوں آزما بازی قسمت سیر کوں
نکالوں ترنگ کوں بی ٹک پھیر کوں

ترنگ کام پر تیز کا دھرتا ہے کیوں
دندی پر کھڑگ کاٹ کرتا ہے گیوں

بھلے بھائی سب مل لڑے نہار ہیں
لوہا سر کشاں پر کر نہار ہیں

پچھانے یہ سب کوں مغل بدنہاد
مرا ناؤں اول رکھے سب میں یاد

کہ قابو یہ ہو اس تردد میں تھا
یک اوچار کرنے کی خوش بد میں تھا

خدا ہو کہ تس پاک نیت یہ شاد
کرم کر کے یوں منکے دیتا مراد

کہ جب جس حق ناؤں دینے پہ آسے
تردد بی دیکھ تس دل میں لیائے

فرہنگ

فرہنگ

آ

آپناسٹ	اپنائیت
آپختگی	ہوگی
آڈ	عداوت، دشمنی
آداب	سلام
آدمیں	آدمی
آدھار	سہارا
آسُودا	آسودہ، مطمئن
آشتی	شانتی
آفتابہ	ایک قسم کا ٹونٹی دار لوٹا
آگل	اگلے، آگے
آگون	اگنی، آگ
آنب	آم
آنگ	جسم
آنگے	آگے، سامنے
آیاں	آئیں
آئینہ	آئینہ

الف

اُ	وہ
اُبرنا	باقی رہنا
اُبولا	خاموش، گونگا
اَپار	بے حد، بے انتہا
اپاریں	نکالیں
اَپارنا	نکالنا
اُپاس	فاقہ۔ روزہ
اُپر	اُوپر
اُپرُوپ	اعلیٰ، بہت خوب تر
اَپرُوپ	نادر
اَپُش	اپنا، اپنے، اپنی
اَپُس	اپنے آپ، اپنے آپکو
اُپکار	احسان
اَپن	ہم، اپنا، اپنی
اَپنا چ	اپنا ہی
اپنک	اپنا، خودکا، خود
اپنگ	اپنا

لفظ	معنی
اپیں	آپ ہی، خود ہی
اَت	بہت، زیادہ
اِت	اِس
اِتّا	اتنا، اب
اُتار	صدقہ
اُتال	اب، اسی وقت
اُتاول	بے چین، بے قرار، حد سے گزرنا
اُتر	جواب
اُتم	اعلیٰ
اُتم سود	زیادہ سمجھ، سمجھدار
اتھی	تھی
اُٹ	اُٹھ
اٹکہ	اٹھ کے
اُجال	اُجالا
اَجِت	سورج
اُجلے	سفید
اَجھوں	ابھی
اُچار	راز، تعریف
اُچانا	اٹھانا
اُچانے	اٹھانے
اَچپل	چاق و چوبند، خوش مزاج
اَچکل	خوش نصیب
اَچوک	بلاشبہ
اَچھریا	حوریں، پریاں
اَچھنا	ہونا
اَچھو	رہو
اَچھیں	رہتے
اَچھے	رہے، رہو
اخلاص خاں	بیجاپور کا وزیر و سپہ سالار
اَدِکسا	ادھک، زیادہ
آدو	سورج
آدھار	سہارا، وسیلہ
اَدِھر	لب
آدھیرات	آدھی رات
آدیک	ادھک، زیادہ
آدیکھے	دیکھے بغیر
اردگان	نجوم کی ایک جدول
ارگند	ایک قسم کا پھول
ارڑانا	چلانا، چیخ کر رونا
ارڑانے کر	رو دھو کر
ارسری	مقابلہ، کشتی
ازات	آزاد

اُساس	آہ	اُن پان	دانہ پانی، روزی، تواضع
اُساساں	آہیں	اپٹرنا	ملنا، پانا
اَسپاس	آس پاس	اَنت	بھید، راز
اُستوار	سیدھا	اَنتر	فرق
اَسنگت	ہجر، جدائی، فراق	انٹ	ہاتھ، راز، کمر
اَصلا	بالکل	انجن	سرما
اقرار	وعدہ	اَنجو	آنسو
اَگن	آگ	اَنجواں	آنسوؤں کی جمع
اَگن	ایک خوش آواز چڑیا	انجھو	آنسو
اَگیٹی	انگیٹھی	اَند	اندر راجہ
اُلنگ کر	پھاند کر، اُچک کر،	اَند	آنند، آرام
اَلنگی	چاہنے والی	اندرے	اندھیرے
اُلولگ	اب تک	اندکار	اندھیرا
اُلیانی، الالی	جوش، جذبہ ولولہ	اندھارا	اندھیرا
اُمت	زیادہ	اندھیرے	اندھیرے
اَمرت بچن	میٹھے بول میٹھی بات	اَنگ	جسم
اَمرت گھڑی، نیک گھڑی		انگ	آگ
اُمس	جوش، امنگ، ہمّت خواہش	اُنگل	انگلی،
اَمول	انمول، لاقیمت بیش قیمت	اَنگے	آگے، سامنے، مقابل، مستقبل
		آن مان	(انومان) اندیشہ، خیال
آنّ	رزق	اُنن	انہوں نے، اُن

اَننگ	بے شرم
اَنوپ	انوکھا
اَنیاؤ	ناانصافی
او	وہ
اُوبال	جوش، جذبہ، غصّہ
اُوتالا	بیقرار، اوچھا
اوٹ	آڑ، پردہ
اوٹھیا	اُٹھا
اوجال	اجالا، روشنی، اجالا کرنے والا، روشنی کرنے والا
اوچا	اٹھا
اُوچار	غلبہ، حملہ
اودھان	دوڑتا ہوا، جوش سے
اَودگن	قبول کرنا
اوڈ	آڑ، اوڑھنا
اوڑنا	لحاف
اوس	اُس
اوساسان	آہیں
اوگن	بدخصلت
اَوگھڑ	ناسمجھ، بے سلیقہ
اول دور میں	قدیم زمانے میں
اَولیچ	اول ہی، پہلے ہی
اونٹ وال	اونٹ والا، شتربان
اونٹن	اونٹنا، کڑھنا
اینا	اب
ایناں	اب
ایراپت	ایراوت، راجہ اندر کا ہاتھی
ایزار	ازار، پاجامہ
ایکیچ	ایک ہی
ایلاڑ	اس طرف، کم تر
اِینوں	یہ
اِینوتے	اِن سے
اِینونے	انہوں نے

ب

باٹ	راستہ، راہ
بارا	ہوا، آندھی، طوفان
بارندگی	بارش
باڑ	تیز دھار
باڑی	کھیتی
باڑی	کھیتی

لفظ	معنی
باڑی والا	کسان
باغی جناں	باغِ جناں
باشک	سانپوں کا بادشاہ
باتو	قاز
باقیچ	باقی ہی
باگ	شیر
بالِشت	تکیہ
بالشاں	تکیے
باتجے	خیال کرے، خیال کیے
بانہ	کپڑے، لباس، وردی
باول	دیوانہ
باؤ	ہوا، کام، زندگی
بابا	ڈالا
رِبپت	بپتا، مصیبت
بتر	بدتر
بتنگ آنا	بیزار ہونا
بتولا	پٹولا، ایک قسم کا سلک
بجالیا	بجالایا
بجد	بضد، اٹل، مستحکم
بجر	پتھر
بجے گا	بجھے گا
بچارن	سوچنا
بچاڑیا، بچاریا	سوچا۔ مشورہ کیا
بچن	بات
بچنا	بولنا، بات کرنا
بچھانا	بچھونا، بستر
بچھانت	پہچان
بچھاتے	بچھوتے فرش
بڈانا	بھگا دینا، ہرا دینا
بدل	بدولت، بدلنا
بڈونت	عقلمند
بڈھ	عقل، عقلمند، ایک ستارہ
بڈھاوا	مبارکبادی، بدھائی
بڈھاتے	بڑھاتے
بڈھاپا	بڑھاپا
بڈھن	بوڑھا
بڈھی	بوڑھی
بَراں	وقت، باری
برچھیک	بچھو
بردولا	دولائی
برقا	برقع
برکالیے	بڑے بڑے بلیاں بلاور

	بلا ڈر
برہ	جدائی، ہجر
برھے	بڑھے
بڑائی	بڑھئی
بزار	بازار
بس	زہر
بست	وستو کپڑے لباس چیز
بستاں	وستو، لباس
بستی کرنا	قیام کرنا رکنا، ٹھہرنا
بسرنا	بھولنا
بلانا	بٹھانا
بلائے	بٹھلائے، بٹھائے
بلایا	بٹھایا
بسواس گھات کا	وسواس گھات، دھوکا
بسیاں	ملیں
بسکاین	حنظل، ایک کڑوا پھل
بکٹ	مشکل
بکنا	منہ بسور کے رونا
بکھانا	تشنگر ٹکر کرنا پھیلا کر بیان کرنا
	بیان کرنا
بل	طاقت

بلا دور	صدقہ
بلی	قوی، طاقتور
بلمیاری	بلہاری، صدقے
بناں	دولھا، محبوب، سجن
بند	بوند
بندہ	غلام
بندی خانہ	قید خانہ، زنداں
بنگام	ہنگام ہنگامہ، وقت، موسم، دفعتاً
بلنے بن	بن بن، جنگل جنگل
بنڈرنا	گھومنا
بنڈا، بنڈی	چٹان
بوجن ہار	جاننے والا، سمجھدار عقلمند
بوری	بری
بولالیوں	بلالوں گی
بوتبڑی }	چیخ پکار
بومڑی }	واویلا
بھا	ڈال، ڈالے
بھار	باہر، بوجھ، اعلیٰ
بھان	سورج، کمان
بھان ہارے	تیر انداز

بھانا	ڈالنا، انڈیلنا
بہانا	حیلہ، بہانہ
بھانت	طرح، قسم
بھانو	سورج
بھاؤ	انداز، ڈالو
بھایاں	بھائی کی جمع
بھایاں کرنا	نخرے کرنا
بھٹا ہوا	بہتا ہوا
بھتر	اندر
بَھتر	جوڑ، توڑ
بھترول	بہتر، اندر
بھجنگ	بل کھانا، سانپ
بھدرا	کینہ زن، بخیلی
بھرت	بھرواں، گھٹا
بھری	بحری، شکاری پرندہ
بھڑت	بھیڑ
بھڑکا	شعلہ
بھڑنا	مقابل ہونا
بھسم ہونا	راکھ ہونا
بھگ	بھاگ، قسمت
بھگے ہات	ٹوٹے ہاتھ

بھجن	توڑنے والا
بھنور بھوگنا	مصیبتیں اٹھانا
بھو	بہت
بھُوت	بہت
بھوجن	کھانا
بھوجنگ	سانپ
بھوکا کر	پھونک کر
بھوگ	ہوس، خواہش
بھوگی	بوالہوس، عیش پسند
بھگومان	بہت عزت والا
بھونڈے	بدوضع، خراب، برے
بھُوئیں	زمین
بھید	جادو کا جنگل
بھیں	زمین
بھی پڑیاں	پامال، گرے پڑے
بیت	بیتنا۔ گزرنا
بیتھیا	بیٹھنا۔ بیٹھا
بے درنگ	بلا تاخیر، فوراً
بے ریب	بے شک
بنشین	بیٹھا
بے شک	مضطرب، پریشان

بے فام	غافل، بے عقل، بے سمجھ
بھوپیچ	بہت ہی
بیگ	جلدی، جلد
بے گماں	بے شک
بے گنت	اَن گنت
بیگی	جلدی
بیل	نسل
بی	بھی

پ

پا	پاؤں، قدم
پاچ	کانچ، زمرد
پاچھے	پیچھے
پار	پھر، باہر
پاڑنا	پھینکنا
پاڑو	شکار
پال	گھاس، مینڈھ، منڈیر
پانڈر	پیلا، زرد
پائیا	پالیا
پت	برابر

پتال	پاتال
پتی ورنت	پتی ورتا
پتھایا	بخشش کیا
پتیانا	بھروسہ کرنا
پٹھا	بھیجا
پٹے	کپڑے
پچھیں	بعد میں
پچھن	بعد
پدم	کنول
پراپت ہونا	حاصل ہونا
پران	جان
پر اوپکار	احسان کرنے والا
پریت	محبّت
پرتھم	زمین
پردرد	غم گسار
پرس	پارس
پرش	آدمی
پرسن	پرسند خوشی
پرشن	پرشن، سوال
پرقو	قاز کے پر
پرک	پُرکھ، آدمی

پرکاج	کام نکالنے والا، کام بنانے والا، کارساز
پرگور	پرایا جسم، دوسرے کا جسم
پریم	پریم، عشق، محبت
پرمل	خوشی، خوشبو
پُروپکار	احسان کرنے والا
پروار	پریوار، خاندان
پرورده	بامراد
پروس	غیر جنس
پسار کر	کھول کر، پھیلا کر، پھاڑ کر
پسرنا	پھیلنا
پس میں	بعد میں
پشتانا	پچھتانا
پکاریا	پکارا
پَن	مگر، لیکن
پُن	ثواب، نیکی
پناکر	پہنا کر
پنائے	پہنائی، وسعت
پنبہ	روئی
پنتھ	پنتھ، راستہ، مارگ
پُنگڑ	لڑکا

پنکھی	پنچھی
پنگرا	بچہ
پنگڑیاں	بچے
پوت	بیٹا
پوچھ	پوچھ
پور	پُر، بھرا ہوا
پورتی	حیثیت، پونجی
پوکارن	پکارنے
پوکارنا	پکارنا
پون	ہوا
پونچھ	دُم
پون ساز	ہوا کی طرح
پھانجہ	پھندا، جال
پھاندا	پھندا
پھتر	پتھر
پھترا	پتھر
پھتران	پتھر
پھرا	پلٹ کر، واپس
پھر آوے	لوٹا وے، واپس کرے
پھنکڑیاں	پنکھڑیاں
پھکے	پھول گئے

پُھگ	پھول کر
پُھگڑا	منت
پُھلوں	پھولوں
پُھوگیا	خوشی سے پُھول گیا
پُھول بارہ	چمن، باغ
پھیر	دوبارہ، پھر
پھیر کر	لوٹ کر، واپس ہو کر
پھیلے	پہلے
پینا (پےنا)	پہنا
پیچھو	دوسری مرتبہ
پیکھن (پےکھن)	دیکھنا
پینچہ	پیچ وتاب
پینی (پےنی)	پہنی

ت

تاریاں	تارہ کی جمع
تانی	کمسن، ننھی بچی
تٹو	ٹٹو، چھوٹا گھوڑا
تثلیث	نجومیوں کی اصطلاح قمر اور سعد کے درمیان کا حصہ
تد	تب
تُرنت	تُرنت، جلدی، فوراً
ترختا	تڑپتا
ترکش بندی	تیر کمان
تُرن	سہارا
تِرن	تیرنا
تُرنت	جلدی
تُرمتیاں	ایک قسم کا شکاری پرندہ
تُرنگ	گھوڑا
ترٹخیا	پھٹ گیا
تِس	جس سے، جس کی
تِس جس	جس کسی کے سرکار
تقا	قوی
تکٹ	زرین اور روپہلے چھاپے کا موٹا کپڑا
تگ بگی	تلملی (تل ملی)
تِل	لمحہ، پل
تَل	نیچے
تَل	وادی
تَل اوپر	نیچے اوپر
تلملن	تلملانے، تڑپنے
تلیں (تلے)	نیچے، میں، اندر

تُم	تالاب کا پشتہ
تُمکن	(تم + کنے) تمہارے پاس
تُنک	باریک
تَو	تب، تو اسیاں، غالیچہ
تُوجے	تجھے
تُوج	تجھ
تھانب	تھام
تھانبا	ستون
تھانپ کھانا	تھرتھرانا
تھانو	(تھانو) جگہ
تھپانا	بچھن
تھنڈے	تھاشے
تھنڈا	ٹھنڈا، سرد
تھنڈا نیر	شبنم
تھنڈگی	ٹھنڈک، سردی
تھنڈی	(امبیل) ایک قسم کی چیز جو چاول کے کنی اور پانی سے بنائی جاتی اور ٹھنڈک کے لئے گرما میں پی جاتی ہے۔
تُہیں	تو بھی
تے	سے، کے
تِرِی	استری، عورت
تیزی	گھوڑا
تیواسی	طواسی، ایک قسم کا کپڑا
تینچ، تیونچ	ویسے ہی، ویسا ہی، تیوں ہی

ٹ

ٹاک	(ٹک) ذرا
ٹکیاں	ٹکے سکے
ٹنگانا	لٹکانا
ٹھار	جگہ
ٹھان	جگہ، مقام
ٹھانک کرنا	ٹھکانا کرنا، رہنا
ٹھاؤں	جگہ، مقام
ٹھکریاں	(ٹھیکریاں) مٹی کے برتن یا کھپریل کے ٹوٹے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
ٹھکنا	(ٹھٹکنا) ششدر رہونا حیران ہونا
ٹھگلانا	دھوکے میں رکھنا
ٹھوپنے	ضرب، مار

ٹھیر	ٹھہرنا، رکنا
ٹیک	ٹیلا
ٹیلا	ٹیکا

ج

جاب	جواب
جالا	دام، جال
جامدار خانہ	توشک خانہ
جان	جوان
جان ہار	جاننے والا
جتا	جتنے
جتا تھا وتا	جتنا تھا اتنا
جتے	جتنا
جتی	جتنے ہی
جترس	گھنٹہ
جترم	ہمیشہ
جرٹت	جواہر
جڑت	جڑاوی
جبس	طاقت، قوت
جعد	جوڑا
جگ	زمانہ، دنیا
جگ آدھار	دنیا کا سہارا، دنیا کا پالنے والا
جگندے	جاگے ہوئے
جلگ	جب، جب تک
جم	ہمیشہ
جم خانہ	آبدار خانہ
جمنا	سجنا، آراستہ ہونا، سنورنا
جناور	جانور
جنس	قسم
جنک	باپ
جنگم	سادھو، سنیاسی
جنم	سدا
جنتے	جیسے، جن کے
جودا	جدا، علاحدہ
جول	پیٹ
جوں	جیسے
جوئی	آب جو، چشمہ
جھال	تپش، لو
جھانپنی	جھپکنا، چندھیانا
جھترے	سوتے
جھکا	جبہ

لفظ	معنی
جھل	جلن، حسد، رشک
جھل	دو دھری محبّت
جھلیا	جھیلا، برداشت کیا
جھنکر	جھگڑا
جھوجاراں	جنگجو، فوجی، سپاہی
جھوجھن کرنا	زور آزمائی کرنا
جھونٹ	جھوٹ
جے	جو، اگر
جیب	زبان
جینڈو	کف، سانپ کے منہ سے نکلنے والا کف
جیو	دِل، جان، زندگی، حیات
جیوں	جیسے، مانند
جیونے تے	جینے سے، دل سے
جیونی	جانی، عزیز، چہیتا
جی	جس کسی کی

چ

لفظ	معنی
چانپ	دباتا
چپ	بائیں
چپ	بلا وجہ، بے سبب
چپ	خاموش
چت	دل، فکر
چت دھرنا	توجہ دینا
چتر	ہوشیار
چتر	نقش و نگار، تصویر
چترراج	شہنشاہ
چرن	پاؤں
چڑ	زیادہ
چڑ	چڑھ
چڑ آیا	چڑھ آیا، سبقت لیا
چڑنا	چڑھنا
چک	کچھ
چک	آنکھ
چکا جوت	آنکھوں کا نور
چک چار ہونا	نظریں چار ہونا
چکل	شوخ، چنچل
چکل	بھینچنا
چکلنا	وسعت دینا؛ بھینچنا، آغوش میں لینا
چلنت	عادت و اطوار
چمناں	چمن کی جمع
چنت	چنتا، فکر
چنتا	فکر

چند	چاند
چندر	چاند
چندرچہ	چادر، چاندنی کا فرش
چندنا	چاندنی
چُوب کر	چُبھ کر
چُوبے	چُبھے
چوپھر	چاروں طرف
چوترا	چبوترہ
چوڑ	چھوڑ
چوکدصن	چاروں طرف
چونپ	اُمنگ
چوندھیر	چاروں طرف
چُونے	چُننا، منتخب کرنا
چُونیا	چیدہ چیدہ، چند چنندہ
چھاچھا	چھاچ
چھب	جھلک، ادا، انداز
چھتر دھار	راجا
چھتر دھارے	تاج وتخت والے (مراد راجا)
چھجّا	چھت، پالکنی
چھجّے	چھجّا کی جمع
چھلے	چھالے
چھند	فریب، مکر
چھُوٹک	نجات
چھُوٹیا	نجات پایا، چھوٹ گیا۔
چیکڑ	کیچڑ
چیل پیل	چہل پہل

ح

حُب	محبت
حُج	حُجت، حیلہ، بہانہ
حد	سکت۔ مجال
حرص کو جلانا	نفس کو مارنا، لالچ سے بچنا
حمیلا	گجرے
حیفی کھانا	افسوس کیا کرنا

خ

خار	خوار
خرمی	خوشی، خوش خوش،
خلق	خلقت
خوار	ہیچ۔ بے حقیقت
خُوب ہو	صحت پا کے
خوجے	خواجہ سرا
خوش بد	خوش فہمی
خیل خانہ	خاندان کے لوگ

د

داب	رعب
داٹ	شدید، گنجان
دارو	دوا، شراب
داس	غلام، نوکر
دان کارن	داد و دہش
داونی	دوپٹہ
دائم ثمن	ہمیشہ کی طرح
دٹاوین	ڈانٹیں
ددا	دایہ
ددانی	نوکرانی، انّا، دایہ
دُدھا	ڈرا ہوا، جلا ہوا
دُرجک	زیور کا ڈبّہ
درس	درشن، نظارہ، جلوہ
درسنیاں	درشن کی جمع
درونا	دل، سینہ
دِستا	دکھائی دیتا، نظر آتا
دِسے	دیکھے
دِشا	نیک گھڑی
دِشیا	خوش نصیبی
دعوات	دعا کی جمع، وظیفے، اوراد
دُکھ	دکھ
دُکتے	دکھ سے
دُکھوں	دکھوں سے
دُگ	پریشانی، الجھن
دَل	جمعیت، گروہ
دِل ریش	زخمی دل
دِل کی صفا	فرحت، صفائی قلب
دُنبال	پیچھے
دُنبیاں	بکریاں
دَند	دشمن
دَندی	دشمنی
دِن دِین ہار	دن کو روشن کرنے والا
دَنگی	حیراں
دماں	صبح سے شام تک
دنیاں	دنیا
دولنا	ڈولنا، بہنا
دھا	دوڑنا، لپک کر جانا
دھات	طرح
دھاکوں	دھمکیاں
دھانا	پڑنا
دھانس	ڈسنا

لفظ	معنی
دھانوں	ڈھنگ
دھائیا	داخل ہوا
دھر	سمت، طرف، سے
دھرت	دھرتی، زمین
دھرتری	زمین
دھر دھیر	طرف
دھرنا	رکھنا، چھوڑنا، ترک کرنا
دھرنہار	ڈالنے والا، رکھنے والا
دھریا	رکھا
دھڑ	تن، جسم، ثابت، سالم
دھلارا	آندھی
دھن	دولت، عورت
دھندا	دھند، اندھیرا، گہرا
دھندہ	کاروبار، سنسار
دھیر	طرف، سمت، میں، اندر
دھیرک	دھرج، دلاسا، تسلی
دھوونے	دھوتے
دھونی	دھواں
دوابخش	چارہ سحر
دوج	دوسرا
دوجا	دوسرا
دود	دودھ
دودھرتی	دوطرف سے
دوس	برائی
دوکھا	دوڑا
دونی	مقابلہ
دوھا	مقابلہ، سامنا
دوئے	دونوں
دیٹھا	دیکھا
دیک	دیکھ
دیکہ	دے کے
دیکھت	دیکھ کر
دیلا	دلا کر، دے کر
دین	دن
دیوا	چراغ
دیوُونگا	دوں گا
دیہہ	دینا، دے

ط

ڈ

لفظ	معنی
ڈانڈے	ٹانکا
ڈبین باز	بازی ہارے
	بازی ہارنے والا
ڈوبا	ڈوبا ہوا، ڈبا
ڈومنی	نٹن

ڈونگر	چٹان، پہاڑ
ڈونگھے	گہرے
ڈونگے	گہرے، مہرا
ڈھانک	ڈنگ
ڈھکار	ڈھیر
ڈھگار	ڈھیر
ڈھنڈ ڈھنڈ	ڈھونڈتے، ڈھونڈتے
ڈھنڈنے	تلاش کرنے، ڈھونڈنے
ڈھون بار	اٹھانے والا

ر

راتوا	رات
راج بھاری	بادشاہ
راج تھل	راج ترک کرنا
راجیاں	راج کی جمع
راس	سیدھا، صاف، انبار راست، سچ
راساں	انبار
راست راستہ	سیدھا، دائیں، دہنا
راسریاں	رسیاں
راک	رکھ
راک	راکھ
راکھی	کھڑاؤں
رام ہونا	غلام ہونا
ران کر	راندہ کر کے دھتکار کے
رانواس	محل، گھر
راوت	بہادر
راؤں	جوگی
راوال	طوطا
رائے	بادشاہ، درباری امیر
رَج	راج
رَچ	رچنا، بنانا
رُچ	جذبہ
رَچ رَچ	آہستہ آہستہ
رَچیں	جمانا، سجانا، آراستہ کرنا
رخن	رُخ، طرف
رسیدے ہوئے	کامل ہوئے
رَک	رکھ
رَکت	خون
رُکھ	درخت
رگت	رگت، خون
رُندنا	پامال کرنا
رَوا	جائز
رُوپ	چہرہ

رُوت	موسم
رُوکھ	درخت
رہواسیاں	رہنے والے
ریز ہونا	لٹانا
ریش	زخم
ریشا	ریشہ، بال
ریی	رعیت
رَین	رات

ز

زخم تازی کیا	زخم تازہ کیا
زنب	دم
زَنگ ہونا	زور
زُوادو	ایک قسم کی خوشبو
زُورسادن	کشتی، ورزش
زُورسادھن	ورزش، کشتی
زیچ	زائچہ

س

سَات	ساتھ
سَاتو	ساتوں
سَاج	سج، سازوسامان
سَار	طرح، مانند
سَامن	سامنے
سَاند	دراز، دراز
سَاندرے سَاندرے	آہستہ آہستہ
سَاوُ	ساہو، دولت مند، قرض اور رہن کا کاروبار کرنے والا
سَرانا	مکمل کرنا، ختم کرنا، پورا کرنا
سَراگا	ختم کرے گا، مکمل کرے گا، پورا کرے گا۔
سَرانے	سرھانے
سبھ	سب
سَبھا	دربار، مجلس، محفل،
سُبَیت	عُمدہ
سِپارش	سِفارش
سَپوَرن	مکمل، کامل
سَپن	سپنا، خواب
سُتا	کھنچ آتا، کھنچ گیا
سَتّیکار	وقعت، قیمت
سَتمی	ظالم، ستم ڈھانے والا
سُتے	سُوتے ہوئے
سٹ چلے	چھوڑ گئے
سٹا	موٹی لکڑی، عصا، ڈنڈا

سٹنا	چھوڑنا، ڈالنا
سٹیا	ڈالا
سُجات	نیک بخت، سگھڑ، اچھی ذات والی
سَجن	قیدخانہ، قفس
سچیں	بے شک، سچ مچ، واقعی
سنچنچ	بہت زیادہ، شدید
سَد	دیوار
سُد	ہوش
سُدبُد	سدھ بدھ
سُرنگ	
سَراہنا	ختم کرنا
سراون	سراہنا، تعریف کرنا
سُرب	سب، تمام، کل
سِرتے	پھر سے، دوبارہ، سر سے
سُرج	سورج
سرخواص	صدر خواص، خواصوں کا افسر
سَرس	کامیاب، زیادہ
سرک	گانٹھ
سُرگ	سورگ، جنّت
سرگھنڈ	سر، پیشانی
سَرن	سلام
سرنا	زیب دینا
سرنے	پھول
سُروپ	خوبصورت، خوبصورتی
سَرونگ	سراپا (مرہٹی)
سَریر	شریر، جسم
سَربراں	تخت
سَسا	خرگوش
سَعد	نیک، خوب
سُک	سُکھ
سَکت	طاقت، مجال
سَکت دار	قادر، طاقت ور
سُگلی	تمام، سب
سُکھ کر	سوکھ کر
سُگل	تمام، سب
سُلی	سولی
سُلکھن	اچھے اخلاق والی
سَلول	سلونا، خوبصورت
سَم	برابر
سم اچار	سماچار، خبریں
سَمد	سمندر
سَنج	سمجھ
سُنا	سونا

سنبھال	سنبھال
سنچریا	آہٹ، آواز
سندیہہ	شک
سنک	سنکھ
سنگات	ساتھ
سنگی	شنکھ
سموکھیہ	روبرو، آمنے سامنے
سنور	طریقہ
سن ہار	سننے والے
سپھنے	سونے میں، خواب میں
سمنے	سپنے
سننے لگ	سننے تک
سوباس	خوشبو
سود	زیادہ نفع
سود	سُد
سوزنگ	گلشن
سور	سورج
سورات	حرص
سوس	سوچ، فکر
سوس کرنا	محسوس کرنا
سوسرخال	پرندے
سولکھن	اچھے صفات، نیک خو، شائستہ اخلاق

سوں	قسم
سونٹا	ڈنڈا
سوندل	جنگ
سوندی	جوڑ، دراڑ
سونے کر	سن کر
سُہنا	زیب دینا
وسہنڈ	ایک خار دار جھاڑی
سہے	زیب دے
سی	گا، گی، گے
سیا	کالا خرگوش (سیاہ)
سیر	سَر
سیس	سَر
سین	خواب
سینا	سینہ، چھاتی
سینڈھنا	کنویں یا باؤلی سے پانی کھینچنا
سیوٹ	بے حد، بے انتہا (مرہٹی)
سیوک	غلام، نوکر
سیونا	سیوا کرنا، خدمت کرنا

ش

ششتا	گرمی

شَاب	شہاب
شَب تیز	شب دیز، مشکی گھوڑا
بِشتاب	جلدی
شَرزہ	شیر کا بچہ
شَر شور ہوا	شرابور ہوا
شید	بھید

ص

صُبا	صبح
صَبوری	صبر
صَدرے	سدِ راہ
صَفا	صاف، پاکیزہ
صَلابت	ثابت قدمی

ط

طائب	تائب
طبلک	آسمان
طپانچیاں	طمانچہ
طشت	بیسن، ہاتھ منہ دھونے کا برتن
طلخ	تلخ
طبنیاں	کھڑکی
طواسیاں	قالین، قابلِ لحاظ
طَور طَور	متغیر
طومار	نقش

ع

عجائب لگنا	عجیب معلوم ہونا
عرابے	ارابا، توپ گاڑی
عرق	شبنم، پسینہ
عشراق	اشراق
علف	چارہ، غذا
عیسوی فن	معجزۂ عیسوی

غ

غدیر	گہری
غُطے	غوطے
غُلبلا	غلغلا، شور
غمخار	غمخوار، غم خوار

ف

فَام	فہم
فَرخ	مبارک
فرنگ	بندوق
فِرنی	فیرنی

فن	مکر، عقلمندی، سمجھ بوجھ
فند	دھوکہ فریب

ق

قاعِد	قیدی
قاید	قید
قضاالِلّٰہ	اچانک، اتفاقاً
قِفا	پیچھے
قل قال	قیل و قال
قماش	ایک قسم کا کپڑا، ساز و سامان
قوت	غذا

ک

کاج	کام
کاخ	محل
کارن	کے لئے
کاڑ	نکال
کاڑیا	نکالا
کاس	تانبے کا سکہ
کال	کالے، کالا
کالیج	کلیجہ
کام کارن	کام کے لئے، تقریب کے لئے
کھانب	درخت کا تنہ
کانٹھ بازی	کاٹھ کی ہانڈی، لکڑی کی ہنڈی
کاں سے	طشتریاں
کاوڑی	بزدل
کُبل	مشکل، دشوار، شاید
کُپال	پیشانی، سر
کپٹ	دغا
کِت	کہاں
کُتوال	کوتوال
کِتے	کتنے
رکتیاں	کتنے ہی
کَٹ	راز
کَٹِن	کٹھن
کُجات	کم ذات
کَچ	کچھ
کچکول	کشکول
کچوانے ہیں	جھجکنے ہیں کراہت کرنے ہیں
گد	کب، کدورت
کدھاں	کبھی
کرا	کا
کُرب	
کرتار	کارساز، پروردگار

کر ڑی کماں سخت کمان
کرِسی کرے گا
کرکر اس لئے، اس سبب سے
کرم سوں ٹہہک کر قسمت کے مارے
کِرن کرنے کیا، کان، کرتا
کُرنش کورنش، سلام
کرونٹ کروٹ
کِسوت کپڑے، لباس
کسوتِ خاص خلعت
کسوں دھیان کس کا دھیان
کُکڑی مرغی
گللوت تدبیر (برائی کی) آپسمیں صلاح سوچنا
حرص، خواہش
کُلف قفل
کلنگاں قلنگ کی جمع ایک بحری پرندہ
کِن کون، کیسا، کوئی
کَن کان
کنّا کہنا
کنبلی کمبل
کنپے کلپنے
کنٹھ ماں کنٹھ ماں، گلے کا ہار
کنٹھ گردن، گلا

کنچن سونا، زرد، پیلا
کندن سونا
کنشٹ ادنی، سب سے چھوٹا، حقیر
کنک سونا
کنور (کنور) شہزادہ
کَنی کہتی ہوں
گو کہو
کُو کوئی
کواتے کہلاتے
کواڑاں دروازے کے پٹ
کوپ غصّہ
کوپیاں } چینی کی پیالیاں
چینی کیاں }
کوتری کتا
کوٹ قلعہ
کوٹھری کمرہ، حجرہ
کورس کیا مار ڈالا
کوس دو میل کا ایک کوس
کوک کمر
گول قول
کُول مکار، لومڑی کی طرح چالاک
کولا لومڑی

گوئی	کونلی
گوڈن	کون
گوں	کھوں
گونڈن	قید، حبس
کھاتپ	تنا
کھان	کان، معدن، خزانہ، کھانا
کھاں	کان
کھاندا	کندھا
کھاوے	کھلائے
کھتر	کھٹا
کتھے	کھوتے
کچھوا کے	گھبرا کے
کھد پڑنا	تڑپانا، ٹپک ٹپک کے مارنا
کھرانی	کھارا، کھاری
کھرگ	تلوار
کھڑگ	تلوار
کھمن	معدن، کان، خزانہ
کھن	پرانا
کھن پرورد	بوڑھا غلام
کھندرا	کاندھا
کھنڈے	کھمن، طبق
کھنڈیاں	کھنڈی، بیس کی ایک کھنڈی کثرت، توجہ

کھن بار	کہنے والا
کھید پریا	بھگایا
کھیری	
کھیلٹی	مصیبت، تکلیف
کھیپے	کہتا تھا
کھیا	کیا
کئی	کہے
کی	کیوں
کی	کہہ
کیت	کہہ
کیا	جسم
کیتا	کتنا
کرے	کبڑے کا
کیلی	مخمور
کیڑا	کا
کیند	گیند
کھئں	کہیں

گ

گانٹھرن	گانٹھ پڑنا
گانڈا	گنا، گنڈیریاں
گاہنارے	(گان ہارے)

لفظ	معنی
گانہارے	گانے والے
گاؤدی	نادان، کم عقل، بے وقوف
گج	ہاتھی
گج متی	بڑا موتی
گج مست	مست ہاتھی
گرجن	بازگشت، گونج
گرد	اطراف
گڑھ	قلعہ
گلے داٹ	گلے تک
گلے	پگھلے
گل کار	میستری، راج
گل چاند	گلِ چاندنی
گل	گلا
گمت	کھیل تماشہ
گمت گاہ	بازی گاہ
گمتے	گزرتے
گمنا	گزارنا
گن بھریاں	پُرفن، سلیقہ شعار عورتیں، سگھڑ عورتیں
گنبھیر	غور، شدید
گند	بدبو
گندانویں	گوندھے ہوئے

لفظ	معنی
گن ندھاں	عالم، فاضل
گنے	عقلمند
گوڑ	
گون کرنا	جانا
گہر سنج	سخن سنج
گھنے	زیور (= گہنے)
گہنے	زیور
گھابرا	گھبرایا ہوا، پریشان
گھات	داؤ، وار، نشانہ
گھانے	ڈالتا
گھال لینا	چھری بھونک لینا
گھانٹ	گھنٹی
گھانٹی	گھنٹی
گھاؤ	زخم
گھٹ	کم، کمی
گھوٹ پکڑنا	مضبوط پکڑنا
گھر بیچ	گھر میں
گھر داس	خانہ زاد
گھرے گھر	گھر گھر
گھڑات	گھڑیاں
گھنسٹ دل	مضبوط دل
گھیری	گہرے، کثرت سے، زیادہ

گھوڑ — کچھڑے کی کنڈی گھوڑا
گھوڑبچھوڑ — سوسمار (ایک جانور)
گیان — خیال

ل

لانپ جھانپ — آنکھ مچولی میں ملاپ، اختلاط
لاٹ کرنا — لوٹنا، زیر کرنا
لاڈوں — لاڈ پیار سے
لاف بد — غیبت
لاگ — (لگ) تک
لانچہ — لالچ
لبد — (لابد) بے شک لازمی
لبدانا — مائل کرنا
لت — لات
لٹیا — لوٹا، واپس آیا
لک — لاکھ
لک لکاتی — چمکتی، دمکتی
لکھن — لچھن، عادات اطوار
لکھن — لاکھوں
لگالگ — صف بستہ، ایک کے بعد ایک
لوح — تکلیف
لوح — تختی

لوک — جگ
لونچے — نوچے
لئی — بہت
لیتا ہے نیر — غسل صحت کرتا ہے۔
لیجا — لے جا
لجاون — لے جانا
لجاویں — لے جائیں گے
لجائی — لے گئی
لیکھ — لے کر
لیہہ — لے لیتا ہے

م

مائی — مٹی
مادہی — مادہ
ماراں — (مار کی جمع) سانپ
مارکی — معرکہ
مارگ — راستہ، راہگزر
ماس — گوشت
ماس — مہینے
ماگ — مارگ، راستہ
مان — عزت، اعزاز
مارا — [illegible]

مان راکھیا	مات
مانج کر	جلا ‌کر، چمکا کر
ماندے	تھکے ہوئے
متی	مست
منج	میرے
مجھے	مجھے
محبوب در	درِ محبوب
مخا	مقام
مد	شراب
مدری	کان کی بالی
مدن بان	پھول
مدھم	اوسط
مرگ	ہرن کی کھال
مرگ	موت
مرگان کر	ترک کر کے، سنیاس لے کر
مرگ پوست	لاش، جنازہ
مستعد ہونا	تیار ہونا
مسخراگی	مسخراپن، مسخرگی
مسلم	بالکل، واقعی
مشاقت	مشقت
مشاہدہ	مشاہدہ
معتاد	بندگی

مک	مکھ
مک مکاتی	بھکتا
مکٹ مال	طرہ، سر کا زیور
مکرو ماؤ	مکر و فریب
مکہ	پہرہ
ملک	زمین، جاگیر
من آس	من کی مراد
منا، مناں	منع
مناب	
منتاں	منت کی جمع
منجھار	منجدھار، بیچ میں
مندھر	محل
منڈاسا	پگڑی، عمامہ، شملہ
منکے	تسبیح کے دانے
منگن	مانگنے
منگہار	مانگنے والا
منگے	مانگے
منے	میں
موچنا	بند ہونا
موک	مکھ، منہ
مویت	عاشق
موی	مردہ

لفظ	معنی
موئے تن	مُردہ جسم
مہراٹے	مرہٹے
محلدار	محل دار
مہتنہ	طعنہ
میگھ	بارش، بادل
میل کر	مِل کر
میلا	ملا
مین	ادنیٰ، ذلیل
میہوں	میہنہ

ن

لفظ	معنی
ناڈلے	جنبش نہیں کی، حرکت نہیں کی
نازنی	نازنیں
نافام کر	نہ سمجھ کر
نانو	نام
نائب	
نبارڑے	بنائے، نکالے
نت	ہمیشہ
نبیڑ	فوراً، بالکل، تمام، سراسر
نباڑا	تصفیہ کیا
نجھا	غور سے
نجھانے	غور سے دیکھنے
نرچھل	صاف، خالص
نچل سک	نہ چل سکے مر سکا
ند	ندی
ندھاں	خزانہ
ندے کر	نادے کر
نردھار	نرادھار، بے سہارا
نرمل	صاف، شفاف
نرنکھار	جس کی صورت نہ ہو، بے شکل
نرہ شیر	شیر نر
نزیک	نزدیک
نس	رات
نسوس کر	نہ محسوس کر
نفا	نفع
نقرہ	چاندی
نقل	نخل، کھجور کا درخت
نک	ناخن
نک	ناک
نکو	نہیں
نکو کرو	مت کرو
نکھیتر	ستارے
نکھنڈ	مکمل
نلاجا	بے شرم، بے حیا

نُماَ	بتا، دِکھا
ننھے	چھوٹے، کم سن
نوا	نیا
نول	عجب، انوکھا، نیا، جدید
نوپلر	نُو تہہ، نو طبق
نورانا تن	نورانی تن، حسین
نوکھنڈ	نُہ، فلک
نوایا	جھکایا
نیہہ	محبت
نہ کر سی	نہ کر سکے
نہ کس خیسر	کسی کی نیکی بھی
نہ کہہ سکے	نہ کہنے سے
نٹھانا	چھوڑنا، بھاگنا
نٹھاس	دوڑ
نٹھاسنا	دوڑنا، بھاگنا
نٹھالی	توشک
نٹھنواد پن	بچپن
نیاؤ	انصاف
نیب	نیم
نیر	پانی
نیراس	نراس، ناامید، مایوس
نیرپان	باولی کا پانی
نیرسیندھن	باولی سے پانی کھینچنا
نیرٹنا	لٹکنا، فکر میں لگے رہنا
نیکا	بھلا، چنگا، درست، صاف ستھرا، عمدہ، نیک، خوش، اچھا
نیک فن	**خوش اخلاق**
نیکل	**نکل**
نیکھا	نیک، اچھا
نیل کنٹھ	نیل کے کنارے
نیں	نہیں

و

واز آئی	باز آئی
والا	ایک قیمتی باریک کپڑا
وال	وہاں
وتیاں کو	آنتوں کو
ور	حاوی
وراس	پلٹ
ورتمان	زمانہ حال
ورہونا	حاوی ہونا
وزا	وضع
وضا	وضع، طرح

وعدا	وعدہ
وَلے	لیکن
ونواس	بن باس
ووں	ویسے ہی
ویناگ	مصیبت
ویراگی	بیراگی، سنیاسی
ویل	وقت، گھنٹہ
ویں	تب ہی

ہ

ہاتھ پاؤں لینا کوشش کرنا

ہاک	ہوک، آواز، نعرہ
ہانک مارنا	چلّانا
ھاں کا سوں	آہوں سے
ہوا کو نکلنا	سیر کو نکلنا
ہت	ہاتھ
ہت پاؤ	ہاتھ، پاؤں

ہت متاری کیا

ہودج	ہودہ
ہرتن	ہر شخص
ہری	ہاری
ہست	ہاتھی
ہلاکی	ہلاکت
ہلو ہلو	آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے
ہلوں	آہستہ
ہمن کوں	ہم کو ہمیں
ہنڈی	ہانڈی
ھور	اور
ہوَڑ	بازی، شرط
ہُوڑ	جاہل، احمق
ہوسی	ہوگی
ھوَل	پریشانی فکر
ہُوں کہنا	تصدیق کرنا
ہِیا	دل
ہیتاں سوں	ہیبت سے
ہویلدار	فوج کا ایک ملازم حولدار
ہیچ	بے عقل، بے وقوف

ی

یاں	یہاں
یاں لگ	یہاں تک
یانہ	یعنی
یکتل	ایک لمحہ
یکٹ	ایک، واحد

یکس کو یکس ایک سے ایک — یکیاں — معاوضہ، قیمت

یکوجی — شواجی کا علاتی بھائی جو ملازمِ سرکار بیجاپور تھا۔ شاہ جی کا دوسرا بیٹا — یکیٹ — تن تنہا

لو — یہ، ان

یئی — یہ ہی۔

یکہ — یکتا۔ منفرد، اکیلا